نہ کسی کا یومِ شہادت بطور یادگار
منانا جائز ہے اور نہ ہی یومِ وصال (شیخ عبدالقادر جیلانیؒ)

حقیقت
رسمِ گیارہویں

پروفیسر (ریٹائرڈ) نور محمّد چودھری

ناشر:
فیض اللہ اکیڈمی الفضل مارکیٹ
اردو بازار، لاہور
فون: ۷۱۲۰۲۰۷

نہ کسی کا یومِ شہادت بطور یادگار

منانا جائز ہے اور نہ ہی یومِ وصال (شیخ عبدالقادر جیلانیؒ)



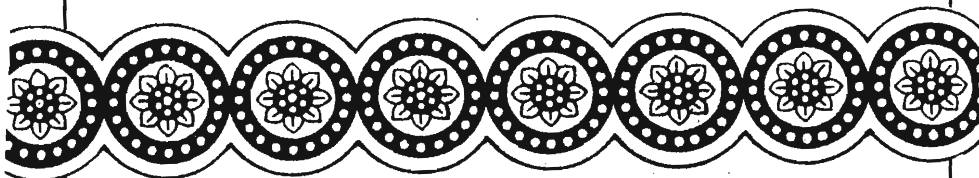






حقیقت رسمِ گیارہویں

پروفیسر (ریٹائرڈ) نور محمد چودھری



ناشر:
فیض اللہ اکیڈمی الفضل مارکیٹ
اردو بازار، لاہور
فون: ۷۱۲۰۲۰۷

نام کتاب ---------- حقیقت رسم گیارہویں

مولف ---------- پروفیسر (ریٹائرڈ) نور محمد چودھری

ناشر ---------- محمد اشرف

مکتبہ ---------- فیض اللہ اکیڈمی اُردو بازار۔لاہور

مطبع ---------- نیر اسد پرنٹرز

بار ---------- اوّل

قیمت ---------- روپے

☆☆☆ ملنے کے پتے ☆☆☆☆

- ☆ میاں انٹرپرائزز - اُردو بازار، لاہور
- ☆ محمدی پرنٹنگ ایجنسی اینڈ کیسٹ ہاؤس' ۱۸ اردو بازار لاہور
- ☆ فاروقی کتب خانہ الفضل مارکیٹ' اردو بازار لاہور
- ☆ مکتبہ قدوسیہ' غزنی سٹریٹ' رحمان مارکیٹ اردو بازار لاہور
- ☆ سبحانی اکیڈمی' حسن مارکیٹ اردو بازار لاہور
- ☆ نعمانی کتب خانہ' حق سٹریٹ اردو بازار لاہور
- ☆ فاران اکیڈمی' قذافی سٹریٹ' اردو بازار لاہور
- ☆ مکتبہ اصلاح انسانیت' قلعہ دیدار سنگھ' گوجرانوالہ
- ☆ مکتبہ اہلحدیث' امین پور بازار فیصل آباد
- ☆ مکتبہ اہل حدیث ٹرسٹ' کورٹ روڈ کراچی
- ☆ مدینہ کتاب گھر' اردو بازار گوجرانوالہ

فہرست کتب



مقدمہ

عرصہ دراز سے ہمارے ملک میں ختم گیارہویں کی رسم چلی آرہا ہے مگر مقام حیرت ہے کہ اس اعتقاد کے لوگوں نے اس کی شرعی اور تاریخی حیثیت پر کبھی غور نہیں کیا۔ اس مضمون پر جو رسالے یا کتب ناظرین کے سامنے آئی ہیں۔ ان کے مرتبین نے بالکل من گھڑت اور بے اصل تاویلیں دے کر مسئلہ میں ابہام پیدا کیا ہے۔ مثلاً اکثر مصنفین و موئفین۔ نے اس رسم کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ختم چیلم۔ آپؐ کا عرس مبارک یعنی یوم وصال یا برسی اور پھر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی برسی کو اس میں شامل کر کے ایک قسم کا مرکب بنا دیا ہے۔ مگر تعجب کی بات ہے۔ کہ عرس کی رسومات تو سالانہ کی جاتی ہیں۔ مگر گیارہویں کا ختم شریف پھر ہر ماہ کی گیارہویں شب کو منعقد کرنے کا جواز کیسے پیدا ہو گیا۔؟ اس کے علاوہ اس رسم میں جن مذکورہ واقعات کو ملوث کر لیا گیا ہے۔ ان کی تعین تاریخیں کتب تواریخ میں نہیں ملتیں۔ مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ وصال مختلف احادیث مبارکہ کے حوالہ سے آٹھ مختلف تاریخیں ہیں۔ جن میں سے ماہ ربیع الاوّل کی ایک تاریخ ہے۔

اسی طرح شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ وصال بھی قطعی طور پر تعین نہیں۔ بلکہ تواریخ کے حوالہ سے ماہ ربیع الثانی کی چھ مختلف بیان کردہ تاریخوں میں سے ایک ہے۔ گویا گیارہویں کی تاریخ صرف مفروضہ ہے پھر گیارہویں کی شب ہے۔ اور یوم تو مہینہ کا بارہواں ہے۔ جو کہ شاہ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ تاریخوں میں بالکل موجود نہیں۔ ان تاریخوں کی تفصیل اگلے صفحات پر دی گئی ہے۔

ایک مولانا کی زبانی ختم گیارھویں کے متعلق تاریخی حقائق بے بنیاد اور ناقابل تسلیم۔

علامہ موصوف لاہور کی کسی مسجد کے امام ہیں اور انہوں نے "مسئلہ گیارھویں" کے نام سے ایک رسالہ تصنیف فرمایا ہے جس کے صفحہ چار سے ختم شریف متعلقہ کی تائید وحمایت میں حسب ذیل بالکل بے معنی اور جھوٹی روایت پر مبنی ثبوت شروع کیا ہے:۔

لکھا ہے کہ علامہ امام شافعیؒ اپنی کتاب "قرۃ الناظرہ" کے صفحہ گیارہ پر فرماتے ہیں کہ:۔

"ذکر یازدہم حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ بود ارشاد شد کہ اصل یازدہم این بود کہ حضرت غوث صمدانی بتاریخ یازدہم ربیع الآخر فاتحہ چہلم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کردہ بودند آں نیاز آں چناں مقبول ومطبوع افتاد کہ در ہر ماہ بتاریخ یازدہم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقرر فرمودند و دیگر اتباع حضرت غوث پاک بتقلید وے یازدہم مے کردند آخر رفتہ رفتہ یازدہم حضرت محبوب سبحانی مشہور شد الحال مردم فاتحہ حضرت شاں در یازدہم مے کنند و تاریخ وصال حضرت محبوب سبحانی ہفتدہم ربیع الثانی بود۔"

ترجمہ:۔ حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی گیارھویں شریف کا ذکر تھا۔ ارشاد ہوا کہ گیارھویں شریف

کی اصل وجہ یہ تھی کہ حضرت غوث صمدانی رضی اللہ عنہ حضور پُرنور پیغمبر خدا احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے چالیسویں کا ختم شریف گیارہ ماہ ربیع الآخر کو کیا کرتے تھے۔ وہ نیاز اتنی مقبول و مرغوب ہوئی کہ ازاں بعد آپ ہر ماہ کی گیارہویں تاریخ ہی نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا ختم شریف اور نیاز دلانے لگے۔ آخر رفتہ رفتہ یہی نیاز حضور غوث پاکؒ کی گیارہویں مشہور ہوگئی۔ آج کل لوگ آپ کا عرس شریف بھی گیارہ تاریخ کو ہی کرتے ہیں۔ حالانکہ آپ کی تاریخ وصال سترہ ربیع الآخر ہے۔

معلوم ہوا کہ گیارہویں شریف اصل میں حضور صلی اللہ علیہ والصلوٰۃ والسلام عرس مبارک ہے جو غوث پاک کی طرف سے منسوب ہوگیا (ص ۵)

حقائق کی روشنی میں اس جھوٹی کہانی کا تجزیہ:-

(۱) صاحب مشکوٰۃ شریف نے اکمال فی اسماء الرجال کے دوسرے باب میں محمد بن ادریس الشافعیؒ کی سوانح عمری نقل کرتے وقت ان کی پیدائش ۱۵۰ھ اور ۵۴ سال کی عمر میں وفات ۲۰۴ھ درج کی ہے۔

(۲) مولانا راغب رحمانی دہلوی نے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی تصنیف غنیۃ الطالبین کے عربی سے اردو ترجمہ کرتے وقت ان کی سوانح عمری کے تعارف میں پیدائش ۴۷۰ھ یا ۴۷۱ھ اور وفات ۵۶۱ھ تحریر کی ہے۔

چنانچہ امام شافعیؒ جو دوسری صدی ہجری میں ہوئے انہوں نے چھٹی صدی میں ہونے والے شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے متعلق چار صدیوں پہلے کس طرح ارشادات تحریر فرما دیئے۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے اس قسم کے غیر منطقانہ ثبوت دینے والے پر۔

(۳) یہ بھی ایک بڑا بہتان ہے کہ امام شافعیؒ نے مذکورہ فارسی زبان میں لکھی گئی کتاب خود تصنیف فرمائی ہے۔ حالانکہ ان کی کوئی تصنیف فارسی زبان میں نہیں۔

(۴) یہ نتیجہ بھی جھوٹ پر مبنی ہے کہ گیارہویں شریف کے ختم کو بعد میں عرس بنا دیا گیا۔ حالانکہ گیارہویں شریف ہر ماہ منعقد کی جاتی ہے۔ مگر عرس ایک سالانہ تقریب ہے۔ جھوٹ کے پردہ میں دونوں رسوم کو گڈمڈ کر دیا ہے۔

(۵) رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مختلف آراء پر مبنی یوم وصال کی تاریخ تبدیل ہے جس کا تعین کرنا مشکل ہے پھر نہ آپ کے وصال کا چالیسواں تعین کیا جا سکتا ہے اور نہ عرس کا ایک دن۔

(و) واقدی اور ابن سعد صاحب الکبریٰ کی روایات کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یوم وصال ۱۲ ربیع الاوّل ہے۔

(ب) ابو القاسم سہیل اپنی مشہور کتاب روض الانف میں دعویٰ کرتے ہیں کہ ۱۱ھ ربیع الاوّل کا مہینہ دوشنبہ کا دن اور ۲ یا ۱۳ یا ۱۴ یا ۱۵ ربیع الاوّل کی تاریخ پر آپؐ کا وصال ہوا۔

(ج) ابن جریر طبری نے ابن کلبی اور ابو مخنف کی روایت سے ۲ ربیع الاوّل نقل کیا ہے

(د) بیہقی اور ابن کثیر میں منقول بعض روایات میں ۲ ربیع الاوّل اور ۱۰ اور ۴ اور یکم ربیع الاوّل بھی منقول ہے۔

چنانچہ مندرجہ بالا تواریخی اندراج کی رو سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم وصال مہینہ ربیع الاول کی ۱ اور ۲ اور ۴ اور ۱۰ اور ۱۲ اور ۱۳ اور ۱۴ اور یا ۱۵ میں سے کوئی ایک تاریخ ہے۔ لہٰذا ان غیر یقینی شواہد کے پیش نظر چالیسویں کے ختم شریف کے لیئے یا سالانہ عرس کے انعقاد کے لیئے کسی ایک تاریخ کا تعین کیسے ممکن ہے۔

شاہ جیلانیؒ کی تاریخ وفات میں بھی مؤرخین نے بہت اختلاف کیا ہے۔ چنانچہ مولانا راغب رحمانی دہلوی جنہوں نے آپ کی تصنیف غنیتہ الطالبین کا عربی سے اردو ترجمہ کیا ہے۔ متعلقہ تعارفی باب میں سوانح حیات تحریر کرتے ہوئے آپ کی تاریخ متعلقہ ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۳ یا ۱۷ تحریر کی ہے۔

کیا یہ بیحد حیرانی کی بات نہیں کہ یوم وصال کا چالیسواں یا برسی منانے والوں کو اصل تاریخ کا علم ہی نہیں۔ تو پھر یہ سارا مسئلہ من گھڑت اور اٹکل پچو نہ ہوا تو اور کیا ہوا؟

ہاں اس بات پر اتفاق رائے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کا دن دوشنبہ (پیر) تھا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اس دن کی تصدیق کے باوجود اسے یادگار کے طور پر منانے کو بالکل ناجائز قرار دیا ہے۔ گویا آپ نے گیارہویں شریف کے ختم کی تردید کی ہے۔ یہ سب آپ کی تصنیف غنیتہ الطالبین میں منقول ہے۔ جس کی تفصیل اس کتابچہ کے آئندہ صفحات میں دی

گئی ہے۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث مبارکہ کا بھی حوالہ دیا گیا ہے۔ جن کے مطابق آپؐ نے اپنے لئے عرس منانے کو منع فرمایا ہے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ نے آپؐ کے وصال کے بعد نہ چالیسواں منایا اور نہ عرس اس لحاظ سے یہ رسم بدعت ہوئی۔

ختم گیارہویں کیلئے بے اصل روایات کا سہارا لیکر اس کے ثبوت کی ناکام کوششیں

(۱) ایک خود ساختہ روایت جو اس مضمون سے متعلقہ تصانیف میں بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ کی وفات ہوئی تو تیسرے دن حضرت ابوذر غفاریؓ کھجوریں، دودھ اور جَو کی روٹی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھی اور آپ نے ان پر سورۂ فاتحہ اور قل ہو اللہ پڑھ کر دعا فرمائی اور حضرت ابوذرؓ سے فرمایا کہ ان اشیاء کا ثواب میرے لخت جگر کو پہنچے۔

گیارہویں کے متعلق ایک کتاب میں اس روایت کا حوالہ ملا علی قاریؒ کے فتاویٰ کا دیا ہے۔ یعنی یہ روایت حضرت ملا علی القاریؒ کے کتاب "اوزجندی" میں تحریر ہے۔

اس کے جواب میں مولانا عبدالحی لکھنویؒ لکھتے ہیں کہ:

نہ کتاب "اوزجندی" از تصانیف ملا علی قاری است۔ ونہ روایت مذکور صحیح ومعتبر است بلکہ موضوع وباطل براں اعتماد نشاید در کتب حدیث نشانے از، ہمچو روایت یافتہ نمے شود۔ (مجموعہ فتاویٰ، ج ۲ ص۴)

ترجمہ: کہ نہ تو کتاب "اوزجندی" حضرت ملا علی القاری کی تصانیف میں سے ہے۔ اور نہ یہ روایت صحیح اور معتبر ہے بلکہ یہ خودساختہ اور جھوٹی روایت ہے۔ اس پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ یاد رہے کہ:

حدیث کی کسی کتاب میں اس قسم کی روایت کا کوئی نشان موجود نہیں۔

ایک دوسری لاہور سے گیارہویں شریف کے عنوان سے چھپنے والی کتاب میں مذکورہ بالا روایت کے متعلق یہ ہے کہ اسے حضرت ابوذر غفاریؓ نے کتاب شرح برزخ میں لکھا ہے۔ مگر جیسا کہ وضاحت کی گئی ہے:

بنیادی طور پر یہ روایت ہی من گھڑت ہے۔ لہٰذا اس کے لیے کسی بھی حوالہ پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ نیز حضرت ابوذر غفاریؓ نے اس نام کی کوئی کتاب تصنیف نہیں فرمائی۔ نہ ہی ایسی کتاب کا کسی دوسرے معتبر ذرائع سے طباعت پانے والی تصنیف میں حوالہ دیا گیا ہے۔

(۲) جیسا کہ اس کتاب میں گیارہویں کی من گھڑت کہانی امام شافعیؒ کی زبانی فارسی کتاب "قرۃ الناظرہ" میں بیان کرتے ہوئے یہ کہا گیا ہے کہ دراصل یہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپؐ کے چالیسویں کا ختم شریف تھا۔ جو گیارہ ماہ ربیع الآخر کو شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کیا کرتے تھے۔ پھر مقبولیت کی بنا پر ہر ماہ کی گیارہویں کو یہ ختم شریف کیا جانے لگا۔ پھر یہ آپؐ کا عرس کہلانے لگا۔ اور پھر غوث اعظمؒ کا عرس بھی گیارہویں کو منایا جانے لگا۔ گویا یہ داستان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چالیسویں کے ختم سے شروع ہوکر ان کا عرس بن گیا۔ بلکہ اصل میں غوث اعظمؒ کے عرس میں تبدیل ہو گیا۔ حالانکہ جیسا کہ بامحل صفحات پر یہ بھی ذکر کیا کر دیا گیا ہے۔ کہ ہر دو راہنمایانِ دینِ حق کے وصال کا دن کسی بھی لحاظ سے ابھی تک تعین نہیں کیا جاسکا۔ تاہم چونکہ گیارہویں میں عرس کا بھی ذکر ہے لہٰذا اس تقریب کی حمایت میں ایک یہ دلیل بھی دی گئی ہے کہ:

شامی جلد اوّل باب "زیارۃ القبور" کے حوالہ سے ابن ابی شیبہؒ

سے روایت ہے۔ اور تفسیر کبیر اور تفسیر در منثور کے حوالہ سے ذکر کیا گیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام ہر سال شہدائے احد کی قبروں پر جایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے۔

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ

(شامی جلد اوّل)

ترجمہ: تم پر سلامتی ہو بسبب اس کے کہ تم نے صبر کیا۔ پس اچھا ہے انجام گھر کا"

اس پر عرس کا استدلال نہیں کیا جا سکتا کیونکہ

(ا) اس روایت کی سند کا ذکر نہ ہونے سے اس کے صحیح یا ضعیف ہونے کا پتہ نہیں چلتا۔

(ب) ابن ابی شیبہ ایسی کتاب ہے کہ اسکی کوئی روایت بغیر تحقیق کے لینی جائز نہیں۔

(بحوالہ عجالہ نافعہ ص مصنفہ شاہ عبد العزیز صاحب محدّث دہلوی)

(ج) تفسیر کبیر اور در منثور اس سے بھی نیچے درجہ کی ہیں۔

(د) اس میں عرس مروجہ کا ذکر نہیں۔ صرف قبروں کی زیارت کا ذکر ہے۔ جو مسنون طریقہ ہے۔

(ر) اوّل تو یہ روایت بے اصل ہے۔ اگر یہ ثابت بھی ہو جائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی ان قبروں کی زیارت میں یہ حکمت ہو گی۔ کہ سال بہ سال مدینہ آنے والے لوگ شہداء احد کی قبور کی زیارت سے خالی نہ جائیں۔ جیسا کہ آجکل بھی حج اور عمرہ کے لیے جانے والے زائرین نہ صرف مدینہ میں قبور المعروف جنّت البقیع کی زیارت کرتے ہیں۔ بلکہ شہداء احد مذکور کی قبروں کی زیارت کو بھی جاتے ہیں۔ مگر زیارت

میں عرس جیسا تو کوئی سماں نہیں ہوتا۔ یعنی مروجہ میلہ کی طرح چہل پہل مرد عورتوں کا بن ٹھن کر شامل ہونا۔ مجرے، قوالیاں، نذریں۔ نیازیں اور چڑھاوے۔ مرادیں مانگنا۔ یہ سب برخلاف مسنون زیارت کے جس میں صرف موت کی یاد۔ اموات کے لیے سلام اور دعا کرنا ہے۔

س۔ سلف صالحین نے کبھی ایسا مروجہ عرس نہیں منایا۔

ص۔ ایک حدیث کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری قبر پر عید نہ منائی جائے۔ یعنی عرس کو منع فرمایا۔ تو کیا یہ قرین قیاس ہے کہ شہداء احد کے لیے آپ نے عرس کی تلقین کی ہو۔؟

۳۔ ایک دوسرے عالم دین نے انوار ساطعہ ص۱۴۵ اور حاشیہ خزانۃ الروایات کے حوالہ سے اپنی تصنیف بلفظہ جاء الحق (ص۲۵۰) میں لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام نے امیر حمزہؓ کے لیے تیسرے۔ ساتویں اور چالیسویں دن اور چھٹے ماہ اور سال بھر صدقہ دیا۔ چنانچہ یہ تیجہ ششماہی کی اصل ہے" کسی صحیح سند یا معتبر حضرات محدثین کرامؒ کے ذرائع سے ان روایات کا صحیح ہونا ثابت نہیں۔ چنانچہ یہ بھی جعلی اور موضوع روایات ہیں۔

۴۔ گیارہویں کے نام سے موسوم ایک کتاب میں یہ بھی جھوٹی روایت شاہ شرف الدین کے ملفوظات کے حوالہ سے تحریر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے گیارہ دن بعد جب حضرت صدیق اکبرؓ خلیفہ ہوئے تو بارہویں دن آپ نے بہت سا کھانا پکوایا۔ تاکہ اسکا ثواب حضور اکرمؐ کی روح پر فتوح کی نذر کریں۔

یہ بھی افتراء اور جھوٹ ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ پر بہتان ہے۔ کسی معتبر تاریخ یا حدیث میں اسکا نام و نشان تک نہیں۔

یہ روایت کرنے والے نے یہ غور نہیں کیا۔ کہ بارہویں دن کھانا پکانے کا مطلب یہ ہوا کہ تیرہویں رات ہوئی نہ کہ گیارہویں رات۔ جس کے لیے دن دسواں اور رات گیارہویں ہوتی ہے۔ گویا یہ من گھڑت ثبوت جلد بازی میں بغیر سوچے سمجھے لکھا گیا۔

۵۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی اپنی حسب ذیل تصانیف میں نہ مذکورہ بالا روایات میں سے کسی کا ذکر ہے۔ اور نہ ہی گیارہویں شریف اور نماز غوثیہ کا اشارہ تک ہے۔

تاریخی شواہد سے حضرت شیخؒ کی تصنیف شدہ کتابوں کے یہ نام ملتے ہیں :-

(۱) غنیۃ الطالبین۔

(۲) فتوح الغیب۔

(۳) الفتح الربانی۔

(۴) جلاء الخاطر۔

(۵) الیواقیت والحکم۔

(۶) الفیوضات الربانیۃ۔

(۷) حزب لبشائر الخیرات۔

(۸) المواہب الربانیۃ۔

یاد رہے کہ پہلی کتاب غنیۃ الطالبین دو حصوں میں اور ہزار کے لگ بھگ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ کے مسائل

بڑی تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔ خصوصاً نفلی نمازوں کی تو اتنی وسعت سے وضاحت کی گئی ہے جو کسی دوسری کتاب سے ملنی مشکل ہے۔ اس کے باوجود نماز غوثیہ یا صلوٰۃ الاسرار جو غوث اعظمؒ کی خود ایجاد کردہ تسلیم کی گئی ہے۔ مگر اس کے متعلق مذکورہ کتاب میں بھی لفظ تک نہیں لکھا گیا اور نہ ہی بلاواسطہ کسی دوسرے عنوان میں اس کا اشارہ تک کیا گیا ہے۔ لہذا بعد کی متعلقہ کتب میں سنی سنائی روایات کو بطور ثبوت پیش کیا گیا ہے۔ اسی طرح کسی ٹھوس ثبوت کے بغیر گیارہویں شریف کے ختم کی من گھڑت تاویلیں دی گئی ہیں۔

گیارہویں شریف کی کتب متعلقہ میں عاشورہ کی فضیلت کا ذکر مگر مسئلہ کی مطابقت کے بغیر بے فائدہ

عاشورہ کا دن محرم کی دسویں تاریخ کو کہتے ہیں۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی مذکورہ تصنیف غنیۃ الطالبین میں اس دن کی فضیلت کے بیان کے لیے صفحوں پر صفحے مخصوص کیے گئے ہیں اور اس ضمن میں بے شمار احادیث کا حوالہ دیا گیا ہے۔ چنانچہ ذکر ہے کہ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ حق تعالےٰ شانہٗ نے عاشورہ کے دن کو تمام دنوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ فرمایا۔ ہاں! حق تعالیٰ نے اس دن آسمان پیدا کیے اسی دن۔ پہاڑ بنائے اسی دن سمندر پیدا کیے۔ اسی دن قلم پیدا کیا۔ اسی دن لوح پیدا کیا۔ اسی دن آدم کو پیدا کیا۔ اس دن ان کو جنت میں داخل کیا۔ اسی دن حضرت ابراہیم پیدا ہوئے۔ اسی دن آپ کے فرزند دلبر کی طرف سے فدیہ دیا گیا۔ اسی دن فرعون ڈوبا۔ اسی دن حق تعالیٰ نے حضرت ایوبؑ کو شفا دی بخشی۔ اسی دن حضرت آدم کی توبہ قبول فرمائی۔ اسی دن حضرت داؤدؑ کا گناہ بخشا۔ اسی دن حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے اور اسی دن قیامت آئے

گی۔ وغیرہ وغیرہ۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جس نے عاشورہ کے دن روزہ رکھا تو عاشورہ کے دن کے روزے اور رات کے قیام کے عوض حق تعالے ساٹھ سال کی عبادت کا ثواب لکھ دیتا ہے اور جس نے عاشورہ کا روزہ رکھا اسے ایک ہزار شہداء کا ثواب ملا۔

مگر یاد رہے کہ گیارہویں شریف کا مسئلہ بالکل مختلف ہے۔ یعنی ایک رات کی بجائے ہر ماہ کی دسویں اور گیارہویں تاریخوں کی درمیانی رات کو ختم غوث اعظمؒ کرنا۔ نہ روزہ رکھنا اور نہ رات کو قیام کرنا پھر عاشورہ کی تقریب نہ کسی کا چالیسواں ہے اور نہ کسی کا عرس۔ تو لہذا گیارہویں کے جواز کے لیے یہ مثال بے معنی ہے۔

اس ضمن میں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب گیارہویں کو غوث اعظمؒ کے عرس کا نام دیا گیا ہے تو اس وقت تو وہ وصال کر چکے تھے۔ اس کا تذکرہ اپنی تصانیف میں کیسے کر سکتے تھے؟ بے شک یہ درست سوال ہے مگر اس سے پہلے کے مراحل تو ان کی زندگی میں طے ہوئے یعنی یہ ختم شریف بقول اس کے معتقدوں کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا چالیسواں تھا۔ پھر آپؐ کا یہ عرس کہلانے لگا۔ اور آخر میں یہ اس کے منعقد کروانے والے حضرات غوث اعظمؒ کے عرس میں تبدیل ہو گیا۔ ویسے یہ حیرت کی بات ہے کہ پہلے کسی بزرگ نے ایسا کیا ہے اور نہ ایسے مراحل کی رُو سے ایسے ہوا ہے۔

سورۃ فاتحہ کو "حقیقتِ گیارہویں شریف" کا نام دینا سراسر من گھڑت اور ناجائز فعل ہے۔

گیارہویں کے جواز میں ایک اور کتاب کسی مصنف نے تصنیف فرمائی ہے۔ جس کے پہلے صفحہ پر سورۃ فاتحہ مبارکہ تحریر کر کے نیچے "المعروف" کا لفظ لکھا گیا ہے اور پھر یہ الفاظ بطور عنوان دیئے گئے ہیں۔

"حقیقت گیارہویں شریف" اس کا مطلب یہ ہے کہ سورۃ مذکورہ کی پہچان کا نام قرآن کی رو سے تعین کیا ہوا نام نہیں بلکہ گیارہویں کے پنڈاؤں کا یہ منتخب شدہ نام ہے۔ کس قدر مقام افسوس ہے کہ کلام پاک کی مقدس سورتوں کے نام بھی غیر اللہ کے پوجاریوں نے خود تجویز کر لیے ہیں۔

خیر اگر گیارہویں میں صرف سورۃ فاتحہ کی تلاوت کی جاتی یا قرآن کریم کے دوسرے حصوں کو بھی ختم میں شامل کر لیا جاتا تو پھر بھی کوئی بات بنتی مگر یہاں تو ساری ترتیب اور مفہوم ہی بدعتانہ بلکہ مشرکانہ بنادی گئی ہے جس کا ثبوت اسی کتاب کے صـ۲ پر ختم شریف غوثیہ کو غور سے پڑھنے سے میسّر ہوتا ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو اس ختم کے حصوں کی چند جھلکیاں:

(i) درود شریف - ۱۱۱ بار

(ii) الحمد شریف - ۱۱۱ بار

(iii) تیسرا کلمہ - ۱۱۱ بار

(iv) خُذْ بِیَدِیْ شَیْئًا لِلّٰہِ یا حضرت سلطان شیخ عبدالقادر صاحب المدد - ۱۱۱ بار۔

(v) پھر اس کے بعد چند خدائی صفات کے وظائف میں سے ہر ایک کا ورد۔ ۱۱۱ بار۔

(vi) پھر امداد کن امداد کن از رنج وغم آزاد کن در دین و دنیا شاد کن۔ یا غوث اعظم دستگیر۔ ۱۱۱ بار۔

(vii) یا حضرت غوث اَغِثْنَا بِاِذْنِ اللہ۔ ۱۱۱ بار۔

(viii) مشکلات بے عدد داریم ما۔ شَیْئًا لِلّٰہِ غوثِ اَعْظَم پیر ما۔

(ix) یا سہ محتاج تو حاجت روا المدد یا غوث اعظم سیدا۔ ۱۱۱ بار۔

(x) خُذْ بِیَدِیْ یَا شَاہِ جِیْلَانِیْ خُذْ بِیَدِیْ شَیْئًا لِلّٰہِ اَنْتَ الْاَحْمَدِیْ۔ ۱۱۱ بار

(xi) وقتِ امداد یا شاہ بغداد رس بفریاد یا شاہ بغداد۔ ۱۱۱ بار۔

(xii) پھر کلمہ شریف اور درود شریف ہر ایک۔ ۱۱۱ بار۔

مذکورہ بالا تفصیل میں دائیں جانب نمبر شمار جو راقم الحروف نے بسہولت بحث لگائے ہیں اس کے (ii) پر الحمد شریف ۱۱۱ بار پڑھنا بتایا گیا ہے اس الحمد شریف میں ایک آیت یہاں خاص توجہ کے قابل ہے جس کا نماز کی رکعات میں بار بار اعادہ کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے:

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ (الفاتحہ: ۴)

ترجمہ: ہم صرف تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

گویا یہاں ۱۱۱ بار یہ وعدہ کیا جا رہا ہے کہ خدا واحدہٗ لاشریک کے علاوہ کسی دوسرے سے مدد نہ مانگیں گے۔ مگر ختم مذکورہ بالا میں گیارہویں

کے معتقد حضرات پھر تقریباً چھ گنا اس سے زیادہ بار شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی مدد طلب کر رہے ہیں۔ کیا یہ مضحکہ خیز بات نہ ہو گئی۔ یعنی ایک ہی ختم میں دو ہستیوں سے مدد مانگ رہے ہیں۔ لہذا اس معاملہ میں دونوں شریک ہوئے۔ بلکہ اس ختم میں تو پھر (نعوذ باللہ) الحمد شریف تو صرف رسمی طور پر پڑھنی ہے۔ اصل مقصد تو گیارہویں والے پیر سے حاجت روائی کے لیے مدد طلب کرنی ہے جس کے خلاف قرآن کریم میں بار بار تاکیدیں آئی ہیں۔ بلکہ رحمتِ دو جہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلّم کا فرمان عالی شان بھی ہے کہ غیر اللہ سے حاجت روائی کے لیے مدد طلب نہ کرو۔ نہ صرف یہ کہ آپؐ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ بلکہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ نے اپنی کتاب 'فتوح الغیب' میں بار بار یہ تلقین کی ہے۔ کہ غیر اللہ سے مدد کے لیے سوال نہ کرو۔

اس کے متعلق شیخ موصوف نے اپنی تصنیف غنیۃ الطالبین میں بھی وضاحت کی ہے کہ غیر اللہ کی مدد پر بھروسہ مت کرو۔ ان تصانیف کے حوالہ جات اس تالیف میں مناسب جگہوں پر دیئے گئے ہیں۔

ختم غوثیہ کے (ix) حصہ میں یہ ہے کہ اَنْتَ الْاَحْمَدِیْ۔ گویا شیخ عبد القادر جیلانیؒ کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلّم کے نام سے منسوب کر دیا گیا ہے اور جس مقصد اور انداز سے ایسا کیا گیا ہے۔ یہ خاتم الانبیاء کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ ایسا ہی احمدیہ فرقہ کے لوگوں نے بھی کر رکھا ہے۔ جن کو علماء اہل سنت و جماعت اسلام سے خارج گردانتے ہیں۔

اس ضمن میں سورۃ فاتحہ کی (اپنی رائے کے مطابق تفسیر کرتے وقت) مصنف گیارہویں کو یہ خیال نہ رہا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی اسم

حدیث کی رد سے اپنی رائے کے مطابق قرآن کی تفسیر کرنیوالا جہنمی ہے ۔

"جو شخص اپنی رائے سے قرآن میں کچھ کہے۔ اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے" (ترمذی)

اس کے علاوہ قرآن و حدیث میں یہ بھی احکامات ہیں کہ نذر و نیاز صرف خدائے واحد کے لیے ہے ۔ نذرانے اور چڑھاوے غیر اللہ کے لیے بدعت ہے ۔

گیارہویں کے انعقاد میں نہ صرف خدائی احکامات کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور گیارہویں والے پیر کے فرمودات سے بھی انحراف ہے ۔

نمازِ غوثیہ کے متعلق بزرگانِ دین اور فقہائے عُظّام کے ارشادات

بحوالہ انوار التوحید، مؤلفہ حکیم مولانا محمد صادق سیالکوٹی شائع کردہ مکتبہ نعمانیہ اردو بازار گوجرانوالہ ص ۱۱۴۔

بعض پیر اور صوفی قضائے حاجات کے لیے لوگوں کو صلوٰۃ الغوثیہ پڑھنی بتاتے ہیں۔

اس میں پہلی رکعت میں گیارہ قدم برائے تعظیم مزار حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ آگے بڑھنے کو کہا گیا ہے۔

دوسری رکعت میں گیارہ قدم پیچھے ہٹنا ہے۔ یاد رہے کہ یہ صلوٰۃ الغوثیہ اور گیارہ قدم عراق کی طرف مارنے صاف شرک ہے۔ کیونکہ نماز عبادت ہے جو صرف اللہ کے لیے مخصوص ہے۔ غیر اللہ کے لیے نماز ادا کرنا اس کی عبادت ہونے کے سبب کفر اور شرک ہے۔ صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے رحمتِ دو عالمؐ کے روضے کی طرف تعظیماً ضرب الاقدام (قدم مارنا) نہیں کیا۔ اور نہ ہی روضہ کی سمت کبھی نماز حاجات پڑھی ہے اور حضرت انورؐ نے فرمایا ہے کہ:

مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ (بخاری)

یعنی جس نے دین میں ایسا کام کیا جس پر ہمارا حکم (قولی یا فعلی) نہ ہو تو وہ کام مردود ہے۔ اس مشرکانہ فعل کے متعلق بزرگانِ دین اور فقہائے عظام کے ارشادات بھی ملاحظہ ہوں۔

(ا) ضَرْبُ الْاَقْدَامِ اِلَى الْعِرَاقِ كُفْرٌ كَمَا هُوَ دَأْبُ بَعْضِ الْمُفْتَرِيْنَ عَلَى الْمَشَائِخِ الْكِرَامِ (معراج السالکین)

(صلوٰۃ الغوثیہ) میں عراق کی طرف قدم مارنے کفر ہے۔ جیساکہ مشائخ کرامؒ پر بعض افتراء ڈھانے والوں کی عادت ہے۔

(ب) مَنْ ضَرَبَ الْاَقْدَامَ بَعْدَ الصَّلٰوۃِ عَلٰی زَعْمٍ اَنَّ هٰذَا زِيَادَةٌ فَهُوَ كَافِرٌ وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى (مشارق شرح رقیمیہ)

جس نے نماز کے بعد عراق کی ضرب الاقدام (قدم مارنا) کیا۔ وہ کافر ہے اور اس پر تمام (علماء ربانی کا) فتویٰ ہے۔

(ج) ضَرْبُ الْاَقْدَامِ نَحْوَ الْعِرَاقِ مِنْ اَنْوَاعِ الْكُفْرِ لِاَنَّهٗ عِبَادَةٌ وَّالْعِبَادَةُ لِغَيْرِ اللّٰهِ كُفْرٌ (نافع المرشدین)

عراق کی طرف قدم مارنے (گیارہ قدم چلنا) انواع کفر سے ہے۔ کیونکہ یہ کام عبادت ہے اور غیراللہ کے لیے عبادت کفر ہے۔

پہلے صفحہ پر سورۃ فاتحہ والی گیارہویں شریف کی کتاب کے مصنف مولوی صاحب کا شرعی احکامات کے تحت ممنوعہ اور غیر شائستہ کلمات کا اہلحدیث یا وہابیوں کے خلاف صادر فرمانا ، کاش مولانا کو علم ہوتا کہ گیارہویں والے پیر شیخ عبد القادر جیلانیؒ بذات خود وہابی تھے!!

مولانا موصوف نے تصنیف مذکورہ کے صفحہ ۴۲ - ۴۳ پر ایک نظم تحریر فرمائی ہے۔ جس کے مطابق ایک مسلمان بندہ نے جس کو غوث پر یقین تھا۔ گیارہویں پکائی اور سادگی سے بے خبری میں ایک ایسے ملّاں کو گھر لے آیا جو ظاہراً سُنی معلوم ہوتا تھا۔ مگر باطن میں وہابی تھا۔ مگر ؎

کھانے کو سُن کر آ گیا ۔۔۔ سب اس کے چاول کھا گیا
کھا کر بکنے یوں لگا ۔۔۔ یہ شرک تو نے کیوں کیا
سُنی بھی پھر کہنے لگا ۔۔۔ میرا جواب بھی سنتا جا

آج میں سمجھوں گا یوں دل کو تسلی دوں گا یوں
ناغہ میرا اس پل سہی پھر گیارہویں اب کل سہی
چاول جو تو نے کھا لیے بے شک وہ ضائع ہو گئے
کتا میرے گھر آ گیا سب چاول میرے کھا گیا

یہاں اس نظم میں ایک نام نہاد سُنی کی زبان سے حقیقی سُنی (وہابی)، کے لیے بد زبانی کے طور پر "بکنے"، اور "کتا"، کے نازیبا الفاظ استعمال کرائے گئے ہیں۔ جو حد درجہ قابل افسوس ہیں۔ اور قطعاً قرآن و سُنت کے خلاف ہیں۔ پیشتر اس کے کہ راقم الحروف نے جو یہاں وہابی کے لیے حقیقی سُنی کی اصلاح استعمال کی ہے۔ اس کی وضاحت گیارہوں والے پیر کی زبانی کی جائے۔ مناسب ہے کہ مولانا مصنف نے جو وہابیوں کے لیے اس سے بھی زیادہ بلکہ حد درجہ پراگندہ زبان استعمال کی ہے۔ وہ بھی بتا دی جائے جو یہ ہے۔

ے وہابی سب بے حیا جھوٹے ہیں یارو
تڑا تڑ جوتیاں تم ان کو مارو

یہاں وہابیوں کے لیے لقب "بے حیا"، کا استعمال ہوا ہے اور "جھوٹے"، کا بھی اور دوسرے مصرع میں تو ان بے گناہوں کو ذلیل کرنے کی انتہا کر دی گئی ہے۔ اللہ تعالےٰ ایسے جاہلانہ اعمال سے بچائے۔

کتاب گیارہویں شریف کے مصنف صاحب!

یہ ساری توہین تو شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی ہوگئی! جن کے مذکورہ مسلک کا ثبوت حسب ذیل دیا گیا ہے۔ جس کا آپ کو علم ہونا چاہیئے تھا! مگر اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت!

اس کی تفصیلاً وضاحت ملاحظہ فرمائیے:۔

۱۔ شیخ عبدالقادرؒ امام احمد بن حنبلؓ کے پیروکار تھے۔ اور امام صاحب اہل حدیث تھے (بحوالہ طبقات الشافیہ صـ۲۰۰)

۲۔ شیخ صاحب کی کتاب غنیۃ الطالبین مترجم مولانا راغب رحمانی دہلوی اور شائع کردہ نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی کے تعارفی حصہ میں ہے کہ حضرت شیخؒ کا فقہی مسلک حنبلی تھا۔ یعنی وہ طریقہ استنباط مسائل کے قائل تھے۔ جو حضرت امام احمد حنبلؒ کا تھا۔

۳۔ مندرجہ بالا حقائق کی تصدیق شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے اپنے ارشادات سے جو کہ ان کی کتاب غنیۃ الطالبین کے حصہ دوم صفحہ ۲۸۱ پر یوں ہیں۔ بلاشک شبہ ہوتی ہے۔ چنانچہ آپؒ نے فرمایا۔

امام احمد بن حنبل شیبانیؒ حق تعالےٰ ہمیں اصل وفروع کے اعتبار سے آپ ہی کے مذہب پر موت دے اور ہمیں آپ ہی کی جماعت میں اٹھائے

آمین)

۴۔ علاوہ ازیں شیخ صاحبؒ کی اسی کتاب غنیۃ الطالبین کے حصہ اول کے صفحات ۱۹۰ سے ۲۱۵ تک بغور مطالعہ کیجئے۔ اور حسب ذیل عنوانات کے تحت آپ کی تحریر کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ بدعتیوں کی علامتیں، گمراہ فرقے، تہتر بنیادی فرقوں کی تفصیل، اور مرجیہ کے ذیلی فرقے جس میں حنفیہ فرقہ نمبر ۹ پر ہے۔

ان تفاصیل سے اخذ شدہ نتائج :۔

(۱) صرف اہلِ حدیث (وہابی) اہل سنت والجماعت ہے۔ یہ اس کسوٹی کے مطابق ہے جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ "جو اس پر عمل کرے جو میں نے کیا اور میرے صحابہ کرامؓ نے کیا۔"

(ب) کل تہتر فرقوں کی تفصیل دینے کے ساتھ یہ کہا گیا ہے کہ صرف ایک فرقہ اہل حدیث جو کہ اہلِ سنت والجماعت ہے۔ نجات پانے والا ہے۔ باقی بہتر فرقے جن میں مرجیہ کا فرقہ حنفیہ بھی شامل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق جہنمی ہیں (بحوالہ صـ ۱۹۸)

اب "گیارہویں شریف" کتاب کے مصنف مولانا صاحب بتائیں۔ کہ حسب ذیل شعر جو انہوں نے دوسروں پر لاگو کیا تھا۔ آپ پہ لاگو نہیں ہوتا؟

الجھائے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

میرا خیال ہے اس سے زیادہ موزوں یہ شعر ہے

اے چشمِ اشک یار ذرا دیکھنے تو دے ہوتا ہے جو خراب وہ تیرا ہی گھر نہ ہو

اب مولانا دل میں یہ کہتے ہوں گے ؎

اک فغان بے شرر سینے میں رہ گئی
سوز بھی جاتا رہا جاتی رہی تاثیر بھی

اور ہم کہتے رہیں گے ؎

من آنچہ شرطِ بلاغ است باتو میگویم
توخواہ ازیں سخنم پند گیر خواہ ملال

کسی کو بُرا کہنا یا لعن طعن کرنا ہرگز جائز نہیں۔

مولانا مصنف "گیارہویں شریف" قرآن و احادیث کے حسب ذیل احکامات ذرا غور سے پڑھیں۔

سورۃ الحجرات، آیت نمبر ۱۱ میں ارشاد ربّانی ہے۔
یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ .... الخ

ترجمہ:۔ اے ایمان والو نہ مرد مردوں پر ہنسیں عجب نہیں کہ وہ ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں پر ہنسیں کیا عجب کہ وہ ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں۔ اور آپس میں طعنہ نہ کرو۔ اور نہ چڑانے کے خاطر آپس میں ایک دوسرے کا بُرا نام دھرو۔ ایمان لانے کے بعد بُرا نام دھرنا گناہ ہے۔ اور جو باز نہ آئیں گے وہ ظالم ہیں۔

تشریح:۔ مفسرین کے مطابق ربّ العزّت نے ایک دوسرے

پر عیب لگانا طنزاً ان کے نام رکھنا مثلاً کسی کو کتا کہنا یا گدھا یا سؤر کہنا بھی فسق میں شامل ہے۔ لہٰذا اے مسلمانوں ان بری عادات میں پڑ کر اپنے آپ کو فاسق نہ کہلاؤ۔ یہ اللہ تعالےٰ کی نظر میں ظلم یعنی بے انصافی اور گناہ ہے۔

قارئین کرام اگر اس آیت کا شانِ نزول دیکھنا چاہیں۔ تو قرآن کریم کے ترجمہ کے حاشیہ پہ مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی نے جو تفسیر لکھی ہے وہ ملاحظہ فرمائیں۔ خصوصاً اس لیے کہ یہ مولانا بھی اسی اعتقادی فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ جس سے کتاب "گیارہویں شریف" کے مصنف

متعلقہ احادیث مبارکہ

۱۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ طعنے دینے والا۔ لعنت کرنے والا۔ فحش بکنے والا۔ اور بے باک اور بے حیا مومن نہیں ہوا کرتا۔ (مشکوٰۃ)

۲۔ ایک حدیث کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ سے فرمایا۔ اے معاذ تم زبان کو اپنے بھائیوں کے عیبوں سے بند رکھو۔ یعنی کسی کی چغلی نہ کرو۔ کسی کا عیب نہ کھولو۔ اور دوسروں کو بُرا کہہ کر اپنے کو اچھا نہ کرو۔ اور دوسروں کو ذلیل کر کے اپنے نفس کو بلند نہ کرو۔ (تنبیہ الغافلین)

۳۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار عادتیں ایسی ہیں۔ کہ جس میں جمع ہو جائیں۔ تو وہ خالص منافق ہے۔ اور ان چاروں میں سے ایک ہو تو اس میں منافقت کی

ایک خصلت ہے۔ وہ چاروں عادتیں یہ ہیں۔ جب اس کو کسی امانت کا امین بنایا جائے تو اس میں خیانت کرے۔ جب باتیں کرے تو جھوٹ بولے۔ جب عہد کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے۔ جب کسی سے اختلاف اور جھگڑا ہو تو بدزبانی کرے۔ (بخاری، مسلم، معارف الحدیث)

۴۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کی گمراہی کے لیے تین صفتیں کافی ہیں۔ ایک یہ کہ جو فعل خود کرتا ہو اس سے دوسروں کو معیوب کرتا ہو۔ دوسرے یہ کہ لوگوں کے عیبوں کو دیکھتا ہو۔ تیسرے یہ کہ ہم نشیں کو بلاوجہ اذیت دیتا ہو۔ (ریاض الصالحین ج ۱ صـ۸۹)

ے ظالم آں قومے کہ چشماں دوختند
زاں سخن ہا عالمے را سوختند

ترجمہ:۔ وہ قوم کس قدر ظالم ہے کہ آنکھیں بزرگوں کی طرح بند کر کے زبان سے ایسی فضولیات بولتی ہے جس سے ایک عالم گمراہ ہو جاتا ہے۔

مختصر یہ کہ ے زبان اس کو نہ سمجھو ہے یہ آفت کا پرکالا
نہ رکھو گے جو قابو میں تو کر دے گی تہ و بالا
نہ جا اس کے تحمل پر کہ بے ڈھب ہے گرفت اس کی
ڈر اس کی دیر گیری سے کہ ہے سخت انتقام اس کا

ہم اپنی طرف سے تو صرف یہ کہہ کر اکتفا کرتے ہیں۔

ے سہے لاکھوں ستم لیکن نہ کی آہ و فغاں اب تک
زبان رکھتے ہوئے بھی ہم رہے ہیں بے زباں اب تک

شیخ فریدالدینؒ "پندنامہ" میں فرماتے ہیں۔

تا توانی ہیچ کس را بد مگوئے   پیش مردم عیب کس ہرگز مجوئے

ترجمہ :۔ جہاں تک ممکن ہو کسی کو بُرا نہ کہہ لوگوں کے سامنے کسی کے عیب مت ڈھونڈ۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رح کی بھی ایسے معاملات میں نصیحت :۔

شیخ صاحبؒ اپنی کتاب ' فتوح الغیب ' کے مقالہ نمبر ۳۱ میں فرماتے ہیں :۔

"جب دل میں کسی سے محبت' عداوت کا اثر پاؤ تو اسی شخص کے اعمال کو قرآن مجید اور سُنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر کے اس کا مقابلہ کرو ۔ اگر اس معیار پر اس کے اعمال نہ اتریں تو ایسے آدمی کو جلد از جلد بھول جاؤ۔ اور اگر اس کے اعمال صحیح ثابت ہوں تو اس کی عداوت کو دل سے نکال دو اور توبہ کر لو۔"

گویا ہر دو صورتوں میں کسی کو کوسنا نہیں ۔ اور بُرے القاب سے بھی نہیں پکارنا۔

انشاءاللہ تعالےٰ آئندہ ہر حنفی مسلمان یہ مضمون پڑھ کر کبھی بھی اہلحدیث یا وہابیوں کو ہرگز ہرگز بُرا نہیں کہے گا ۔ جبکہ اس کے علم میں یہ بات آ جائے گی کہ ان کے گیارہویں والے پیر خود اس اعتقاد کے تھے۔ بلکہ اسی پیر صاحب کی مذکورہ ہدایت کے مطابق اس کو آئندہ کے لیے توبہ کرنی چاہیئے۔

اسی "گیارہویں" کے مصنف نے نہ صرف وظیفہ

شیأً للہ میں اللہ تعالےٰ کو شافع (سفارش کرنیوالا)

گردانا ہے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر اللہ الصمد (اللہ تعالیٰ

بے نیاز) کو شعر میں بطور شافع استعمال کیا ہے (معاذ اللہ)

"حقیقت گیارہویں شریف" کے مصنف نے ختم غوثیہ میں وظیفہ مذکورہ کا ورد لکھا ہے مگر جیسا کہ شاہ ولی اللہ رح نے وظیفہ شیأً للہ میں اللہ تعالےٰ کو شافع اور شیخ عبدالقادر جیلانی رح کو مشفوع الیہ (جس کے سامنے سفارش کی جائے) لکھنے والے معتقد کی مذمت کی ہے۔ اسی کے تحت اللہ الصمد کو شافع اور خواجہ خضر کو مشفوع الیہ سمجھنا بھی ویسا ہی موردِ الزام ہے۔ مشاہدہ ہو مذکورہ اشعار کتاب متعلقہ کے صفحہ ۱۵۸ پر

ے اے خواجہ خضر کرم مہر کی نگاہ اللہ الصمد کے واسطے
محمد ص و علی رض و فاطمہ رض حسن رض و حسین رض کے واسطے
آؤ اشرف کی مدد کے واسطے

اندازہ کریں ایک جذباتی مولانا صاحب نے اس اللہ تعالےٰ کو جو کسی بھی حاجت روائی کے لیے کسی دوسری ہستی سے بے نیاز ہے۔ خواجہ خضر کے سامنے سفارشی بنا کر اس بے نیازی کے اسم حسنیٰ یا وصف کو جھٹلا دیا۔ اور پھر کہاں اللہ تعالےٰ کی ذات ذوالجلال اور بزرگ و برتر اور کہاں اس کی مخلوق خواجہ خضر۔ اللہ تعالےٰ ایسے غلط مسائل سے جو عوام الناس

کو گمراہی کے گڑھے میں دھکیلیں سے بچائے۔ اور ایسے شعر بنانے والے کو ہدایت۔ بلکہ حتے الوسع اس حکم پر عمل کی توفیق دے۔ جس میں ذکر ہے کہ مجھ سے براہ راست دعا کرو میں قبول کروں گا۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ (المؤمن ۶۰)

ترجمہ :۔ اور تمہارا رب کہتا ہے کہ مجھ کو پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا۔ جو لوگ تکبّر میں آکر میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

افسوس در افسوس کہ یہ آیت مبارکہ اسی گیارہویں کے کتاب کے مصنف نے اپنی کتاب کے صفحہ نمبر ۴۶ پر بمع ترجمہ تحریر کی ہے۔ اور اس پر عمل کی بجائے کہیں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے وظیفے شیئاً للّٰہ کا ورد کر کے اسی سے مدد طلب کی جارہی ہے۔ اور کہیں خواجہ خضر کے سامنے اللہ جل شانہٗ کی بلند ترین اور بے نیاز ذات کو اسی مقصد کے لیے سفارشی بنایا جارہا ہے (معاذ اللہ)

قارئین کرام کی دلچسپی کے لیے اگلے صفحات پر حسبِ ذیل کی تشریح و تفسیر لکھ دی گئی ہے۔ (۱) إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ

(۲) اللهُ الصَّمَدُ

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں

تشریح:- مولانا امین احسن اصلاحی کی مرتبہ تفسیر "تدبر القرآن" شائع کردہ دارالاشاعت الاسلامیہ لاہور ایڈیشن ۱۹۶۷ء کے صفحہ ۱۵ پر لکھا ہے کہ "اس جملہ میں مفعول کی تقدیم نے حصر کا مضمون پیدا کر دیا ہے یعنی عبادت بھی صرف خدا ہی کی اور استعانت (مدد) بھی تنہا اسی سے۔ اس حصر نے شرک کے تمام علائق کا یک قلم خاتمہ کر دیا کیونکہ اس اعتراف کے بعد بندہ کے پاس کسی غیر اللہ کو کچھ دینے کو رہا اور نہ اس سے کچھ مانگنے کی گنجائش رہی۔ اس کے تعلق کی صرف وہی نوعیت جائز رہ گئی جو خود اللہ تعالیٰ نے ہی قائم کر دی ہو۔

آگے چل کر سورہ (فاتحہ) پر دعا کے پہلو سے ایک نظر کے زیر عنوان صفحہ ۲۵ قبول دعا کی ایک وجہ یہ لکھی ہے کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ میں کامل سپردگی اور کامل حوالگی کا اظہار ہے۔ بندہ اپنے آپ کو رب کے دروازے پر ڈال دیتا ہے۔ اس دروازے کے سوا اس کے لئے اور کوئی دروازہ نہیں بس ایک ہی ہے۔ جس کی وہ بندگی کرتا ہے

اور ایک ہی ہے جس سے وہ مدد کی درخواست کرتا ہے جب اس طرح ساری دنیا سے کٹ کر بندہ اپنے آپکو اپنے رب کے آگے ڈال دے گا تو آخر اس کی دعا کا ایک ایک حرف کیوں نہ شرف قبولیت پائے گا۔

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مذکورہ بالا دعائیہ کلمات نمازی ہر نماز میں بار بار پڑھ کر اپنا ایمان تازہ کرتا ہے۔ مگر افسوس صد افسوس کہ پھر بھی غیر اللہ کے لئے وظیفے پڑھتا ہے۔ اور غیر اللہ ہی سے مدد طلب کر کے اس کے جواز کے لئے بے بنیاد اور بے معنی بہانے گھڑ کر دوسرے انسانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ پیر پرست اور قبر پرست ایسے کاموں کے ٹھیکیدار بنے ہوئے ہیں۔ رسالہ زیر ”حوائج کا بادشاہ“ کے مؤلف نے بھی کھوکھلے دلائل سے قارئین کے لئے یہ نظریہ پیش کیا ہے۔ کہ خدا کو چھوڑ کر دوسرے انسانوں سے خصوصاً پیران پیر حضرت غوث اعظمؒ سے مدد طلب کرنا جائز ہے۔ ایک تھوڑی سی دلیل یہ پیش کی ہے۔ کہ معاذ اللہ اللہ خود انسانوں کی مدد کا حاجت مند ہے۔ حالانکہ اس کی وضاحت سورۃ اخلاص کی ملاحظہ تشریح سے بھی پوری طرح ہو جاتی ہے۔ جو اگلے صفحات میں دی گئی ہے۔

اَللّٰہُ الصَّمَدُ

(اللہ بے نیاز ہے)

تفسیر و تشریح:۔ لغوی معنوی کی بنا پر لفظ اَلصَّمَد کی تفسیریں جو صحابہؓ، تابعینؒ اور بعد کے اہل علم سے منقول ہیں۔

(۱) حضرت علیؓ، عکرمہ اور کعب احبار "صمد وہ ہے جس سے بالاتر کوئی نہ ہو"۔

(۲) "ابن عباسؓ صمد وہ ہے جس کی طرف لوگ کسی بلا یا مصیبت کے نازل ہونے پر مدد کے لئے رجوع کریں"۔ انہی کا دوسرا کوئی قول یہ ہے۔ وہ سردار جو اپنی سیادت (سرداری) میں اپنے شرف میں اپنے علم اور بردباری میں اپنی حکمت اور اپنے علم میں کامل ہو۔"

(۳) "حضرت ابوہریرہؓ وہ جو سب سے بے نیاز ہو اور سب اس کے محتاج ہوں۔"

(۴) "ابراہیم نخعی وہ جس کی طرف لوگ اپنی حاجتوں کے لئے رجوع کریں۔

(۵) ابوبکر الانباری اہل لغت کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ صمد اس سردار کو کہتے ہیں جس سے بالاتر کوئی اور سردار نہ ہو۔ اور جس کی طرف لوگ اپنی حاجات اور اپنے معاملات میں رجوع کریں۔"

(۶) سدّی "مطلوب چیزیں حاصل کرنے کے لیے لوگ

جس کا قصد کریں۔ اور مصائب ہیں جس کی طرف رجوع کریں؟

(۷) طبرانی نے ان سب کو نقل کر کے فرمایا ہے:۔

"وکل ھٰذہٖ صحیحۃ وھی صفات ربنا عزوجل ھو الذی یصمد الیہ فی الحوائج وھو الذی قد انتھی سوددہٗ وھو الصمد الذی لا جوف لہٗ ولا یاکل ولا یشرب وھو الباقی بعد خلقہٖ (ابن کثیر)"

ترجمہ:"یہ سب معانی صحیح ہیں۔ اور یہ سب ہمارے رب کی صفات ہیں۔ وہی ہے جس کی طرف تمام حاجات میں رجوع کیا جاتا ہے یعنی سب اس کے محتاج ہیں۔ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اور وہی ہے جس کی بزرگی اور فوقیت تمام کمالات اور خوبیوں میں انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ اور وہی ہے جو کھانے پینے کی خواہشات سے پاک اور وہی ہے جو خلقت کے فنا ہونے کے بعد باقی رہنے والا ہے۔"

ارشادِ ربانی کی مذکورہ بالا تفاسیر کی رُو سے غیر اللہ کے سامنے حاجات پیش کرنا ناجائز ہے اور پھر یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ بھی انسانی امداد کا حاجت مند ہے۔ ان قرآنی احکامات کو جھٹلانے کے مترادف ہے کیونکہ جیسا کہ اوپر وضاحت کر دی گئی ہے اللہ بزرگ و برتر کسی اور کے سامنے حاجات پیش کرنے سے بے نیاز ہے وہ ہر لحاظ سے کامل ہے اور اسے دوسری ناممکمل مخلوقات سے کسی قسم کی مدد کی ہرگز ہرگز ضرورت نہیں۔ سب پیر پرستوں کو ان احکاماتِ ربانی کی روشنی میں راہ راست پر

پر گامزن ہوتے ہوئے صرف اور صرف اللہ کی مدد طلب کرنی چاہیئے۔ اور یہ عقیدہ ترک کر دینا چاہیئے۔ کہ اللہ تعالیٰ فلاں فلاں چیزوں کا حاجت مند ہے گویا اس سے اس کی بزرگی اور کاملیت کا انکار کرنا ہے۔ جو کفر کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے غلط نظریات کی اشاعت سے بچائے۔ (آمین)

حضرت ہارون علیہ السلام کو کن حالات میں حضرت موسیٰؑ کا وزیر مقرر کیا گیا -

ایک کتابچہ بعنوان "حیات کا بادشاہ اور دیگر کرامات غوث اعظمؒ"، ناشر مکتبۃ المدینہ شہید مسجد کھارادر کراچی راقم الحروف کی نظر سے گذرا جس کے صفحہ نمبر ۲ پر مؤلف نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس درخواست کا حوالہ دیا ہے۔ جو انہوں نے خداوند تعالیٰ سے کی کہ ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو ان کا وزیر یا مددگار مقرر کیا جائے تاکہ ان کی کمر مضبوط ہو۔ اس مثال سے مؤلف کا استدلال یہ ہے کہ زندگی میں ایک بندے کو دوسرے بندے کا مددگار ہونا پڑتا ہے لہذا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ المعروف غوث الاعظمؒ سے مدد طلب کرنے میں کیا حرج ہے - افسوس کہ مؤلف موصوف نے یہ نتیجہ اخذ کرتے وقت سیاق وسباق کو سامنے نہیں رکھا - چنانچہ حسب ذیل آیات قرآنی سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام کی تقرری محض حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نفسیاتی طور پر ڈھارس بندھانے کا ذریعہ تھی - نہ کہ فرعون کے مقابلہ میں کوئی امداد - جس کی تسلی اس قادر مطلق نے خود بخود دے دی تھی۔

چنانچہ ارشاد ربانی ہے

قَالَ رَبِّ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ ۝ وَ یَضِیْقُ صَدْرِیْ وَلَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ ۝ وَلَهُمْ عَلَیَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ ۝ قَالَ كَلَّا فَاذْهَبَا بِاٰیٰتِنَاۤ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ۝ (الشعراء: ۱۲ تا ۱۵)

ترجمہ:۔ اس (موسیٰ علیہ السلام) نے عرض کیا اے میرے رب مجھے خوف ہے کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے۔ میرا سینہ گھٹتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی آپ ہارون کی طرف رسالت بھیجیں اور مجھ پر ان کے ہاں ایک جرم کا الزام بھی ہے اس لئے میں ڈرتا ہوں کہ مجھے وہ قتل کر دیں گے۔ فرمایا ہرگز نہیں تم دونوں جاؤ ہماری نشانیاں لے کر ہم تمہارے ساتھ سب کچھ سنتے رہیں گے۔

تشریح:۔ مفسرین کے مطابق اپنی شخصیت میں دو نقائص کی بنا پر شروع میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پیغمبری کے لئے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کا نام پیش کیا وہ خامیاں یہ تھیں کہ ایک تو انکی زبان میں توتلا پن تھا۔ اور وہ صاف بولنے یا تقریر کرنے سے عاجز تھے دوسرے یہ کہ ان کے ہاتھ سے ایک قبطی یا مقامی مصری کا قتل ہو گیا تھا جس کا فرعون کے دربار میں چرچا تھا تاہم تمام طاقتوں کے مالک نے کہا ڈرو نہیں میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی یہ یقین دہانی حسب ذیل آیات مبارکہ میں بھی ملاحظہ فرمایئے۔

قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ﴿۴۵﴾ قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى ﴿۴۶﴾ (طٰہٰ : ۴۵ تا ۴۶)

ترجمہ:۔ دونوں نے عرض کیا پروردگار ہمیں اندیشہ ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرے گا یا اُبل پڑے گا۔ فرمایا ڈرو مت میں تمہارے ساتھ ہوں سب کچھ سن رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں۔

بائیبل اور تلمود میں اس واقع کی تفصیل

بائیبل کا بیان ہے کہ پہلی مرتبہ جب خدا نے موسیٰ سے کہا "کہ اب میں تجھے فرعون کے پاس بھیجتا ہوں کہ تو میری قوم بنی اسرائیل کو نکال لائے۔ تو حضرت موسیٰ نے جواب میں کہا "میں کون ہوں جو فرعون کے پاس جاؤں اور بنی اسرائیل کو مصر سے نکال لاؤں پھر خدا نے حضرت موسیٰ کو بہت سمجھایا۔ ان کی ڈھارس بندھائی۔ معجزے عطا کئے مگر حضرت موسیٰ نے پھر بھی کہا۔ کہ "اے اللہ میں تیری منت کرتا ہوں کسی اور کے ہاتھ سے جسے تو چاہے پیغام بھیج دے۔ (خروج ۴)

تلمود کی روایت اس سے بھی سخت الفاظ میں ہے کہ اللہ اور موسیٰ کے درمیان سات دن تک اس بات پر رد و کد ہوتی رہی اللہ کہتا رہا کہ نبی بن مگر موسیٰ کہتے رہے کہ میری زبان ہی نہیں کھلتی تو میں نبی کیسے بن جاؤں۔ آخر اللہ میاں نے کہا کہ میری خوشی یہ ہے کہ تو ہی نبی بنے۔ اس پر حضرت موسیٰ نے کہا کہ حضرت لوط کو بچانے کے لئے تو نے فرشتے بھیجے۔ ہاجرہ جب سارہ کے گھر سے نکلی پانچ فرشتے بھیجے اور اب اپنے خاص بچوں (بنی اسرائیل) کو مصر سے نکالنے کے لئے آپ مجھے بھیج رہے ہیں۔ اس پر خدا ناراض ہو گیا اور اس رسالت میں اس کے ساتھ ہارون کو شریک کر دیا۔ اور موسیٰ کی اولاد کو محروم کر کے کہانت کا عہدہ ہارون کی اولاد کو دے دیا۔

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے جب یہ محسوس کیا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا یہی ہے کہ میں نبی بنوں تو پھر زبان کی درستگی کے لئے اور اپنے بھائی

ی مدد بطور تصدیق کنندہ کی درخواست کی جیسا کہ حسب ذیل آیات میں دیا گیا ہے۔

قَالَ رَبِّ إِنِّي قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَأَخَافُ أَن يَقْتُلُونِ ۝ وَأَخِي هَارُونُ هُوَ أَفْصَحُ مِنِّي لِسَانًا فَأَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْءًا يُصَدِّقُنِي ۖ إِنِّي أَخَافُ أَن يُكَذِّبُونِ ۝ قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِأَخِيكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطَانًا فَلَا يَصِلُونَ إِلَيْكُمَا ۚ بِآيَاتِنَا أَنتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغَالِبُونَ ۝

(القصص ۳۳ تا ۳۵)

ترجمہ:۔ موسیٰ نے عرض کیا "میرے آقا میں تو ان کا ایک آدمی قتل کر چکا ہوں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے مار ڈالیں گے اور میرا بھائی ہارون مجھ سے زیادہ زبان آور ہے اسے میرے ساتھ مدد کے طور پر بھیج تاکہ وہ میری تائید کرے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ لوگ مجھے جھٹلائیں گے۔ فرمایا ہم تیرے بھائی کے ذریعہ سے تیرا ہاتھ مضبوط کریں گے اور تم دونوں کو ایسا اقتدار بخشیں گے کہ وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ ہماری نشانیوں کے زور سے غلبہ تمہارا اور تمہارے پیروؤں کا ہو گا۔

تشریح:۔ کیا یہاں سے صاف طور پر ثابت نہیں ہو رہا کہ اس ساری کہانی میں خدائے ذوالجلال مددگار تھا۔ ہارون علیہ السلام کو تو محض موسیٰ علیہ السلام کے تسکین قلب کے لئے مقرر کیا گیا تھا گویا اصل طاقت تو خدائی تھی نہ کہ ان دونوں بھائیوں کی یا ہارون علیہ السلام کی جس کو "یمات کے بادشاہ ..." کے

مؤلف نے زور دیا ہے۔

نبوت کے فرائض سے عہدہ برآ ہونے کیلئے موسیٰ علیہ السلام کی زبان کی لکنت بھی دور کر دی گئی۔ اور ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو انکا وزیر (مددگار) مقرر کر کے انکا کام آسان کر دیا گیا

چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ۝ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ۝ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي ۝ يَفْقَهُوا قَوْلِي ۝ وَاجْعَل لِّي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي ۝ هَارُونَ أَخِي ۝ اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي ۝ وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي ۝ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا ۝ وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا ۝ إِنَّكَ كُنتَ بِنَا بَصِيرًا ۝ قَالَ قَدْ أُوتِيتَ سُؤْلَكَ يَا مُوسَىٰ (طٰہٰ: ۲۵ تا ۳۶)

ترجمہ:۔ موسیٰ نے عرض کیا "پروردگار میرا سینہ کھول دے اور میرے کام کو میرے لئے آسان کر دے اور میری زبان کی گرہ سلجھا دے تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں اور میرے لئے اپنے کنبہ سے ایک وزیر مقرر کر دے ہارون جو میرا بھائی ہے اس کے ذریعہ میرا ہاتھ مضبوط کر اور اس کو میرے کام میں شریک کر دے تاکہ ہم خوب تیری پاکی بیان کریں۔ اور خوب تیرا چرچا کریں تو ہمیشہ ہمارے حال پر نگراں رہا ہے۔" فرمایا دیا گیا جو تو نے مانگا اے موسیٰ"

تشریح:۔ قرآن پاک کے مذکورہ حوالہ جات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون علیہ السلام کو محض اول الذکر

کی دل جمعی کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بار بار تسلی دی تھی کہ وہ سب کچھ سن رہا ہے اور دیکھ رہا ہے۔ وہ ان کو غلبہ کی طاقت بخشے گا۔ گویا کامیابی کا سارا دارومدار رب العزت کی مدد پر ہے جو اختیارات کلی کا مالک ہے نہ کہ کسی بندے کی مدد پر خواہ وہ انبیا علیہ السلام میں سے ہو۔ یا اولیاء کرام میں سے پھر موسیٰ علیہ السلام کی ساری زندگی پر نظر ڈالی جائے تو پتہ چلیگا کہ ہارون علیہ السلام نے نبوت کے فرائض کی ادائیگی میں ان کی کوئی خاص مدد بھی نہیں کی۔ بلکہ اس کے برعکس موسےٰ علیہ السلام کی عدم موجودگی میں مؤخر الذکر بنی اسرائیل کو سامری کی جادوگری سے نہیں بچا سکا جس نے ان کو گئوسالہ (بچھڑے) کی پرستش پر لگا کر راستہ سے بھٹکا دیا تھا۔ اور جب موسیٰ علیہ السلام چالیس روز کے دوران شریعت کے قوانین اور راہ حق میں کامیاب زندگی کی ہدایات لے کر واپس لوٹے تو قوم بنی اسرائیل کو گئوسالہ (بچھڑے) کی پوجا کرتے دیکھکر غصے اور رنج سے بھر گئے۔ اور سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۵۰ کے مطابق کہا۔ "بہت بری جانشینی کی تم لوگوں نے میرے بعد۔ کیا تم سے اتنا صبر نہ ہو سکا کہ اپنے رب کے حکم کا انتظار کر لیتے اور تختیاں پھینک دیں اور اپنے بھائی (ہارون) کے بال پکڑ کر اسے کھینچا۔ ہارون نے کہا "اے میری ماں کے بیٹے ان لوگوں نے مجھے دبا لیا۔ اور قریب تھا کہ مجھے مار ڈالتے۔ پس تو دشمنوں کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دے اور اس ظالم گروہ کے ساتھ مجھے شامل نہ کر۔" اگرچہ دین حق کو قبول کرنے کے لئے ہر انسان خود مختار ہے۔

اور اس پر اس معاملہ میں جبر کی اجازت نہیں۔ تاہم ہارون علیہ السلام نرمی کے طریقوں کو اختیار کر کے بھی کامیاب نہ ہو سکے۔

ماسوائے حضرت سلیمانؑ کے کسی اور کو جنات کے بادشاہ کا لقب دینا جائز نہیں

رسالہ مذکورہ کا نام ہے "جنات کا بادشاہ اور دیگر کرامات غوثِ اعظمؒ" اولیاء کرام کی کرامات برحق مگر کلام پاک کے ارشادات کا احترام ہم پر لازم ہے معجزات اور کرامات ایسے واقعات کا احاطہ کرتے ہیں جو روزمرہ کی زندگی کے قطعی قواعد وضوابط سے ہٹ کر ہوتے ہیں اور انسانی عقل وشعور ان کو سمجھنے سے قاصر یا عاجز ہوتی ہے۔ مگر ایسے حیران کن واقعات صالحین کی زندگی میں آئے دن نہیں ہوتے اس کے برعکس بادشاہ ہم اس ہستی کو کہتے ہیں جو تاحیات سلطنت کی ہمہ اشیاء پر حکمرانی کرتا ہے۔ چنانچہ جنات پر زندگی بھر کا تصرف صرف حضرت سلیمان علیہ السلام کو فرمایا گیا۔ اور وہ بھی انکی دعا پر کہ "پروردگار مجھے ایسی سلطنت دے کہ میرے بعد کسی کو میسر نہ ہو"۔ چنانچہ دعا قبول ہوئی اور اس سے تصرف میں انسانوں کے علاوہ ہوا۔ جنات اور دیگر دنیاوی جانور کر دیئے گئے۔ جن سے وہ جسطرح چاہے کام لے سکتا تھا اور اس معاملہ میں اس سے کسی قسم کا حساب نہیں لیا جانا تھا۔ ان حالات وواقعات کا بیان قرآن کریم کی حسب ذیل آیات مبارکہ میں دیا گیا ہے۔

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنبَغِي لِأَحَدٍ
مِّنْ بَعْدِي ۖ إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ ۝ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي
بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ ۝ وَالشَّيَاطِينَ كُلَّ بَنَّاءٍ وَ
غَوَّاصٍ ۝ وَآخَرِينَ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ۝ هَٰذَا عَطَا
ؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (ص : ۳۵ تا ۳۹)

ترجمہ :- حضرت سلیمان نے دعا مانگی۔ کہ اے میرے رب مجھے معاف کر دے اور مجھ کو ایسی سلطنت دے کہ میرے بعد کسی کو میسر نہ ہو۔ بیشک تو سب کچھ بخشنے والا ہے۔ سو ہم نے ہوا کو ان کے تابع کر دیا کہ وہ ان کے حکم سے جہاں پہنچنا چاہتے نرمی کے ساتھ چلتی اور جنات کو بھی ان کے تابع کر دیا۔ سارے عمارت بنانے والوں کو اور غوطہ خوروں کو اور بہت سے اور جنات کو جو باہم جکڑے ہوئے ہیں بیڑیوں میں یہ ہماری بخشش ہے جسے چاہے دے اور جس سے چاہے روک لے کچھ حساب نہ ہوگا۔

یاد رہے کہ یہ جنات اپنے رب کے حکم سے اس کے آگے کام کرتے تھے۔ گویا یہ مستعار تھے حضرت سلیمان کی زندگی میں یا دشاہت تک۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

وَمِنَ الْجِنِّ مَن يَعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ
بِإِذْنِ رَبِّهِ ۖ وَمَن يَزِغْ مِنْهُمْ عَنْ أَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ
السَّعِيرِ ۝ يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ

(سبا : ۱۲-۱۳)

ترجمہ:۔ اور ایسے جن اس کے تابع کر دیئے جو اپنے رب کے حکم سے اس کے آگے کام کرتے تھے ان میں سے جو ہمارے حکم سے سرتابی کرتا۔ اس کو ہم بھڑکتی ہوئی آگ کا مزہ چکھاتے وہ (جنات) اس (حضرت سلیمان ؑ) کے لئے بناتے تھے جو وہ کچھ چاہتا۔

ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ جنات وغیرہ پر کا تصرف (حضرت سلیمان علیہ السلام) کی دعا کے مطابق مشروط تھا۔ یعنی کسی اور کو اس پر بادشاہی نہیں دی جانی چاہیئے تھی۔ لہذا اگر کسی ولی اللہ سے جنات کی کرامات کا اظہار ہو تو ہم اسے جنات کا بادشاہ نہیں کہیں گے۔ کیونکہ اس طرح اللہ تعالیٰ کی جانب سے دعا کی قبولیت بلکہ وعدہ کی توہین ہو گی۔ اولیاء کرام کی کرامات کا ذکر ہی انکی بزرگی و برتری کا اظہار کافی ہوتا ہے بجائے اس کے کہ کسی ایسے تصورات کا انکشاف کیا جائے جو احکام خداوندی میں خلل کا سبب بنے۔

تالیف "جنات کا بادشاہ و دیگر کرامات" میں روایات کے حقائق کی تائید بھی اور تردید بھی

مذکورہ رسالہ کے صفحہ ۶ پر یہ واقعہ منقول ہے۔

سگِ مدینہ عفی عنہ کے آبائی گاؤں کتیانہ (انڈیا) کا ایک واقعہ کسی نے سنایا تھا کہ وہاں ایک شخص رہتا تھا۔ جو غوث پاکؒ کا معتقد اور مرید تھا۔ چنانچہ گیارہویں شریف باقاعدگی سے مناتا تھا۔ نیز وہ سیدوں کی بے حد تعظیم کرتا تھا۔ اسکا انتقال ہو گیا۔ میت پر چادر ڈالی ہوئی تھی۔ سوگوار جمع تھے کہ اچانک چادر ہٹا کر اٹھ بیٹھا۔ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے اس نے کہا ڈرو مت۔ لوگ قریب آئے تو کہا سنو! میرے گیارہویں والے پیر تشریف لائے تھے۔ انہوں نے مجھے ٹھوکر لگائی اور فرمایا۔ ہمارا مرید بغیر توبہ کئے مر گیا! اٹھ اور توبہ کر لے۔ لہٰذا مجھ میں روح لوٹ آئی کہ میں توبہ کر لوں۔ چنانچہ اس نے تمام گناہوں سے توبہ کی اور کلمۂ پاک کا ورد کرنے لگا۔ اچانک پھر اس کا سر ایک طرف ڈھلک گیا اور وہ انتقال کر گیا۔

صفحہ ۷ پر ایسے واقعہ کی تردید ملاحظہ فرمائیے۔

حضور غوث پاک رضؓ کے دیوانوں اور مریدوں کو مبارک ہو کہ سرکارِ بغداد فرماتے ہیں:

"میرا مرید چاہے کتنا ہی گنہگار ہو وہ اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک توبہ نہ کر لے"۔

(الاخبار الاخیار)

تجزیہ : مندرجہ بالا روایت میں اس شخص نے تو ابھی توبہ نہیں کی تھی کہ وہ مرگیا تھا۔ گویا غوث پاک رضؓ کے فرمان کے بالکل برعکس یہ واقعہ ظہور پذیر ہو گیا تھا۔ جس کی رو سے اسے اس وقت کی موت ہرگز نہیں آنی چاہیئے تھی۔ جب تک وہ توبہ نہ کر لیتا۔ کیا یہ من گھڑت کہانی نہیں ؟

پھر قرآنی احکامات کی روشنی میں اس حکایت میں نزع کے وقت جو توبہ کی گئی ہے۔ وہ قابل قبول نہیں۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰىٓ اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ٥ (النساء : ۱۸)

ترجمہ : اور ایسوں کی توبہ نہیں جو کیے جاتے ہیں برے کام۔ یہاں تک کہ جب سامنے آجائے ان میں سے کسی کی موت تو کہنے لگا میں توبہ کرتا ہوں اب اور نہ ایسوں کی توبہ جو کہ مرتے ہیں حالتِ کفر میں ان کے لیے تو ہم نے تیار کیا ہے عذاب دردناک۔

تشریح : مذکورہ بالا آیت کی رو سے غوث اعظمؒ کا جو مرید وقت نزع توبہ کرے گا۔ اسکی توبہ قبول نہیں ہوگی۔ اور غوث اعظمؒ جو قرآن وسنت کے کلی طور پر پیرو کار رہتے۔ یہ ہرگز نہیں کریں گے کہ ان کا فرمان احکام خداوندی سے تصادم ہو کر اس کو جھٹلائے۔ اس اجمالی بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ ایسی حکایات من گھڑت ہیں اور ان میں صداقت بال برابر بھی نہیں۔

راہ حق میں جہاد کرنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین وانصار کے لئے قدم قدم پر خدا کی نصرت یا مدد رہی اور ان کی باہمی مدد بھی محض خدا کی رضا جوئی کے لئے اور اس کی توفیق سے تھی۔

رسالہ زیر حوالہ "جنات کا بادشاہ" میں اس غلط نظریہ پر زور دیا گیا ہے کہ خدا کو نظر انداز کر کے انسانی مدد پر بھی انحصار کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ انصارِ مدینہ نے مہاجرین مکہ کی مدد کی۔ رسالہ میں مضمون نگار نے یہاں تک کہنے کی جرأت کی ہے کہ خدا تعالیٰ نے باوجود قادر مطلق ہونے کے بذاتِ خود اپنے بندوں سے مدد طلب کی ہے (معاذ اللہ، معاذ اللہ) اور اس کے استدلال میں مؤلف نے قرآن پاک کی جس آیت کریمہ کے ایک حصہ کا سہارا لیا ہے اگر حسب ذیل مکمل پر غور کرتا تو مطلب خود بخود واضح ہو جاتا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ۝٧

(محمد : ۷)

ترجمہ:۔ اگر تم دین خدا کی مدد کرو گے اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم مضبوط جما دے گا۔

تشریح :- کیا آیت مبارکہ کے دوسرے واضح حصہ یعنی قدم مضبوط جمانے" والے سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ حقیقتاً مدد تو اللہ کے دینی تھی پہلے حصہ کا مطلب تو صرف اور صرف یہ ہے کہ اگر تم دین خدا کے لئے جہاد میں حصہ لوگے تو مطاویہ مدد تو اس قادرِ مطلق کی ہوگی۔ جیسا کہ بدر اور اسلام کی اقامت کے لئے کفار کے ساتھ دوسری جنگوں میں تھی۔

اَنصَارُ اللّٰہِ (اللہ کے مددگار) کا اصطلاحی مطلب

مفسرین نے لکھا ہے کہ دینِ اسلام کی اقامت میں حصہ لینے کو قرآن مجید میں اکثر مقامات پر "اللہ کی مدد کرنے" سے تعبیر کیا گیا ہے زندگی کے جس دائرہ میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو ارادہ و اختیار کی آزادی عطا کی ہے اس میں وہ انسانوں کو کفر یا ایمان بغاوت یا اطاعت میں سے کسی ایک راہ کے اختیار کرنے پر اپنی طاقت سے مجبور نہیں کرتا۔ بلکہ فہمائش اور نصیحت سے بندوں کو راہ راست پر لانے کی تدبیر کرتا یہ دراصل اللہ کا کام ہے چنانچہ جو بندے اس کام میں اللہ کا ساتھ دیں اللہ تعالیٰ ان کو اپنا رفیق و مددگار قرار دیتا ہے۔ اور کتاب اللہ یعنی قرآن کریم میں اس کے لئے کئی بار اَنصَارُ اللّٰہِ کے الفاظ آئے ہیں۔ اور مفسرین کے مطابق یہ بلند سے بلند مقام ہے۔ جس پر کسی بندے کی پہنچ ہوسکتی ہے۔ نماز، روزہ اور دیگر تمام اقسام کی عبادات میں تو انسان محض اللہ کا بندہ و غلام ہوتا ہے۔ مگر تبلیغ دین اور اقامتِ دین کی جدوجہد میں بندے کو خدا کی رفاقت و مددگاری کا شرف حاصل ہوتا ہے جو اس

دنیا میں انسانی ارتقا کا سب سے اونچا درجہ ہے۔ اگرچہ حقیقی مدد تو اہمیں معاملہ میں اللہ کی ہوتی ہے تاہم اللہ بزرگ و برتر انسانوں کی آزمائش کرنا چاہتا ہے کہ کون اپنے ارادہ کی اختیاری کے ساتھ اس میں حصہ لینا چاہتا ہے اور اپنے ایمان کی پختگی کا ثبوت مہیا کرتا ہے۔ چنانچہ ایک دوسری قرآنی آیت جس کے پہلے حصہ کا حوالہ بھی دیکر رسالہ زیر بحث کے مؤلف نے یہ تحریر فرمانے کی جرأت کی ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے بھی انسانی مدد طلب کی۔ چنانچہ آیت مذکورہ مشمولہ آخر کا حصہ بھی حسب ذیل ہے۔

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللَّهِ ۖ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ ۖ فَآمَنَت طَّائِفَةٌ مِّن بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكَفَرَت طَّائِفَةٌ ۖ فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ

(الصف : ١٤)

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کے مددگار بنو جس طرح عیسیٰؑ ابن مریم نے مخاطب کر کے حواریوں سے کہا تھا کوئی ہے اللہ کی طرف بلانے میں میرا مددگار؟ اور حواریوں نے جواب دیا تھا۔ ہم ہیں اللہ کے مددگار۔ اس وقت بنی اسرائیل کا ایک گروہ ایمان لایا اور دوسرے گروہ نے انکار کیا پھر ہم نے ایمان لانے والوں کو اس کے دشمنوں کے مقابلہ میں قوت دی پھر ہو رہے وہ غالب۔

تشریح:- کیا اس آیت مبارکہ کے اختتامی حصہ میں یہ وضاحت

نہیں ہے۔ کہ مدد کے وقت تو اس پروردگار کی مدد تھی۔ مومنوں کا تو صرف اللہ تعالیٰ نے امتحان لینا تھا کہ آیا اس ارادہ کی خود اختیاری کو استعمال کرتے ہوئے اقامتِ دین اور تبلیغ دین میں اس کے انصار (مددگار) بنتے ہیں۔ یا نہیں؟ چنانچہ آیت سے خود بخود وضاحت ہو رہی کہ انصار نے اللہ تعالیٰ ہی کی مدد سے دوسرے گروہ کفار پر غلبہ پایا۔

اللہ کے سوا کوئی حمائتی اور مددگار نہیں

چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ يُحْيِ وَيُمِيتُ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۝ (التوبہ: ۱۱۶)

ترجمہ:- اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمینوں میں۔ جلاتا ہے (پیدا کرتا ہے) اور مارتا ہے اور تمہارا کوئی نہیں اللہ کے سوا حمائتی اور مددگار

اسی طرح فرمایا

وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِأَعْدَائِكُمْ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَلِيًّا وَكَفَىٰ بِاللَّهِ نَصِيرًا ۝ (النساء: ۴۵)

ترجمہ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے تمہارے دشمنوں کو اور اللہ کافی حمائتی ہے اور کافی مددگار۔

ہر آیت مبارکہ متعلقہ انصار کے اگرچہ بتایا گیا ہے
کہ قادر مطلق نے خود مدد کی تاہم اہلِ ایمان کا جذبہ جہاد
پرکھنے کے لیے حکم ہوتا ہے۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ۗ (النساء: ۷۵)

ترجمہ اور تم کو کیا ہوا کہ نہیں لڑتے اللہ کی راہ
میں اور ان کے واسطے جو مغلوب ہیں مرد۔ عورتیں اور بچے
جو کہتے ہیں۔ اے رب ہمارے! نکال ہم کو اس بستی
سے کہ ظالم ہیں یہاں کے لوگ اور کر دے ہمارے واسطے
اپنے پاس سے کوئی حمائتی اور کر دے ہمارے واسطے
اپنے پاس سے انصار (مددگار)
(ان الفاظ سے بھی ظاہر ہو رہا ہے کہ انصار (مدد
گاروں) کے پسِ پشت اللہ تعالیٰ کی مدد ہوتی ہے)
مزید وضاحت کے لیے حسبِ ذیل آیت مبارکہ
سے ثابت ہو جاتا ہے کہ اس پروردگار نے اقامت دین اور
تبلیغ دین کی جدوجہد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین اور انصار
سب کی مدد کی

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ۗ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۙ (التوبہ ۱۱۷)

ترجمہ: اور اللہ مہربان ہوا نبی پر اور مہاجر اور انصار پر جو ساتھ رہے نبی کے مشکل کی گھڑی میں۔ بعد اس کے کہ قریب تھا کہ دل پھر جائیں بعضوں کے ان میں سے پھر مہربان ہوا ان پر بیشک وہ ان پر مہربان ہے۔ رحم کرنیوالا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ تعالیٰ نے جو مدد فرمائی اس کا ذکر مزید اس طرح ہے۔

إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا

(التوبہ: ۴۰)

ترجمہ: تو اس کی مدد کی ہے اللہ نے جس وقت اس کو نکالا تھا کافروں نے کہ وہ دوسرا تھا۔ دو میں کا۔ جب وہ دونوں غار میں تھے۔ جب وہ کہہ رہا تھا اپنے رفیق سے تو غم نہ کھا بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

تشریح:۔ یہ واقعہ وہ ہے جب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمراہی میں ہجرت کی غرض سے مکہ سے کچھ فاصلے پر غارِ ثور میں جاکر چھپ گئے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دونوں کی مدد کر کے بچالیا اور مدینہ منورہ کے لئے ہجرت کا حکم دیا۔

مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کے لئے روانگی کے وقت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے یہ
دعا کرائی۔

وَقُلْ رَّبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَل لِّي مِن لَّدُنكَ سُلْطَانًا نَّصِيرًا (بنی اسرائیل ۸۰)

ترجمہ: اور دائے نبی تو کہہ) یارب داخل کر مجھے سچا داخل کرنا۔
اور نکال مجھکو سچا نکالنا۔ اور عطا کر دے مجھکو اپنے
پاس سے حکومت کی مدد۔

تشریح:۔ اے اللہ تعالیٰ جہاں مجھے پہنچانا ہے
(مدینہ) نہایت آبرو اور خوش اسلوبی سے
پہنچا کہ حق کا بول بالا رہے۔ اور جہاں سے نکالنا
ہے (مکہ سے) وہ بھی آبرو اور خوش اسلوبی سے
ہو تاکہ دشمن ذلیل و خوار اور دوست شاد اں
اور فرحاں ہوں اور مجھے غلبہ اور تسلط عنایت
فرما جس کے ساتھ تیری مدد اور نصرت ہو اور
حق کا بول بالا رہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی اور اللہ
بزرگ و برتر نے مہاجرین کو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا
ساتھ دینے کے لئے مدد فرمائی اور انصارِ مدینہ کے دلوں
کو اشاعتِ دین تبلیغِ دین کے جذبہ ایمانی سے سرشار کیا۔

حتّٰی کہ دونوں گروہوں نے خدا کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے جان و مال نثار کر دیا۔

اس وضاحت سے صاف ظاہر ہے کہ ساری داستان ہجرت میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین وانصار کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد اور رہنمائی شامل حال رہی یہ محض انسانی۔ دنیاوی بے لوث مدد نہ تھی جس کو حضرت غوث الاعظم رح سے مانگی گئی مدد کے مشابہ تصور کیا جائے جس کو زیر بحث رسالہ کے مؤلف علامہ صاحب نے سراسر غلطی سے اس طرح سمجھ لیا ہے اِن آیات کریمہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جو بندوں سے اقامت دین اور تبلیغ دین کے لئے مدد مانگتا ہے۔ درحقیقت وہ تو بندوں کی اپنی مدد ہوتی ہے جس کے طفیل وہ جنت کے مستحق ہو جاتے ہیں پھر متعلقہ دنیاوی جدوجہد میں بھی وہ دریردہ ان کا حامی اور مددگار رہتا ہے۔ اس لئے جہاد فی سبیل اللہ میں بھی اصل مددگار تو ذات باری تعالیٰ ہے۔

بعض واقعاتِ مخصوصہ پر محض اخلاقی مددگاری کا اطلاق

رسالہ شبہات کے بادشاہ وغیرہ میں ہی مضمون نگار نے حسبِ ذیل آیت مبارکہ سے یہ استدلال قائم کیا ہے کہ حبیب اللہ ذوالجلال کے علاوہ فرشتے اور اس کے مقبول بندے انسانوں کے مددگار ہوتے ہیں تو پیر دستگیر غوث اعظمؒ سے مدد کیوں نہ طلب کی جائے۔ یہ آیت مبارکہ مصلحت کے پیشِ نظر پوری آیت یہاں نقل کی جا رہی ہے۔

فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ ﴿۴﴾ (التحریم : ۴)

ترجمہ:- اگر تم دونوں اللہ سے توبہ کرتی ہو (تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے) کیونکہ تمہارے دل سیدھی راہ سے ہٹ گئے ہیں اور اگر نبیؐ کے مقابلہ میں جتھابندی کی تو یہ جان رکھو کہ اللہ اس کا مولا ہے اور اس کے بعد جبریلؑ اور تمام صالح اہلِ ایمان اور سب ملائکہ اس کے ساتھی اور مددگار ہیں۔

تشریح:- سیاق و سباق کی رو سے کسی ایک معاملہ میں امہات المومنین یعنی حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات نے جتھابندی کر کے آپؐ کو پریشان کر رکھا تھا۔ اور اس جتھا کی سرغنہ ایک حضرت عائشہ صدیقہؓ بنت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور دوسری حضرت حفصہؓ بنت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ

عنہ تھیں۔ چنانچہ اللہ ذوالجلال نے ان بیبیوں کو نہایت ہی احسن ترین طریقہ سے ہدایت بلکہ تنبیہہ کرنی چاہی کہ اگر تمہیں گھمنڈ ہو کہ اس جتھہ بندی میں دو تیں ہو تو ادھر بھی نہ صرف اللہ تعالےٰ بزرگ و برتر کی اپنی ذات ہے بلکہ اس کے احکامات پر لبیک کہنے والے جبریلؑ اور نیک ایمان والے بندے خصوصاً تم دونوں کے والد بزرگوار حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ اور اس کے بعد فرشتے مدد گار ہیں۔ اور آخر میں اخلاقی دھمکی بھی دے دی ہے کہ اگر تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان کرنے سے باز نہ آئیں تو وہ تمہیں طلاق دے سکتے ہیں۔

ان حقائق کی روشنی میں اللہ بزرگ و برتر کی طرف سے مذکورہ بالا ایک نہایت خوبصورت تدبیر تھی جس نے کامیاب ہونا تھا اور ہو گئی اس معاملہ میں کوئی مالی امداد کا تعلق نہیں نہ کوئی جانی ہاتھوں کا سوال ہے۔ (معاذاللہ)

اللہ تعالیٰ اور دیگر مدد گاروں نے امہات المومنینؓ کو نہ مارنا تھا نہ کوئی جسمانی سزا دینی تھی۔ محض یہ ایک باکمال اور بہمیال اخلاقی کاروائی تھی۔ اس کو حضرت غوث اعظمؒ سے طلب کی جانے والی۔ مالی جانی حاجات و ضروریات کے مترادف سمجھنا بالکل غلط ہے۔ چنانچہ حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے تو حاجات میں اولاد طلب کی جاتی ہے آفات کو دور کرنے میں مدد مانگی جاتی ہے آخرت میں دستگیری کے لئے اس کو پکارا جاتا ہے۔ اس معاملہ میں تو ایسی کوئی چیز نہیں تھی پھر اسے مثال کے طور پر یہاں کیوں پیش کیا گیا اس لئے کہ یہاں مدد کا ذکر ہوا ہے۔ اور وہ بھی کائنات میں بلند ترین انسان کو یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو کہ رحمت اللعالمین۔ خاتم المرسلین اور سرور انبیاء علیہم السلام ہیں۔

اللہم الصمد (اللہ ہر مدد سے بے نیاز) اور حضور پاکؐ ہر غیر اللہ کی مدد سے بے نیاز

ربّ ذو الجلال کے ساتھ پناہ مانگنا

شاعری میں مبالغہ اکثر ہوتا ہے۔ اور خصوصاً قصیدہ گوئی میں۔ چنانچہ زیرِ حوالہ تصنیف "جنات کا بادشاہ و دیگر کرامات" میں ایک شاعر اپنے قصیدہ بردہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد کی درخواست کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں۔

یَا اَکْرَمَ الْخَلْقِ مَالِیْ مَنْ اَلُوْذُ بِهٖ

سِوَاكَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ

ترجمہ: اے تمام مخلوق سے بہتر میرا آپ کے سوا کوئی نہیں۔ جس کی میں پناہ لوں۔ مصیبت کے وقت (مصنّف)

اس شعر سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مصیبت کے وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ مانگنی چاہیئے یا نہیں؟

اس سوال کے جواب کے لیے ہمیں ضابطۂ حیات یعنی فرقانِ حمید اور احادیث نبویہؐ کی طرف رجوع کرنا ہے۔

قرآن مجید کے حوالہ کے لیے اگر ہم شہرۂ آفاق تصنیف "اَلْمُعْجَمُ الْمُفَهْرَسُ لِاَلْفَاظِ الْقُرْآنِ الْکَرِیْمِ وَضَعَهٗ" محمد فواد عبدالباقی رح ۔ الناشر سہیل اکیڈمی لاہور۔ ایڈیشن ۱۹۸۷ء، صفحہ نمبر ۴۹۴ پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا۔ کہ قرآن کریم میں اَعُوْذُ (پناہ پکڑنا) کا لفظ یا اس کے ماخوذ الفاظ تقریباً سترہ دفعہ استعمال ہوئے ہیں جن میں انبیاء و مرسلین علیہم السلام اور دیگر مومنین نے صرف اور صرف اللہ بزرگ و برتر کے ساتھ

پناہ پکڑنے کی درخواست کی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان ارشادات میں اس کی اپنی ذات کے ساتھ پناہ پکڑنے کی ہدایت کی ہے۔ خواہ مصائب و تکالیف کے وقت ایسی ضرورت محسوس ہو۔ یا شیطان ملعون کے حملہ سے بچنے کے لیے ہو۔ اس کتاب کی وسعت کے پیش نظر صرف چند مثالوں کا حسب ذیل حوالہ دیا جا رہا ہے۔

۱۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ خدا کہتا ہے۔ تم ایک گائے ذبح کرو۔ تو وہ لوگ کہنے لگے تو ہم سے ٹھٹھا یا ہنسی مذاق کرتا ہے۔ تو انہوں نے کہا:

قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اَنْ اَکُوْنَ مِنَ الْجٰھِلِیْنَ (البقرۃ:۶۷)

پناہ خدا کی کہ ہوں میں جاہلوں میں۔

یعنی ٹھٹھا کرنا احمق جاہل کا کام ہے۔ اور وہ بھی احکام شرعیہ میں۔ جو کہ ایک پیغمبر سے ہرگز ممکن نہیں۔)

۲۔ حضرت نوحؑ نے جب اپنے بیٹے کے غرق آب سے بچاؤ کے لیے رب العزت سے درخواست کی تو حکم ہوا کہ وہ نبلہ کار ہے۔ مجھ سے ایسی درخواست نہ کرو۔ تم کو خبر نہیں اور میں تم کو نصیحت کرتا ہوں۔ کہ تم نادانوں میں نہ ہو جاؤ۔ تب حضرت نوحؑ نے عرض کیا:

قَالَ رَبِّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِکَ اَنْ اَسْئَلَکَ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ۔ (ھود:۴۷)

ترجمہ: کہا اے میرے رب میں اس امر سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ تجھ سے ایسے امر کی درخواست کروں جس کا مجھے علم نہ ہو۔

۳۔ جب فرشتہ حضرت مریمؑ کو کمرے میں ایک بیٹے کی خوشخبری دینے آیا تو وہ بولی:

قَالَتْ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا۔

(مریم: ۱۸)

ترجمہ: وہ بولی۔ مجھ کو رحمٰن کی پناہ تجھ سے اگر تو ہے ڈر رکھنے والا۔

۴۔ جب عمران کی بیوی نے یہ نذر مانی کہ وہ بچہ جو میرے شکم میں ہے۔ اللہ تعالےٰ کے لیے آزاد رکھا جائیگا۔ مگر جب پیدا لڑکی ہوگئی تو اس نے اس لڑکی کا نام مریم رکھا اور کہا:۔

وَاِنِّیْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

(آلِ عمران ۳۶)

ترجمہ: اور (اے اللہ) میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

مندرجہ بالا مثال (۳) اور (۴) سے ایک خاص بات ابھر کر سامنے آتی ہے۔ اور وہ یہ کہ حالانکہ مریمؑ کے خالو حضرت زکریا علیہ السلام پیغمبر موجود تھے۔ مگر ہر دو ماں بیٹی نے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی۔ اور جو کہ حضرت زکریا علیہ السلام کو مریمؑ کی سرپرستی سونپی گئی تھی۔ اس کے لیے لفظ کفالت کا قرآن پاک میں یوں استعمال ہوا۔

وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا (اور زکریا کو اس کا سرپرست بنایا)

(آلِ عمران: ۳۷)

گویا ہر مومن مرد عورت نے خواہ وہ پیغمبر ہو یا عام آدمی اس کو صرف خدا کی پناہ مانگنی ہوتی ہے۔ نہ کہ کسی نبی یا رسول سے۔ جیسا کہ مندرجہ بالا

حوالہ شدہ قصیدہ میں ذات باری تعالیٰ کی بجائے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پناہ مانگی گئی ہے۔

۵۔ نبی کریمؐ خود بھی بار بار رب العزت کی پناہ مانگتے رہے۔ مثلاً آپ کو کافروں کی حرکات کے خلاف حکم ہوا کہ

وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ۔

(المومنون: ۹۷)

ترجمہ: اور آپ دعا کیجئے کہ اے میرے رب میں شیطانوں کے وسوسہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

اس کے علاوہ نہ صرف سورۃ الفلق: ۱) اور (الناس: ۱) میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو رب تعالیٰ سے پناہ مانگنے کے لیے کہا گیا۔ بلکہ کئی مواقع پر ایسے احکام آپ کے لیے نازل ہوئے۔

یاد رہے کہ سارے قرآن مجید میں کہیں نہیں کہا گیا کہ کوئی بھی مومن کسی پیغمبر خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پناہ مانگے۔ اس کے برعکس قرآنی احکامات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کی سزاوار صرف ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔

(۶) ماسوائے سورہ الجن: ۶ جس میں بعض آدمیوں نے بعض جنات سے پناہ مانگی ہے)

احادیث مبارکہ سے خدا کیساتھ پناہ مانگنے کا ثبوت

بحوالہ مشکوٰۃ شریف۔ بَابُ الْاِسْتِعَاذَۃِ (پناہ مانگنے کا بیان) یہ تین فصلوں پر مشتمل ہے جس میں کل چوبیس احادیث مبارکہ ہیں۔

ان کے علاوہ اور بہت سی احادیث متعلقہ ہیں۔ جنہیں صاحب مشکوٰۃ نے نقل نہیں کیا ہے۔

تاہم سب کی سب میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ پناہ مانگی گئی ہے۔ اکثر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ایسی دعا مانگ کر درخواست کی ہے اور چند ایک میں آپؐ نے دوسرے مومنین کو اللہ جل شانہٗ سے پناہ مانگنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ کسی ایک مثال میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ پناہ مانگنے کے لیے نہیں فرمایا۔ صرف چند حدیث مبارکہ بطور مثال بیان کی جا رہی ہیں۔

(۱) عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَضَلَعِ الدَّیْنِ وَغَلَبَۃِ الرِّجَالِ۔
(متفق علیہ)

ترجمہ: انسؓ سے روایت ہے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ اے اللہ میں تیرے ساتھ غم۔ فکر۔ عاجزی۔ سستی، نامردی بخل۔ قرض کے بوجھ اور آدمیوں کے غلبہ سے پناہ مانگتا ہوں۔
(مسلم۔ بخاری۔ مشکوٰۃ)

(۲) عَنْ اَبِیْ ذَرٍ قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْہِ فَقَالَ یَا اَبَا ذَرٍّ تَعَوَّذْ بِاللّٰہِ مِنْ شَرِّ شَیَاطِیْنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ۔
(نسائی جلد دوئم) صہ ۲۷۱

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں مسجد میں داخل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں تھے۔ پس آپؐ نے فرمایا اے ابوذر جنوں اور انسانوں کے شیطانوں کے شر سے اللہ کے ساتھ

پناہ مانگ۔

(۳) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَلُوا اللّٰہَ عِلْمًا نَّافِعًا وَّتَعَوَّذُوْا بِاللّٰہِ مِنْ عِلْمٍ لَّا یَنْفَعُ
(ابن ماجہ) صـ۲۸۱

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ سے وہ علم مانگو جو فائدہ مند ہو۔ اور اللہ کے ساتھ پناہ مانگو اس علم سے جو فائدہ مند نہ ہو۔

ان سب احادیث مبارکہ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ پناہ پکڑنی ہوتی ہے۔ اور کسی حالت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا کرنا جائز نہیں۔

مجھ سے پناہ مانگنا درست نہیں
فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فرمانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ مجھ سے پناہ نہ مانگو۔ اللہ سے مانگو۔

طبرانی نے اپنی تصنیف "معجم" میں تحریر کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک منافق اہل ایمان کو تنگ کیا کرتا تھا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ساتھیوں کے ہمراہ بارگاہ نبوی میں فریاد کی تو آپ نے فرمایا۔

اِنَّہٗ لَا یُسْتَغَاثُ بِیْ وَاِنَّمَا یُسْتَغَاثُ بِاللّٰہِ

ترجمہ:۔ مجھ سے پناہ مانگنا درست نہیں۔ صرف اللہ سے پناہ مانگو۔ صاف ظاہر ہے کہ اب آپ سے پناہ مانگنا خلاف سنت ہو گا۔

قصیدۃ النعمان کی تصنیف کو امام اعظم ابو حنیفہؒ سے بلا جواز منسوب کر کے شرعی مسائل کی تاویلیں

راقم الحروف کی تالیف "عالم الغیب والشہادہ" میں مذکورہ تصنیف کے حسب ذیل شعر کا حوالہ دے کر اسکا تجزیہ کیا گیا ہے۔

وَ اِذَا سَمِعْتُ فَعَنْکَ قَوْلًا طَیِّبًا
وَاِذَا نَظَرْتُ فَمَا اَرٰی اِلَّاکَ

ترجمہ: ہر بات جو میں سنتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی طرف سے پاک کلام سنائی دیتی ہے اور جس طرف میں دیکھتا ہوں ہر سو آپ ہی نظر آتے ہیں۔

بریلوی علماء نے اپنی تصانیف (جاء الحق صفحہ ۱۴۰) اور مقیاس حنفیت صفحہ ۲۸۵ میں اس شعر کے حوالہ سے بلاجواز یہ استدلال پیش کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم عالم الغیب اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ اس کے جواب میں احقر العباد نے یہ نقل کیا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کی اس نام کی بالکل کوئی تصنیف نہیں ہے۔ اگرچہ ان کی تصانیف میں کتاب الرہن اور کتاب السیر بے شمار فقہی مسائل کا مجموعہ ہونے کی وجہ سے ان کی زندگی میں شہرت پذیر تھیں۔ مگر یہ ساری کی ساری وقت گزرنے کے ساتھ ناپید ہو گئیں۔ سوائے ایک کتاب فقہ اکبر کے جس کی شرح مشہور حنفی عالم ملاں علی قاریؒ نے لکھی ہے۔

تھوڑی دیر ہوئی ایک اور کتاب "امام اعظم ابو حنیفہ" کے نام سے

تصنیف ہوئی ہے جس کے مصنف مفتی عزیز الرحمٰن اور ناشر مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور ہیں۔ اس میں امام اعظمؒ کی طرف منسوب شدہ کتب کے نام حسب ذیل ہیں۔

فقہ اکبر۔ کتاب العالم والمتعلم، کتاب الاوسط، کتاب الوصیۃ اور کتاب المقصود ہیں۔ گویا اس محقق کو بھی "قصیدہ نعمان" کا اتہ پتہ معلوم نہیں ہو سکا۔ تاہم فقہ اکبر دستیاب ہے۔ مگر اس کے متعلق بھی ابہام پیدا ہو گیا ہے۔ کیونکہ اس تحقیق کے مطابق فقہ اکبر دو ہیں اور مصنفین کے نام بھی ملتے جلتے ہیں۔ مثلاً ایک کا نام ابوحنیفہ بن نعمان بن ثابت الکوفی المعروف بالامام اعظمؒ مسلک حنفیہ اور دوسرے کا نام ابوحنیفہ بن یوسف البخاری بابی۔ علماء حنفیہ کی مختلف آراء ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ پہلے ابوحنیفہ کی کتاب موجود ہے اور بعض کا خیال ہے کہ دوسرے ابوحنیفہ کی موجود ہے۔ آمدن برسر مطلب صرف فقہ اکبر کے نام کی کتاب دستیاب ہے۔ خواہ دونوں میں سے کسی ابوحنیفہ کی ہو۔ اور اس ساری بحث کا نتیجہ اخذ شدہ یہ ہے کہ قصیدہ نعمان نامی کوئی کتاب امام ابوحنیفہؒ نے تصنیف نہیں کی۔ یہ فرضی اور من گھڑت کہانی ہے چنانچہ زیر حوالہ "جنات کا بادشاہ" کتاب کے مؤلف نے بھی اس فرضی کتاب میں سے حسب ذیل اشعار لکھ کر اپنے مؤقف کیلئے بے جا تقویت حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔

يَا أَكْرَمَ الثَّقَلَيْنِ يَا كَنْزَ الْوَرٰى   جُدْ لِي بِجُودِكَ وَأَرْضِنِي بِرِضَاكَ

أَنَا طَامِعٌ بِالْجُودِ مِنْكَ لَمْ يَكُنْ   لِأَبِي حَنِيفَةَ فِي الْأَنَامِ سِوَاكَ

یعنی اے جن و انس سے بہتر اور نعمت الٰہی کے خزانے اللہ

عزوجل نے جو آپ کو عطا فرمایا ہے اس میں سے مجھے بھی عطا فرمایئے۔ اور اللہ عزوجل نے آپ کو جو راضی کیا ہے۔ آپ مجھے بھی راضی فرمایئے۔ میں آپ کی سخاوت کا امیدوار ہوں آپ کے سوا ابوحنیفہ کا مخلوق میں کوئی نہیں۔

سرسری نظر سے ان اشعار کا مطلب کسی قسم کی دنیوی امداد معلوم نہیں ہوتی بلکہ اس درخواست سے تو صرف اس نور ہدایت کے خزانوں سے حصہ طلب کیا گیا ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی اللہ عزوجل نے عطا فرمائے تھے۔

مختصراً یہ کہ جب متعلقہ تصنیف کا کوئی وجود ہی نہیں تو پھر اس کے اشعار کو کسی ثبوت میں پیش کرنا کس طرح جائز تصور کیا جاسکتا ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ نے شاعری کی صنف قصیدہ میں کبھی شعر نہیں کہے

بحوالہ سوانح عمری امام اعظم ابوحنیفہؒ (۸۰ھ تا ۱۵۰ھ)، شائع کردہ بزم معارف رومی کراچی صفحہ ۵۴ پر منقول ہے۔

امام صاحب کبھی کبھی شعر بھی کہتے تھے۔ لیکن تشبیب (قصیدہ) و غزل کی حیثیت سے نہیں بلکہ وعظ و پند کے طور پر۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

ومن المروۃ للغتیٰ ما عاش دار فاخرۃ
فاشکر اذا اوتیتھا واعمل لدار الاٰخرۃ

یعنی انسان جب تک زندہ ہے عزت و آبرو کے لیے اس کو

ایک اچھا مکان چاہیئے ایسا مکان نصیب ہو تو شکر کرنا چاہیئے اور آخرت (عافیت) کے مکان کے لیے کوشش کرنی چاہیئے۔

اس بات کی یہ مزید شہادت ہو گئی کہ امام موصوف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قصیدہ کے نہ کوئی اشعار لکھے اور نہ ہی ان کی تصنیف فرمائی۔

"قصیدہ نعمان" میں ذات باری تعالیٰ کی قدرت[1] کاملہ کو نظر انداز کر کے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کو پس پشت ڈال کر مبالغہ آمیز اشعار کہے گئے ہیں۔ جن سے آپؐ نے منع فرمایا ہے چنانچہ حدیث مبارکہ ہے:

عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَلَکَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ قَالَھَا ثَلَاثًا

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

ترجمہ: ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کلام میں مبالغہ کرنے والے ہلاک ہو گئے۔ یہ کلمات تین مرتبہ فرمائے۔

(روایت کیا مسلم نے۔ مشکوٰۃ)

ایک دوسرے موقع پر آپؐ نے اشعار کہنے والے کے متعلق فرمایا:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاَنْ یَّمْتَلِیءَ جَوْفُ رَجُلٍ قَیْحًا یَّرِیْہِ خَیْرٌ مِّنْ اَنْ یَّمْتَلِیءَ شِعْرًا (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ ایک آدمی اپنے پیٹ کو پیپ سے بھرلے اس بات سے بہتر ہے کہ شعر سے پیٹ بھرلے
(مسلم۔ بخاری۔ مشکوٰۃ)

گویا زیادہ شعر کہنے کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلّم نے ناپسند فرمایا ہے۔

مسئلہ گیارہویں۔ مولانا محمد عمر اچھروی بریلوی کی غیر مطابقانہ مثالوں سے غیر منطقانہ دلائل۔

مولوی موصوف نے گیارہویں کے جواز میں جتنے بھی دلیل اور تاویلیں اپنی تصنیف "مقیاس حنفیت" میں تحریر فرمائی ہیں۔ ان کے مطالعہ سے قارئین کے پلے خاک بھی نہیں پڑتا۔ کیونکہ بمطابق مقولہ "سوال گندم جواب چینا" نہ تو جواب متعلقہ عنوان کے مصداق ہیں اور نہ ہی موزوں۔ جیسا کہ حسب ذیل بحث سے عیاں ہے:۔

ارکین شرع محمدی کی ادائیگی کے لئے از خود وقت کے تعین کی ممانعت:۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام اور روزہ کے لیے جمعۃ المبارک کے دن کی تخصیص و تعین کو منع فرمایا۔ چنانچہ ابوہریرہؓ سے روایت ہے:۔

قال رسول اللہ علیہ وسلم لا تخلصوا لیلۃ الجمعۃ بقیام من بین اللیالی ولا تختصوا یوم الجمعۃ بصیام من بین الایام الحدیث۔

(رواہ مسلم، مشکوۃ ص ۱۸۹)

ترجمہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کی رات کو از خود قیام اللیل (نفل و ذکر) کے لیے مخصوص نہ کرو۔ اور نہ ہی روزہ

کے لیے جمعہ کو مقرر کرو۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا

لا یصوم احدکم یوم الجمعۃ (لا یصوم قبلہ او بعدہ) (متفق علیہ مذکور)

ترجمہ :۔ جمعہ کے دن کو روزہ کے لیے مخصوص نہ کرو۔ اگر کوئی روزہ رکھے بھی تو ایک دن پہلے یا بعد میں روزہ رکھے۔

احادیث مبارکہ بالا میں اپنی طرف سے دن مخصوص کر کے نفلی عبادات سے منع کر دیا گیا ہے۔ تو پھر از خود میت کے لئے تیجہ۔ ساتواں۔ دسواں۔ چالیسواں۔ برسی۔ گیارہویں یا عرس کے لیے تاریخ اور دن مقرر کرنا دین سے کھلی مخالفت ہے۔

بریلوی علماء کا دیگر مسالک کے علماء پر فتاویٰ کو توڑ مروڑ کر الزام لگانا۔

مولانا رشید احمد گنگوہی نے اپنی کتاب فتاویٰ رشیدیہ (حصہ اول ص ۹۵) میں تحریر کیا ہے۔ "

" گیارہویں حرام ہے اور یہ عقائد فاسدہ موجب کفر ہیں "

مولوی محمد عمر اچھروی بریلوی اس فتویٰ کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

" دیوبندیوں کے نزدیک کلام پڑھا کر اہل قبور کو بخشنا یا ان کی

طرف سے کچھ صدقہ خیرات دینا، دن مقرر کر کے تو صدقہ بھی حرام اور قرآن پڑھنا بھی حرام اور قرآن پڑھنے والا کافر۔

(مقیاس حنفیت مؤلفہ مولوی محمد عمر اچھروی طبع اول ص ۶۷

طبع سوم ص ۲۲۰)

مولانا رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ بالا اور دیگر احادیث مبارکہ متعلقہ بدعات کی روشنی میں ہے۔ اس میں یا کسی دوسرے مولوی صاحب کے فتاویٰ میں یہ ہرگز نہیں کہ اہل قبور کے واسطے دعائے بخشش یا ایصال ثواب کے لیے صدقہ خیرات یا قرآن خوانی وغیرہ ناجائز ہیں۔ بلکہ یہاں صرف دن اور وقت کے تعین کو بدعت گردانا گیا ہے۔ کیونکہ جیسا کہ بدعت کی تعریف ہے یہ شریعت محمدیہ میں خود ساختہ اضافہ ہے۔ جس کو نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کرنے کا حکم دیا۔ نہ کیا اور نہ ہی صحابہ کرامؓ۔ تابعینؒ اور تبع تابعینؒ نے کیا۔

شیخ عبدالحق دہلوی جو کہ حنفیوں کے امام مانے جاتے ہیں۔ گیارہویں کے متعلق ان کے فتاویٰ کی ترجمانی مولانا عبدالحی لکھنوی جو کہ سچے پکے حنفی ہیں۔ کے الفاظ میں پڑھیے۔

(۱) مقرر کردن روز سوم وغیرہ بالتخصیص و اورا ضروری انگاشتن در شریعت ثابت نیست۔ صاحب نصاب الاحتساب آں را مکروہ نوشتہ و ہر روز کہ خواہند ثواب بروح میت برسانند،،

(فتاویٰ عبدالحی ج ۳ ص ۶۸ مطبوعہ شوکت الاسلام)

ترجمہ:۔ مخصوص کرنا تیسرے یا کسی اور دن کا ایصال ثواب میت کے لیے اور اس کو ضروری سمجھنا شریعت محمدیہ میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔

نصاب الاحتساب (جو فقہ کی معتبر کتاب ہے) والے نے ان باتوں کو مکروہ جانا ہے۔ بغیر تعین و تقرر دن جب چاہیں ثواب روح میت کو پہنچائیں۔

(۲) نیاز و فاتحہ وختم مروجہ کے متعلق لکھا ہے:۔

"این طور مخصوص نہ در زمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بود نہ در زمان خلفاء بلکہ وجود در آن قرون ثلثہ کہ شہود و دلہا بالخیر اند منقول نشرہ"

(حوالہ مذکورہ بالا)

ترجمہ:۔ مروجہ نیاز و فاتحہ اور ختم وایصال کا معین طریق نہ ہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں تھا۔ نہ ہی عہد خلافت راشدہ بلکہ پورے خیر القرون یعنی ائمہ اربعہ کے وقت و زمانہ میں بھی اس کا رواج نہ تھا۔

حضرت بلال رضؓ کی تحیۃ الوضو کی مثال گیارہویں کے جواز کے لئے موزوں و مصداق نہیں۔ کیونکہ وہ ایک انفرادی عمل ہے۔ جو شریعتِ محمدیہ کے قوانین پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ لہٰذا بدعت نہیں۔

مولوی محمد عمر اچھروی بریلوی نے اپنی کتاب "مقیاس حنفیت" (طبع ثالث ص ۲۲۲ - ۲۲۳) پر لکھا ہے (حدیث متعلقہ کا اردو ترجمہ)

بریدہؓ سے روایت ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کے وقت حضرت بلالؓ کو بلایا تو فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کس چیز کے ساتھ تو نے جنت تک مجھ سے سبقت کی ہے نہیں داخل ہوا میں جنت کو کبھی مگر میں نے تیرے جوتے کا آواز اپنے پیش سنا عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے کبھی اذان نہیں دی۔ مگر دو رکعتیں نماز (تحیۃ الوضو) پڑھیں۔ اور میرا کبھی وضو نہیں ٹوٹا۔ مگر میں نے اسی وقت وضو کیا۔ اور مقرر کیا میں نے کہ اللہ کے واسطے مجھ پر دو رکعتیں ضروری ہیں۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (ان دونوں کے سبب سے)

(ترمذی، مشکوٰۃ۔ ص ۱۱۷)

مولانا محمد عمر اچھروی کا فرمانا ہے۔ کہ اگر ایک نفلی عبادت کو اپنے اوپر فرض کرنے سے انسان جنت میں پہنچ سکتا ہے۔ تو . . . . . . اس کے بعد خاموشی ہے۔ کچھ نہیں بتایا کہ یہ مثال گیارہویں پر کیسے مصداق ہے۔ صاف ظاہر ہے یہ تو ایک انفرادی عمل ہے۔ اور اس کا قانون شریعت یعنی نفلی ثواب بعوض تحیۃ الوضوء پہلے سے موجود تھا۔ کوئی نئی چیز ایجاد کر کے گیارہویں کے ختم کی طرح شریعت میں اضافہ نہیں کیا گیا۔ جس کو بدعت کہا جائے نہ ہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلالؓ کے ثواب کی تصدیق کر کے اجتماع صحابہ کرامؓ کو حکم دیا کہ تم بھی ضرور اسی طرح کیا کرو۔ کیونکہ نفلی نوعیت کی عبادات کے متعلق پہلے سے شرعی احکامات موجود ہیں۔ پھر اس مثال میں نہ دن کا اور نہ وقت کا تعین ہے۔ اذان سے پہلے جب چاہے وضوء کرے بلکہ اگر چاہے تو حضرت بلالؓ کی طرح ہر وقت باوضو رہے۔

مولانا محمد عمر اچھروی بریلوی نے "مقیاس حنفیت" طبع سوم ص ۲۲۱ پر جو یہ تحریر ہے کہ حدیث شریف میں بھی مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بزرگوں کے یوم وصال کو ایام اللہ فرمایا ہے۔ بالکل بے بنیاد اور گمراہ کن ہے۔ عاشورہ اور ایام اللہ کا تفصیلی ذکر اسی تالیف کی موزوں جگہوں پر کیا گیا ہے۔ یہ کہنا کہ یوم وصال منانا قرآن کریم سے ثابت ہے۔ جو کہ مذکورہ صفحہ پر لکھا گیا ہے۔ بالکل غلط ہے۔

مولوی محمد عمر اچھروی بریلوی نے اپنی مذکورہ تالیف کے اگلے صفحہ پر یہ تاثر دیا ہے کہ گیارہویں شیخ عبد القادر جیلانی رح کا یوم وصال منانا ہے۔ مگر جیسا کہ اسی تالیف میں وضاحت سے لکھا گیا ہے کہ یہ مروجہ ختم شروع میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چالیسواں سمجھی جاتی تھی۔ پھر آپ کا عرس اس میں شامل کر دیا گیا اور پیران پیر کے وصال پیران کا یوم وصال بھی اس میں ملا دیا گیا۔ گویا یہ مروجہ رسم ایک چالیسواں اور دو وصال کا مرکب ہے۔ پھر اسی کتاب میں یہ بھی تشریح کی گئی ہے۔ کہ نہ تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم وصال صحیح طور پر تعین ہو سکا ہے اور نہ ہی شیخ عبد القادر جیلانی رح کا۔ تو پھر اس کا یادگار کے طور پر منانا کیا معانی۔

مولوی محمد عمر اچھروی بریلوی کو گیارہویں کے جواز کیلئے قرآنی حوالہ جات بھی سہارا نہ دے سکے

(۱) جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا ہے کہ ایام اللہ کی وضاحت اسی کتاب

میں کردی گئی ہے۔ اس میں کوئی ثبوت گیارہویں کے متعلق نہیں۔

(۲) پھر "مقیاس حنفیت" کے صفحہ ۲۲۴ پر سورہ فجر ۳۰/۱) وَالْفَجْرِ وَلَیَالٍ عَشْرٍ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ قسم ہے فجر کی اور قسم ہے دس راتوں یعنی محرم کی یا عشرہ ذوالحج کی یا عشرہ اواخر رمضان کی اور قسم ہے جوڑے کی۔ مولانا لکھتے ہیں کہ عشر اور شفع کو ملایا جائے تو اعداد ۱۲ بنتے ہیں اور وہ بارہویں تاریخ وصال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اور قسم ہے اکیلی کی عشر کو جب وتر سے ملائیں تو اعداد ۱۱ بنتے ہیں۔ گویا اللہ تعالٰی نے گیارہویں کی بھی قسم کھائی لہٰذا اسے یہ تاریخ بھی اللہ کو پسند ہے۔ اس کی وضاحت اس کتاب کے صفحہ نمبر پر ملاحظہ فرمایئے۔ جو کہ اس سے بالکل مختلف ہے۔

(۳) مولانا موصوف نے قرآن کریم میں سے گیارہویں کا عدد اخذ کرنے کی ایک دوسری چال جو چلی وہ یہ ہے کہ کتاب اللہ کے گیارہویں پارے کے رکوع نمبر ۱۲ میں جو اولیاء اللہ کے فضائل اور درجاتِ ولایت بیان کیے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ چونکہ گیارہویں والے (شیخ عبدالقادر جیلانیؒ) کو بارہویں والے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سے فیض ہے اور یہاں عشر و وتر کے الفاظ بھی گیارہ ہیں (مذکورہ حوالہ)

(اس ساری بحث سے مولف مولوی محمد عمر اچھروی یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ قرآن کریم میں جو بارہ کے اعداد کا ذکر ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ وصال ہے۔ اور گیارہ سے مراد شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی تاریخ وفات ہے۔ حالانکہ اسی تالیف میں ذکر کیا گیا ہے کہ دونوں کی تاریخ وصال تعین نہیں ہو سکی۔

مولوی محمد عمر اچھروی بریلوی کی گیارہویں کے جواز کے لئے ڈوبتے کو تنکے کے سہارے کے طور پر شیخ کے نام حروف کی شعبدہ بازی

حوالہ مذکورہ بالا کے صفحہ نمبر ۲۲۵ پر لکھتے ہیں۔

شیخ عبدالقادر کے پڑھنے میں گیارہ ہی حروف ہیں۔

ش ۱ - ی ۲ - خ ۳ - ع ۴ - ب ۵ - د ۶ - ل ۷ - ق ۸ - ا ۹ - د ۱۰ - ر ۱۱

سید عبدالقادر پڑھتے ہیں بھی سر حرف گیارہ ہیں۔

حضرت محی الدین ۱۱ ۱۱ ۱۱ ۱۱ ۱۱ ۱۱ ۱۱ ۱۱ ۔

(مزید لکھتے ہیں) اور ایک (ا) اس نام میں مضمر ہے۔ وہ اسی واسطے پوشیدہ ہے پڑھنے میں نہیں آتا۔ جو اس بات پر دلیل کہ آپ صحیح ولی اللہ فنافی اللہ ہیں۔ اگر اس کو آپ کے اسم میں ملایا جائے تو بارہ بنتے ہیں۔ تاکہ ثابت ہو جائے۔ کہ آپ کو درحقیقت یہ درجہ بارہویں والے بارہویں والے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کے طفیل ہے۔ اور غوث اعظم رح کے شہزادگان بھی گیارہ تھے۔ اور آپ حضرت علی رض سے گیارہ واسطوں سے ملتے ہیں۔ یہ سب تاویلیں بے معنی ہیں۔ کیونکہ

(۱) تیسرے نام حضرت محی الدین کے پڑھے جانے والے یہ حروف ہیں۔

ح ۱ - ض ۲ - ر ۳ - ت ۴ - م ۵ - ح ۶ - ی ۷ - د ۸ - ی ۹ - ن ۱۰ - (یعنی دس نہ کہ گیارہ۔ کیونکہ یہاں ل نہیں پڑھا جاتا)

(۲) پھر سید عبدالغفور میں پڑھے جانے والے حروف بھی گیارہ ہیں۔

س ۱ - ی ۲ - د ۳ - ع ۴ - ب ۵ - د ۶ - ل ۷ - غ ۸ - ف ۹ - و ۱۰ - ر ۱۱ -

(۳) اور شیخ عبدالرزاق میں بھی پڑھے جانے والے حروف بھی گیارہ ہیں۔

ش۱۔ ی۲۔ خ۳۔ ع۴۔ ب۵۔ د۶۔ ل۷۔ ر۸۔ ز۹۔ ا۱۰۔ ق۱۱۔

(ظاہر ہے کہ نمبر (۲) اور (۳) میں (۱) بھی ساکت ہے۔ لہذا ان ناموں کے سب لوگ ولی ہوئے اور ان کی گیارہویں بھی منائی جانی چاہیئے)

(۴) اگر صرف ناموں کے حروف کی گنتی درکار ہے تو پھر بے شمار اس طرح کے نام ہیں۔ جن میں حروف کی تعداد گیارہ ہے۔ مثلاً ظہیر دین بابر جلال دین اکبر۔ بہادر شاہ ظفر۔ محمد علی جناح۔ لیاقت علی خان۔ عزازیل شیطان۔ وغیرہ وغیرہ۔

(۵) غور کیجیئے کہ گیارہویں کے جواز میں یہ سب خود ساختہ ڈھکوسلے ہیں۔ بلکہ قرآن کریم کے بے منطبق حوالہ جات کے بعد ذاتِ باری تعالےٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء بولنا کہ بزرگوں کے یوم وصال پر ہر دو کے احکامات ہیں۔ قابل افسوس بات ہے۔

گیارہویں کے جواز میں مولانا اچھروی کا ایک اور وار خالی گیا!

مولانا اچھروی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کا ذکر کرتے ہوئے استدلال کیا ہے کہ چونکہ "ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آل کی طرف سے قربانی فرمائی۔ اور آپ کی آل میں پیرانِ پیر بھی ہیں۔ لہذا پیران پیر کی طرف سے بھی آپ نے قربانی کر دی۔ دن بھی مقرر دسواں اور رات بھی گیارہویں۔" (مقیاس حنفیت طبع اول صفحہ طبع ثالث صفحہ ۲۷۷)

لہذا گیارہویں کی شرائط تو پوری ہوگئیں۔ یعنی اب لوگ یا بریلوی فرقہ کے پیروکار پیران پیر کی طرف سے صدقات اسی طرح دیتے ہیں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کی۔ تو گیارہویں کا جواز مکمل ہوگیا۔ مگر مولانا کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ متعلقہ حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کنندہ ہے اور کافی طویل ہے۔ جس کے آخری الفاظ یہ ہیں:۔

(اردو ترجمہ) اے اللہ یہ قربانی تیری ہی طرف سے۔ اور تیری ہی توفیق سے ہے۔ اور تیرے ہی واسطے ہے تیرے بندے محمدؐ کی اور اس کی امت کی جانب سے (بسم اللہ و اللہ اکبر) یہ دعا پڑھ کر آپؐ نے مینڈھے پر چھری چلائی۔ اور اس کو ذبح کیا۔

(مسند احمد) سنن ابی داؤد۔ سنن ابن ماجہ۔ سنن دارمی)

اور مسند احمد۔ سنن ابو داؤد اور جامع ترمذی کی اسی حدیث کی ایک دوسری روایت میں آخری حصہ اس طرح ہے۔ کہ آپؐ نے اَللّٰھُمَّ مِنْکَ وَلَکَ کہنے کے بعد اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور زبان سے کہا۔ بِسْمِ اللّٰہِ وَ اللّٰہُ اَکْبَر (اے اللہ میری جانب سے اور میرے ان امتیوں کی جانب سے جنہوں نے قربانی نہ کی ہو)

اگرچہ مذکورہ حدیث میں خصوصی طور پہ آل کا لفظ نہیں تاہم ساری امت میں آل بھی شامل ہے۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ یہ تو گیارہویں ہوگئی۔ ساری امت کی طرف سے لہذا اگر صرف امت کے ایک واحد فرد پیران پیر کی طرف سے اس کو جاری و ساری رکھا گیا تو حد درجہ کی بے انصافی ہوگی باقی امت کے لیے یا تو پھر ساری امت

کی طرف سے گیارہویں دی جائے۔ ایک بات قابلِ ذکر ہے۔ کہ سادات کو تو زندگی میں صدقہ دینا جائز نہیں۔ ان کی طرف سے موت کے بعد کیسے دیا جائے گا۔ دوسری بات مولوی اچھروی صاحب کے دماغ سے نکل گئی۔ کہ قربانی والی یہ گیارہویں تو سال بعد ہوتی ہے۔ مگر آپ کی گیارہویں تو ہر ماہ ہوتی ہے۔ لہذا مولوی صاحب جی آپ کی یہ تکہ بازی دھوآں دھوں ہوگئی۔ یہی من گھڑت اور بے معنی دلائل جن کے انعام میں آپ جاہل لوگوں سے ساری عمر داد لے کر سیر ہوتے رہے!

اگر گیارہ اور بارہ کے اعداد سے گیارہویں کا ثبوت بنتا ہے تو قرآن کریم میں حسب ذیل آیات مبارکہ میں بھی ہیں۔ جو مولانا اچھروی کی نظر سے کیوں اوجھل ہو گئے

(۱) چنانچہ قرآن مجید میں یوسف علیہ السلام کے قصہ میں ہے کہ انہوں نے اپنے والد سے کہا۔

اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا۔ (یوسف : ۴)

ترجمہ: میں نے خواب میں گیارہ ستاروں کو دیکھا۔

(۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل کے متعلق ذکر ہے۔

وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَیْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا۔ (الاعراف : ۱۶۰)

ترجمہ:۔ اور ہم نے ان (بنی اسرائیل) کو بارہ خاندانوں میں تقسیم کر کے سب کی الگ الگ جماعت مقرر کر دی۔

(۳) سال کے مہینوں کے متعلق قرآن مجید میں ہے۔

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ کِتٰبِ اللّٰهِ (التوبہ: ۳۶)

ترجمہ:۔ مہینوں کی گنتی کتاب الٰہی میں اللہ کے نزدیک بارہ مہینے

یہ کہنا کہ قرآن کریم کے گیارھویں پارہ میں جو اولیاء اللہ کی تعریف کی گئی ہے۔ وہی گیارھویں کے ختم کا ثبوت ہے۔ یہ بے اصل اور بے بنیاد دلیل ہے۔

بلکہ ذاتِ باری تعالیٰ پر افتراء (بہتان) ہے

یہ بے معنی دلیل مولوی محمد عمر اچھروی نے گیارہویں کے تقرر کے ثبوت میں دی ہے (مقیاس حنفیت طبع ۳ ص ۲۲۴ مؤلفہ مولانا مذکور)

یہ من گھڑت دلیل ایک مولوی صاحب اپنے وعظ میں فرما رہے تھے جو مؤلف کے ایک با اعتماد دوست نے اس سے سن کر بیان کی چنانچہ اس کو کلی طور پر جھوٹا ثابت کرنے کے لیے ہمیں گیارہوے پارہ کا بغور مطالعہ کرنا ہوگا اور نہ صرف ان آیات کو سامنے رکھنا ہوگا جن کا عنوان مذکورہ بالا میں اشارہ کیا گیا ہے۔ بلکہ اسی پارہ کی دیگر آیات مبارکہ کو بھی جو اس دعوے کو جھٹلاتی ہیں کا حوالہ دینا ہوگا۔

قرآن کریم کا گیارہواں پارہ حسب ذیل سورتوں کی آیات پر مشتمل ہے جن کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

سورۃ التوبہ کی ۳۶، سورۃ یونس کی ۱۰۹ اور سورۃ ھود کی ۵ آیات اس پارہ کی زینت ہیں۔

پہلے ہم ان آیات مبارکہ کا حوالہ دیتے ہیں۔ جن میں اولیاء اللہ کی تعریف کی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۔
لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ
ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (یونس : ۶۲ تا ۶۴)

ترجمہ :- یاد رکھو کہ اللہ کے دوستوں کے لئے نہ کوئی اندیشہ ہے۔ اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ وہ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ سے ڈرتے رہے ان کیلئے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی خوشخبری ہے۔ اللہ کی باتیں بدلتی نہیں۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔

بے شک ان ارشادات سبحانہ تعالیٰ میں اولیاء اللہ کے ان انعامات کا ذکر ہے۔ جو ان کے ایمان لانے اور متقی بنتے یا اللہ سے ڈرنے کے عوض ان کے لئے مختص ہیں۔ اب ذہنوں میں سوال یہ ابھرتا ہے کہ ان احکامات ربانی میں یہ کہاں ہے کہ ان اولیاء کے لیے گیارہویں جیسے ختم منعقد کروا در ختموں میں حسب ذیل یا اس جیسے وظائف جن کی تفصیل اس تالیف کے صفحہ۔ پر دی گئی ہے۔ ورد کرو۔ ؎

امداد کن امداد کن از رنج و غم آزاد کن!
در دین و دنیا شاد کن یا غوث اعظم دستگیر

افسوس در افسوس کہ اللہ کی ذات پر ایسا افتراء ڈھانے والے مولوی صاحب نے گیارہویں والے کے ان احکامات ربانی پر غور نہیں کیا جو حاجت روائی کے لیے غیر اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلانے کے خلاف ہیں۔

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

(۱) وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ (التوبہ : ۱۱۶)

(۱) ترجمہ:۔ اور تمہارا اللہ کے سوا نہ کوئی حمایتی ہے اور نہ مددگار۔

تشریح:۔ گویا جب بھی مدد مانگنی ہو صرف اور صرف اللہ تعالےٰ سے مانگو کیونکہ وہی کارساز ہے۔ اور بوقت ضرورت مدد کرنیوالا ہے۔ غیراللہ سے مددگاری کے لئے سوال کرنا منع ہے۔

(۲) پھر یہ کہنا کہ یہ اولیاء خدا کے سامنے ہمارے سفارشی ہیں اس کو قرآن کریم نے رد کر دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ---- الخ (یونس: ۱۸)

ترجمہ:۔ اور یہ لوگ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں جو نہ ان کو ضرر پہنچا سکیں۔ اور نہ ان کو نفع پہنچا سکیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔ (اے رسولؐ) آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ کو ایسی چیز بتلاتے ہو جس کا وجود نہ آسمانوں میں معلوم ہوتا ہے۔ اور نہ زمین میں وہ پاک ہے۔ اور اس سے بہت برتر ہے جس کو یہ لوگ شریک ٹھہراتے ہیں۔

(۳) اسی پارہ گیارہ میں ہی پروردگار نے فرمایا ہے۔

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ ---- الخ (یونس: ۱۰۷)

ترجمہ:۔ اور اگر تم کو اللہ کوئی تکلیف پہنچائے تو بغیر اس کے اور کوئی اس کا دور کرنے والا نہیں۔ اور اگر وہ تم کو راحت پہونچانا چاہے تو اس کے فضل کو کوئی ہٹانے والا نہیں۔ وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے۔ مبذول فرمائے۔ اور وہ بڑا مغفرت والا۔ بڑا رحمت والا ہے

(۴) اس پارہ گیارہ میں سفارش کے متعلق مزید احکاماتِ ربانی اس طرح ہیں۔

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْ بَعْدِ اِذْنِهٖ (یونس: ۳)

ترجمہ:۔ وہ (اللہ تعالے) ہر کام کی تدبیر کرتا ہے۔ کوئی اس کے اِذن (اجازت) حاصل کیئے بغیر سفارش نہیں کر سکتا۔

(۵) یہ لوگ جو گیارہویں کے ختم کے معتقد ہیں۔ گیارہویں کے پیر کے لئے خوب نذر و نیاز دیتے ہیں۔ حالانکہ نذر و نیاز بھی مالی عبادات میں شامل ہیں۔ جو ہر نماز میں تشہد یا اَلتَّحِیَّاتُ پڑھتے وقت ہم اقرار کرتے ہیں۔ کہ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ

ترجمہ:۔ سب زبانی۔ بدنی اور مالی عبادات اللہ تعالے کے لئے ہیں۔ تو پھر اگر جانور ذبح پیر کے لیئے کیا تو حرام ہو گیا۔ اور عبادات کے عہد و اقرار کے منافی ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ اسی پارہ میں اس طرح فرماتا ہے کہ اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا ۔۔۔۔۔ الخ (التوبہ: ۱۰۴)

ترجمہ:۔ کیا ان کو خبر نہیں کہ اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔ اور صدقات قبول فرماتا ہے۔ اور یہ کہ اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا ہے۔ مہربان ہے۔

تشریح: یہ حکم ان لوگوں کے آیا جنہوں نے اپنی خطاؤں کا اقرار کیا۔ اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ان کو یہ پیغام پہنچایا جا رہا ہے کہ وہ پریشان نہ ہوں۔ اللہ تعالے توبہ قبول کرنے والا اور صدقات قبول کرنے والا ہے (البتہ ان کے تسکینِ قلب کے لیے نبی کریمؐ ساتھ دُعا بھی فرما دیتے تھے۔)

یہاں تو نذر و نیاز اور صدقات صرف پیر کے لیے ہوتے ہیں نہ کہ اللہ تعالیٰ کیلئے

اب رہا یہ سوال کہ ذاتِ باری تعالیٰ پر ایسے افتراء یا بہتان بنانے والے کا کیا حشر ہوگا۔ تو اسی پارہ گیارہ میں ہی ارشاد ہوتا ہے۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ
اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ (یونس : ۱۷)

ترجمہ:۔ تو پھر اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا۔ جو اللہ پر جھوٹ افتراء (بہتان) باندھے۔ یا اس کی آیات کو جھٹلائے۔ یقیناً ایسے مجرموں کو فلاح نہ ہوگی۔

تجزیہ:۔ مختصراً یہ کہ کسی بھی شخص کو جذبات کی رو میں بہہ کر خدائی احکامات کی من گھڑت تفاسیر و تشریح نہیں کرنی چاہیئے۔ کیونکہ آیت مذکورہ بالا کی مطابقت میں حدیث ذیل کی رو سے ایسا شخص جہنمی ہوگا۔

مَنْ قَالَ فِی الْقُرْاٰنِ بِرَاْيِهٖ فَلْيَتَبَوَّءْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ

ترجمہ:۔ جو شخص اپنی رائے سے قرآن میں کچھ کہے تو اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ (ترمذی)

پھر اسی تالیف میں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے اپنے ارشادات کا حوالہ دیا گیا ہے۔ جس کے مطابق انہوں نے غیر اللہ سے سوال کرنے کو قطعاً رد کیا ہے۔ لہٰذا گیارہویں کے ختم کی ساری کی ساری کاروائی ہر لحاظ سے ناجائز ہے

اللہ تعالیٰ ایسے جذباتی لوگوں کو توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ جو گیارہویں کی تصدیق میں قرآن کریم کے حوالہ سے رب سبحانہ تعالےٰ پر افتراء یا بہتان گھڑتے ہیں۔ ایسے واقعات بے حد افسوس ناک ہیں۔ اور یقیناً یہ راہنمائی کی بجائے گمراہی کی امثال ہیں۔

مولوی محمد عمر اچھروی بریلوی کو ایسے من گھڑت دلائل کے لیے قرآن و سنت کی مثالوں سے اجتناب کرنا چاہیئے تھا۔

گیارہویں کے تعیّن یوم کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیت وَذَكِّرْهُم بِاَيَّامِ اللّٰهِ (ابراہیم: ۵) کا حوالہ بھی متعلقہ کتاب کے مؤلف کی اپنی تفسیر اور رائے ہے جس کا مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں

درا صل مولوی محمد عمر اچھروی کی تالیف "مقیاسِ حنفیت" طبع ۳ ص ۲۲۰-۲۲۱) سے نقل کرکے گیارہویں کے متعلق یہ ثبوت اس مولٰنا نے تحریر فرمایا ہے۔
جنہوں نے اپنی کتاب میں علامہ امام شافعیؒ سے فارسی کی تصنیف "قوۃ الناظرہ" کو منسوب کرکے بے بنیاد تاویلیں دی ہیں۔
پیشتر اس کے کہ مذکورہ بالا آیت مبارکہ کی روشنی میں یہ پرکھا جائے کہ مجوزہ ثبوت جائز ہے؟ تو پہلے اس ساری آیت کو مکمل صورت میں لکھ کر اس کا ترجمہ اور تفسیر پر غور کیا جائے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔
وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ

(ابراہیم: ۵)

ترجمہ: اور (اے رسولؐ) یاد دلا ان کو دن اللہ کے۔ البتہ اس میں نشانیاں ہیں اس کے لیے جو صبر کرنے والا ہے شکر گزار۔

تشریح: ایام اللہ (اللہ کے دن) سے مراد وہ دن ہیں۔ جن میں

اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں کو خاص سزا دے۔ یا اپنے فرمانبرداروں کو کسی خاص انعام واکرام سے سرفراز فرمائے۔ بعض مفسرین نے ایام اللہ کے متعلق لکھا ہے کہ یہ الفاظ اصطلاحاً یادگار تاریخی واقعات کے لئے بولے جاتے ہیں۔ چنانچہ ایام اللہ سے مراد تاریخ انسان کے وہ اہم ابواب ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے گذشتہ زمانہ کی قوموں کو اور بڑی بڑی شخصیات کو ان کے اعمال کے لحاظ سے جزا یا سزا دی ہے۔ ان واقعات میں وہ نشانیاں موجود ہیں جن سے صابر و شاکر بندوں کو عبرت حاصل ہوتی ہے۔

اصل میں اس آیت مبارکہ میں سیاق وسباق کی رو سے ان واقعات کی طرف اشارہ ہے۔ جبکہ فرعون بنی اسرائیل سے سخت بیگار لیتا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو اس ذلت سے نکالا۔ اور آزادی کی دولت سے مالا مال کیا۔ اس دور کے واقعات کو یہاں یوم اللہ کا نام دیا گیا ہے۔

ایام اللہ کی قرآن میں ایک دیگر مثال۔

چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

قُلْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (الجاثیۃ: ۱۴)

ترجمہ: (اے رسولؐ) کہدے ایمان والوں کو درگذر کریں۔ انسے جو امید نہیں رکھتے اللہ کے دنوں کی تاکہ وہ سزا دے ایک قوم کو بدلا اس کا جو کماتے تھے۔

تشریح یہاں لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ سے مراد وہ کفار مراد ہیں۔ جو اللہ کی رحمت سے نا امید اور اس کے عذاب سے بے فکر ہیں ۔۔ لہذا یہ کہا گیا ہے کہ مسلمان خود ان سے بدلہ لینے کی فکر نہ کریں۔ اللہ پر چھوڑ دیں۔

وہ ان کو کافی سزا اور مومنین کو صبر و تحمل اور عفو و درگزر کا مناسب صلہ دیگا۔

ان آیاتِ مبارکہ سے تصریح ہوئی کہ ایام اللہ کی اصطلاح کا تعلق تو اللہ بزرگ و برتر کی طرف سے اقوام یا شخصیات کی سزا و جزا کے واقعات سے ہے۔ نہ کہ کسی خاص یوم مثلاً ساتواں۔ گیارہواں۔ یا چالیسواں وغیرہ سے یہاں سے نتیجہ یہ اخذ ہوا کہ گیارہویں کے معتقد اس مولانا نے بھی قرآن کریم کی تفسیر اپنی رائے سے اپنا اُلّو سیدھا کرنے کے لئے کی ہے۔ بلکہ اللہ جل شانہٗ پر افترا باندھا ہے۔ اسے چاہیئے کہ ایسے من گھڑت مسائل سے آئندہ توبہ کرے۔

ایسے بدعتی اور گمراہ عقائد رکھنے والے کے متعلق حضرت مجدد الف ثانیؒ ارقام فرماتے ہیں۔

"زیراکہ ہر مبتدع وضال عقائد فاسدہ خود را بزعم فاسد خود از کتاب و سنت اخذ مے کند پس ہر معنی از معانی مفہومہ ازینہا معتبر نہ باشد"

(مکتوبات حصہ سوم صہ ۸ مکتوب ۱۹۳)

ترجمہ:۔ کیونکہ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے فاسد عقائد کو اپنے فاسد خیال کے مطابق کتاب اور سنت سے اخذ کرتا ہے۔ لیکن معانی مفہومہ میں ہر معنی حجت اور قابل اعتبار نہیں ہو سکتا۔

تشریح:۔ مذکورہ بالا بدعت کا آدمی خود تراشیدہ بدعات پر کتاب و سنت سے تسکین قلب یا الزام خصم کے لیے ضرور دلائل تلاش کرتا ہے۔ اور ان دلائل کو اپنی نارسا عقل اور اپنی خواہش کی زنجیروں میں جکڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر اس کا قرآن و حدیث کا نام لے کر خود فریبی میں مبتلا ہونا اور لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنا کسی طرح صحیح نہیں۔ نہ اس کی سمجھ درست ہے۔ اور نہ

قرآن کریم اور حدیث شریف سے اس کی پیش کردہ دلیل ہی صحیح ہے کیونکہ یہی دلائل حضرات صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے سامنے بھی تھے۔ مگر ان کو یہ فاسد عقائد اور خود تراشیدہ بدعات اور رسوم ان سے نہ سمجھ سکے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ ان سے یہ عقائدِ باطلہ اور بدعات فاسدہ ثابت ہوں۔

غالیوں نے گیارہویں کی تاویلوں کے لیے قرآنی آیات کو من گھڑت معانی دے کر گیارہویں والے پیر غوث اعظم کی کتاب غنیۃ الطالبین کو بھی جھٹلا دیا'

غالی (حد سے زیادہ مبالغہ کرنے والے) حضرات نے پیر موصوف کی گیارہویں کے جواز کے لیے حسب ذیل قرآنی آیات مبارکہ کی اپنی رائے سے تفسیر کر کے بہت بڑا گناہ سرزد کیا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے مطابق وہ جہنمی ہیں۔

مَنْ قَالَ فِی الْقُرْاٰنِ بِرَاْیِهٖ فَلْیَتَبَوَّءْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ

(ترمذی)

جو شخص اپنی رائے سے قرآن میں کچھ کہے تو اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

مذکورہ قرآنی آیات مبارکہ میں ارشاد ربانی ہے:

وَالْفَجْرِ وَلَیَالٍ عَشْرٍ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ وَالَّیْلِ اِذَا یَسْرِ هَلْ فِیْ ذٰلِکَ قَسَمٌ لِّذِیْ حِجْرٍ (الفجر: ۱تا۵)

ترجمہ: قسم ہے فجر اور دس راتوں کی اور جفت کی اور طاق کی۔ اور رات کی جب چل دے۔ ان چیزوں کی قسم عقلمندوں کیلئے کافی ہے۔

مگر مولوی محمد عمر اچھروی (مقیاس حنفیت طبع ۳ ص ۲۲۴) اور

بعض دیگر غالیوں نے ان آیات سے گیارہویں کی قسم مراد لی ہے جو کہ بالکل ناقابلِ قبول ہے۔ اس لیے کہ گیارہویں کے پیر حضرت غوث اعظمؒ نے اپنی تصنیف غنیۃ الطالبین حصہ دوم کی ساتویں مجلس میں زیر عنوان ذی الحج کے پہلے عشرے کی فضیلت۔ ان آیات کے معانی اور تفاسیر تفصیلاً بیان کیے ہیں۔ اور ساتھ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ اور دیگر علماء و فقہا سے منقول معتبر روایات کا ذکر ہے۔

چنانچہ وضاحت کے لیے اس طویل تحریر کا عربی متن اور اردو ترجمہ دونوں یہاں درج کیے جا رہے ہیں۔

فی فضائل ایام العشر۔ قوله عزوجل والفجر و لیال عشر والشفع ولوتر واللیل اذا یسر هل فی ذلك قسم لذی حجر قوله والفجر اختلف الناس فی ذلك فقال ابن عباس رضی الله عنهما عنی بالفجر صلاة الصبح ولیال عشر هی عشر ذی الحجة والشفع الخلق والوتر هوالله واللیل اذا یسر یعنی اذا ذهب هل فی ذلك قسم لذی حجر ای ان ذلك قسم لذی لب وعقل وجواب القسم قوله تعالیٰ ان ربك لبالمرصاد وقال مقاتل رحمه الله والفجر عنی به غداة جمع یوم النحر ولیال عشر وهی عشر لیال قبل الاضحی وانما سماها عزوجل لیال عشر لانها تسعة ایام وعشر لیال والشفع ولوتر اما الشفع فآدم وحواء علیهما السلام والوتر فهوالله عزوجل واللیل اذا یسر اذا قبل وهی لیلة الاضحی فاقسم عزوجل بیوم النحر والعشر وبآدم

وحواء واقسم بنفسه تبارك وتعالى وبليلة الاضحى فلما فرغ منها قال هل في ذلك قسم حجر يعنى هل فى ذلك قسم حجر يعنى هل فى ذلك القسم كفاية لذى لب يعنى ذى عقل، فيعرف عظم هذا القسم ان ربك لبالمرصاد وقيل المراد بالفجر فجر النهار وقيل هو النهار فعبر عنه بالفجر لانه اوّله وقال مجاهد رحمه الله هو نحر يوما النحر خاصة جابر بن عبد الله رضى الله عنهما عن النبى صلى الله عليه وسلم انه قال والفجر وليال عشر هى عشر الاضحى وقال ابن الزبير وابن عباس رضى الله عنه انها عشر ذى الحجة وعن ابن عباس رضى الله عنهما فى رواية اخرى انه العشر الاواخر من شهر رمضان وقال مجاهد رحمه الله انها عشر موسىٰ عليه السّلام وقال محمد بن جرير الطبرى رحمه الله انها عشر اوّل المحرم قوله تعالىٰ والشفع والوتر قال قتادة والسدى رحمهم الله الشفع كل اثنين والوتر هو الله تعالىٰ وقيل هما آدم وحوّا وهو قول مقاتل وهو ان آدم كان وترا نشفع بزوجته حواء وقيل الصلاة منها شفع ومنها وتر قال الربيع بن انس و ابو العالية رحمهم الله هى صلاة والمغرب الشفع فيها ركعتان والوتر الثالثة وقيل هو يوم النحر لانه العاشر والوتر هو يوم عرفة لانه التاسع وقيل الشفع

يومان بعد النحر والوتر اليوم الثالث قوله تعالىٰ والليل اذا يسر يعني اذا ذهب وقيل اذا اظلم وقيل انه ليلة المزدلفة خاصة وقيل يعني اذا سرى فيه اهله لان السرى هو سرى الليل وقوله تعالىٰ هل في ذلك قسم لذى حجر يعني لذى عقل وهو قول ابن عباس رضى الله عنهما وقال الحسن وابو رجاء رحمهما الله لذى علم وقال محمد بن كعب رحمه الله لذى دين معناه ان في ذلك قسم لذى حجر وهل ههنا في موضع ان ومعنى قوله عزوجل والفجر وليال عشر وحق رب الفجر وحق رب ليال عشر الى آخر القسم وكذلك فيما شاكل ذلك كقوله تعالىٰ والشمس وضحاها والسماء والطارق والسماء ذات البروج وغيرها۔

ترجمہ: حق تعالیٰ جل مجدہٗ فرماتے ہیں صبح کی قسم، دس راتوں کی قسم اور جفت وطاق کی قسم اور جانیوالی رات کی قسم بلاشبہ ان میں عقل والوں کے لیے قسم ہے۔ والفجر (صبح کی قسم) میں علماء کا اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ فجر سے صبح کی نماز مراد ہے اور دس راتوں سے ذی الحج کا پہلا عشرہ مراد ہے اور جفت مخلوق اور طاق اللہ تعالیٰ ہے اور یسر یعنی جب رات چلی جائے پھر فرمایا کہ یہ دماغ وعقل والوں کے لیے قسمیں ہیں جواب قسم ان ربک لبالمرصاد ہے یعنی آپ کا پروردگار تاک میں ہے۔ مقاتل رح؟ فجر سے مزدلفہ کی صبح یعنی ذی الحج کی دسویں تاریخ کی صبح مراد ہے اور

دس راتوں سے عید الضحیٰ سے قبل کی دس راتیں مراد ہیں یہ نو دن اور دس راتیں ہوتی ہیں اور جفت آدم و حوا ہیں اور طاق اللہ ہے اور یسر یعنی جب بقرعید کی رات آئے حق تعالیٰ نے بقرعید کی، ذی الحج کے پہلے عشرے کی آدم و حوا کی اپنی ذات اقدس کی اور بقرعید کی رات کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ ان قسموں میں عقل و ہوش والوں کے لیے قناعت ہے اور انہیں ان قسموں کی عظمت کی پہچان ہے الغرض یہ قسمیں کھا کر یقین دلایا گیا ہے کہ رب گھات میں ہے بعض کے نزدیک فجر سے دن مراد ہے اور فجر سے دن کو اس لیے تعبیر فرمایا کہ فجر دن کا پہلا حصّہ ہے۔ مجاہدؒ: یہاں خاص طور سے بقرعید کی صبح مراد ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ دس راتوں سے بقرعید کا عشرہ مراد ہے حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن زبیرؓ نے بھی ذی الحج کا پہلا عشرہ ہی بتایا ہے، ایک روایت میں ابن عباسؓ سے رمضان کا اخیر عشرہ ہی منقول ہے۔

مجاہدؒ: حضرت موسیٰؑ کا عشرہ مراد ہے، محمد بن جریر طبریؒ: محرم کا پہلا عشرہ مراد ہے۔ قتادہ اور سدی: جفت سے ہر جوڑا اور طاق سے اللہ مراد ہے، مقاتلؒ: جفت و طاق سے آدم و حواء کا جوڑا مراد ہے شروع میں آدمؑ طاق تھے پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کی بیوی حواء سے جفت بنا دیا۔ بعض کے نزدیک نماز مراد ہے کیونکہ بعض نماز جوڑا ہے اور بعض طاق ہے۔ ربیع بن انس والو العالیہ، مغرب کی نماز مراد ہے کیونکہ اس میں تین رکعتیں ہیں یعنی جفت بھی ہے اور طاق بھی۔ بعض کے نزدیک بقرعید اور عرفہ کا دن مراد ہے کیونکہ بقرعید جوڑا ہے اور عرفہ کا دن طاق ہے

بعض کے نزدیک جفت سے بقرعید کے بعد والے دو دن مراد ہیں اور طاق سے تیرہویں رات مراد ہے۔ لیسر یعنی جب رات چلی جائے یا جب رات میں اندھیرا ہو جائے یا اس رات سے خاص طور پر مزدلفہ والی رات مراد ہے یا اس رات کی قسم کھائی گئی ہے۔ جس میں چلنے والے چلتے ہیں کیونکہ سری کے معنی رات میں چلنے کے ہیں، ذی حجر سے بقول ابن عباس رضی اللہ عنہ ذی عقل مراد ہے، اور بقول حسن بصریؒ اور ابورجاءؒ کے ذی علم مراد ہے اور بقول محمد بن کعبؒ کے ذی دین یعنی دیندار مراد ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ اس قسم میں خاص طور سے دینداروں کی طرف اشارہ ہے۔ یہاں ان ہل ان کی جگہ استعمال کیا گیا ہے اور تاکید کے لیے ہے اب پوری قسموں کا یہ مطلب نکلا کہ صبح کے رب کے حق کی قسم اور دس راتوں کے رب کے حق کی قسم اور جفت اور طاق کے رب کے حق کی قسم اور جانے والی رات کے رب کے حق کی قسم۔ قرآن حکیم میں جہاں جہاں قسمیں آتی ہیں ان کا یہی مطلب ہوتا ہے جیسے سورج اور اسکی روشنی کی قسم یعنی سورج اور اسکی روشنی کے رب کے حق کی قسم اسی آسمان کی اور رات میں ٹوٹنے والے تارے کی قسم یعنی ان کے رب کے حق کی قسم اور برجوں والے آسمان کی قسم یعنی اس کے رب کے حق کی قسم۔ علیٰ ہذا القیاس۔

اس کے علاوہ ملاحظہ ہو مولوی نعیم الدین صاحب بریلوی کی مذکورہ بالا آیات کی تفسیر جو انہوں نے ترجمہ قرآن شریف از مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے حاشیہ پر دی ہے اور جس میں حضرت ابن عباس کا قول اس طرح نقل فرمایا ہے۔ ان سے مراد ذی الحجہ کی پہلی دس راتیں کیونکہ یہ زمانہ اعمال حج میں مشغول ہونے کا ہے اور حدیث شریف میں اس عشرہ کی

بہت فضیلت وارد ہوئی ہے۔ اور جفت سے مراد خلق اور طاق سے مراد اللہ تعالیٰ ہے"۔

نیز مولانا فرماتے ہیں کہ یہ مروی ہے کہ رمضان کے عشرہ آخیر کی راتیں مراد ہیں۔ یا محرم کے پہلے عشرہ سے آگے چل کر لکھتے ہیں کہ "پانچویں قسم ہے رات کی جب گزرے اس سے پہلے دس خاص راتوں کی قسم ذکر فرمائی گئی بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس سے خاص شب مزدلفہ مراد ہے جس میں بندگان خدا اطاعت الٰہی کے لیے جمع ہوتے ہیں قول یہ ہے کہ اس سے شب قدر مراد ہے جس سے رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ اور کثرت ثواب کے لیے مخصوص ہے۔

قارئین کرام نے یہ ساری بحث پڑھی۔ کیا گیارہویں شریف والے پیر غوث اعظمؒ نے کہیں اشارہ بھی کیا ہے کہ ان آیات کا مطلب گیارہویں شریف ہے یا مولانا احمد رضا خان بریلوی نے اپنے قرآنی ترجمہ میں کہیں لکھا ہے کہ مبارک ہو۔ گیارہویں کا ذکر قرآن پاک میں بھی ہے۔ یا جیسا کہ اس قرآنی ترجمہ کی تفسیر لکھنے والے مولانا کا ذکر کیا گیا ہے۔ کہیں اس نے گیارہویں کا ذکر کیا ہے؟ تو پھر من گھڑت معانی یا تفسیر کرنے والے کو دربار خداوندی میں پیش ہونے کے وقت جواب کے لیے تیار رہنا چاہیئے۔ افسوس صد افسوس جہالت کی ظلمات میں بھٹکے ہوئے ایسے لوگوں پر جنہوں نے ذات باری تعالیٰ پر افتراء کیا۔ اور اپنی عاقبت خراب کر لی۔ بھائیو! اب بھی وقت ہے ایسے افتراء سے توبہ کر لو۔ اور اس قادر مطلق پر جاہلیت میں جھوٹ نہ باندھو۔

بدعات کے جواز کیلئے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے قول کہ "جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے" کی غلط تصریح گیارہویں پر کتب کے مصنفین نے بھی کی ہے

بعض علماء کرام (جاء الحق ص ۳۰۱) نے ایک روایت جو ابن مسعودؓ پر موقوف ہے کا سہارا لے کر اکثر و بیشتر بدعات کا جواز پیش کرنے کی کوشش کی ہے بیشتر اس کے کہ اس پر مدلل بحث کی جائے اس کا متن تحریر کیا جارہا ہے۔

المقاصد الحسنہ للسخاوی ص ۱۷۳ پر ہے :۔

عن ابن مسعودؓ قال ان اللہ نظر فی قلوب العباد فاختار محمد صلی اللہ علیہ وسلم فبعثہ برسالتہ ثم نظر فی قلوب العباد فاختار لہ اصحابا فجعلھم انصار دینہ و وزراء نبیہ فما راٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن وما راٰہ المسلمون قبیحا فھو عند اللہ قبیح وھو موقوف حسن۔

(احمد فی کتاب السنۃ والبزار والطیالسی والطبرانی وابو نعیم فی ترجمۃ ابن مسعود من الحلیۃ والبیہقی فی الاعتقاد من وجہ اخر)

ترجمہ:۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں کو دیکھا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے لئے چن لیا۔ پھر بندوں کے دلوں کو دیکھا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اصحاب چن لئے جو خدا کے دین کے مددگار اور اس کے نبی کے وزیر تھے پس جس امر کو مسلمانوں نے اچھا دیکھا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھا ہے اور جس امر کو بُرا دیکھا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بُرا ہے۔

محققین و محدثین مثلاً علامہ جمال الدین الزیلعی نے اپنی تصنیف "نصب الرایہ ج ۴ ص ۱۳۳" پر لکھا ہے کہ میں نے اس روایت کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ پر موقوف ہی پایا ہے۔ علاوہ ازیں مشہور محدث علامہ الامام صلاح الدین ابو سعید العلائیؒ۔

(دیکھئے فتح الملہم ج ۱ ص ۱۰۹ اردو ترجمہ)

میں نے اس روایت کو باوجود طویل بحث وتحیص اور زیادہ کھوج اور سوال کے حدیث کی کسی کتاب میں کسی ضعیف سند کے ساتھ بھی مرفوع نہیں پایا بلکہ یہ حضرت عبداللہ بن مسعود کا موقوف قول ہے۔

یاد رہے کہ مرفوع وہ حدیث مبارکہ ہوتی ہے جس کی روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے۔ اور اس سے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا فرمان ثابت ہو مگر موقوف وہ قول ہے۔ جس کی روایت صحابہ کرامؓ تک پہنچے۔

لہٰذا اوپر کے حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ روایت زیر بحث صرف عبداللہ بن مسعود کا قول تھا۔ نہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کا فرمان یا حدیث۔

اس روایت میں "المسلمون" کا مطلب صحابہ کرامؓ ہے۔

اس روایت کے منسوب سارے مسلمان نہیں ہو سکتے جس کے دلائل میں حسبِ ذیل حقائق دیئے جا سکتے ہیں۔

(۱) امام ابو عبداللہ الحاکمؒ نے صحیح سند کے ساتھ جس کی تصحیح پر امام حاکم اور علامہ ذہبیؒ دونوں متفق ہیں۔ اس روایت کو ان الفاظ سے نقل کیا ہے۔

ما راٰه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن وما راٰه المسلمون سيئا فهو عند الله سيئ وقد رأى الصحابة جميعا ان يستخلفوا ابا بكرؓ۔

ترجمہ: جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ چیز اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی اچھی ہو گی۔ اور جس چیز کو مسلمان برا سمجھیں تو عند اللہ بھی بری ہو گی۔ اور صحابہ کرامؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ بنایا اور ان کی خلافت کو اچھا سمجھا۔ لہٰذا ان کی خلافت بھی عند اللہ اچھی ہو گی۔ (المستدرک ج ۲ ص ۵۸)

ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ المسلمون کے لفظ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا اشارہ حضرات صحابہ کرامؓ کی طرف ہے دیگر حسبِ ذیل روایات میں بھی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے حضرات صحابہ کرام کی اتباع کی بار بار تاکید ہے۔ مثلاً۔

(۲) اتبعوا اٰثارنا ولا تبتدعوا فقد كفيتم۔
(الاعتصام ج ۱ ص ۵۴)

ترجمہ :- ہمارے نقش قدم کی پیروی کرو اور اپنی طرف سے بدعتیں مت ایجاد کرو کیونکہ (دین مکمل ہو چکا ہے۔ اور) تم کفایت کئے گئے ہو

(۳) اگر مسلمون کا لفظ جنس کے لئے استعمال ہو تو آنحضرتؐ نے ایک حدیث میں جو مشکوٰۃ میں ترمذی اور مستدرک سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ چکے تھے اور میری امت تہتر فرقوں میں منقسم ہوگی سب کے سب دوزخ میں جائینگے سوائے ایک فرقہ کے لوگوں کے دریافت کرنے پر نبی کریمؐ نے فرمایا وہ فرقہ ~~جو ہے وہ کام کئے جو میں نے اور میرے صحابہ نے کئے~~ یقیناً ان میں سے ہر فرقہ انسانوں کا ایک گروہ ایسا ہوگا جو اپنے فرقہ کے اعتقادات کو اچھا سمجھے گا۔ لہذا اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی وہ ہی اچھے ہوں گے۔ اس طرح تو کوئی فرقہ بھی دوزخ میں نہیں جائے گا۔ لہذا اس مفروضہ سے مذکورہ حدیث مبارکہ کا تصادم ہوگیا۔ یعنی اس حدیث کے خلاف ہوا۔

(۴) اگر مسلمون کا مطلب اُمتِ مسلمہ کا اجماع و اتفاق رائے ہے تو بھی بدعتیوں کو اس سے کوئی سہارا نہ ملا۔ کیونکہ ان بدعات کا وجود خیر القرون میں نہ تھا لہذا صحابہ کرامؓ کا ان پر عمل نہ تھا۔ لہذا مذکورہ حدیث نبویہ کی رو سے بدعتی لوگ تہترویں فرقہ میں شامل نہ ہو سکے۔

(۵) علماء اصول کا مسلک ہے کہ المسلمون میں اصل الف ولام میں عہد خارجی ہے (دیکھئے تلویح صفحہ ۱۴۷ و صفحہ ۱۶۰ وغیرہ)

چنانچہ اس طرح عہد خارجی کا سے مراد مسلمانوں کا ایک مخصوص طبقہ

مراد ہوگا۔ لہٰذا مسلمانوں کا گروہ اور طریقہ جس چیز کو اچھا سمجھے وہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک اچھی ہوگی اور مسلمانوں کا وہ گروہ اوّلین درجہ پر (بہتر تہتر فرقوں والی حدیث مبارکہ کے مطابق) صرف حضرات صحابہ کرام ہوئے۔

(۶) ختم گیارہویں پر عبارات تحریر کرنے والوں کا بھی یہی استدلال ہے کہ اس مروجہ رسم کو مسلمانوں کے اجماع نے پسند کیا ہے۔ جو کہ ہر لحاظ سے ایک غلط اور بے بنیاد مفروضہ پر مبنی ہے جس کی وجوہات حسب ذیل ہیں۔

(۱) یہ رسم صرف بریلوی فرقہ میں مروج ہے باقی دوسرے فرقوں میں کسی فرقہ نے اسے نہیں اپنایا۔ اور دوسرے فرقوں کے پیروکاروں کی مجموعی تعداد بریلویوں سے کئی گنا زیادہ ہے لہٰذا خود ساختہ اس شرعی اصول پر اکثریت کا اتفاق نہیں۔

(۲) حضرت ابن مسعودؓ کے مذکورہ بالا قول کے مطابق اگر صحابہ کرامؓ اس کو پسند کرتے تو پھر ٹھیک ہوتا۔ مگر یہ رسم حضرات صحابہ کرامؓ کے زمانے میں ایجاد ہوتی تو وہ ہرگز اس کو پسند نہ کرتے کیونکہ اس کے منانے کی وجہ یہ بتائی گئی ہے۔ کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اس رسم سے ہر سال حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا چالیسواں منایا کرتے تھے۔ پھر اس میں آپؒ کا عرس بھی شامل کر دیا گیا۔ حضرت شیخؒ کی زندگی کے بعد ان کا اپنا عرس بھی اس میں ملا دیا گیا۔ گویا یہ رسم دو عرسوں ایک چالیسویں کا مرکب بن گئی اور سال بسال منائی جانے لگی۔ یہ رسم یا اسکا جز یعنی عرس یا چالیسواں وغیرہ نہ

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں منایا جاتا تھا اور نہ صحابہ کرام رض تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرس اور برسی وغیرہ منانے سے منع فرمایا تھا چنانچہ بعد از نبوت ۲۳ سال آپ قوم میں زندہ رہے پھر تیس ۳۰ سال خلافت راشدہ کا دور گزرا پھر سنہ ۱۱ ہجری تک صحابہ کرام رض کا دور رہا کم وبیش ۲۲۰ برس اتبع تابعین کا زمانہ تھا۔ اس میں نہ کسی نے عرس منایا نہ میلاد منعقد کی حسب ذیل حدیث کا اتباع کیا۔

لا تجعلوا قبری عیداً (نسائی مشکوٰۃ ج ۱ ص ۸۶)

ترجمہ :۔ میری قبر کو عید نہ بناؤ۔

(ج) تواریخ سے پتہ چلتا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رح کی ولادت سنہ ۴۷۱ھ میں ہوئی اور سنہ ۵۶۱ھ میں انہوں نے وصال فرمایا۔ اور ختم گیارہویں میں ورد کیے جانے والے وظائف ان کے زمانہ کے بعد کی ایجاد معلوم ہوتی ہے۔

لہٰذا جب گیارہویں کی ایجاد کا اجرا ہوا۔ مذکورہ سلف صالحین میں سے کوئی زندہ نہیں تھا۔

اس ساری بحث سے نتیجہ یہ اخذ ہوتا ہے کہ ابن مسعود رض نے اپنے قول میں جن اکابرین اسلام رض کا ذکر کیا ہے ان میں سے کوئی بھی اس بدعات ایجاد کے آغاز کے وقت موجود تھا اگر ہوتا بھی تو وہ ہرگز پسند نہ کرتا۔ کیونکہ یہ سنت رسول ص کے خلاف ہے۔

وسیلہ

قرآن میں اس لفظ سے مراد قرب الٰہی اور اردو میں اس کے معانی ذریعہ۔ بدولت واسطہ یا طفیل کے ہیں۔

بعض مصنفین نے "گیارہویں شریف" کے کتابچوں میں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو اپنی حاجت روائی میں لبطور وسیلہ بنانے پر بہت زور دیا ہے۔ چنانچہ اس کے جواب میں یہ چند صفحات تحریر کیے جارہے ہیں تاکہ ان کے غلط اعتقاد کی کلی کھل جائے۔

قرآن کریم میں وسیلہ کے لفظ کا ذکر حسب ذیل آیات مبارکہ میں آیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔

(المائدہ ۵: ۳۵)

ترجمہ: اے ایمان والو! خدا سے ڈرتے رہو اور اسکا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ تلاش کرتے رہو۔ جہاد کرو اس کی راہ میں تاکہ تم فلاح پاؤ۔

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا۔ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا۔

(بنی اسرائیل: ۵۶-۵۷)

ترجمہ: کہو (کہ اے مشرکو) جن لوگوں کی نسبت تمہیں (معبود ہونے کا) گمان ہے، ان کو بلا دیکھو، وہ تم سے تکلیف کے دور کرنے یا اس کے بدل دینے کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے۔ یہ لوگ جن کو (خدا کے سوا) پکارتے ہیں وہ خود اپنے پروردگار کے ہاں ذریعہ (تقرب) تلاش کرتے رہتے ہیں کہ کون ان میں (خدا کا) زیادہ مقرب (ہوتا) ہے اور اس کی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں۔ بے شک تمہارے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔

قرآن کریم کی ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں وسیلہ سے مراد قربت اور تقرب الٰہی مراد ہے۔ جو ایمان تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ سے ہو سکتا ہے۔ اس وسیلہ کے حق ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔

نیز اللہ رب العزت نے مشرکوں کو آگاہ کر دیا ہے کہ جن لوگوں کو معبود بنا کر تم اعتقاد رکھتے ہو کہ وہ تمہاری تکالیف دور کر دیں گے۔ یہ غلط ہے۔ وہ تو اللہ تعالےٰ کے تقریب کے لیے خود کوشاں رہتے ہیں۔

"غیر اللہ کے معبود والے مُشرکوں کی توجیہہ"

عجیب بات ہے کہ جب ان ناسمجھوں سے کہا جاتا ہے کہ ہمیں بتاؤ کہ کیا کوئی ایماندار اور اللہ سے ڈرنے والا ان باتوں کا حکم دے سکتا ہے۔ جو تم آج کرتے ہو، تو جواب ملتا ہے کہ ہم یہ سب کچھ اس لیے کرتے ہیں کہ ہم گناہ گار لوگ ہیں، ہماری پہنچ اللہ کے دربار تک کہاں، اور یہ اللہ والے بزرگ تھے ہم ان کو خوش کر کے اللہ کے یہاں وسیلہ بناتے ہیں تاکہ یہ ہماری

بات وہاں تک پہنچا دیں۔ آخر دنیا میں بادشاہ تک پہنچنا ہوتا ہے تو کیا درباریوں اور وزراء کو وسیلہ نہیں بنایا جاتا۔ یہ بالکل وہی بات ہے جو عرب کے لوگ اس وقت کہا کرتے تھے جب ان کو ٹوکا جاتا تھا کہ ایک مالک کو چھوڑ کر تم دوسروں کے پاس کیوں جاتے ہو۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں ان کا نقشہ یوں پیش فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى (الزمر: ۳)

ترجمہ: رہے وہ لوگ جنہوں نے اس کے سوا دوسرے سرپرست بنا رکھے ہیں (وہ اپنے اس فعل کی توجیہہ یہ کرتے ہیں کہ) ہم تو ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ اللہ تک ہماری رسائی کرا دیں۔

اور کبھی یوں کہتے ہیں کہ:

هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ (یونس آیتہ: ۱۸)

یعنی یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔

سچ ہے دنیا بھر کے لوگ ہمیشہ سے یہی کہتے آئے ہیں کہ ہم دوسری ہستیوں کی عبادت ان کو خالق سمجھتے ہوئے نہیں کرتے، خالق تو ہم اللہ ہی کو مانتے ہیں اور اصل معبود اسی کو سمجھتے ہیں، لیکن اسکی بارگاہ بہت اونچی ہے وہاں تک ہماری رسائی بھلا کہاں، اس لیے ہم ان بزرگوں کو وسیلہ بناتے ہیں تاکہ یہ ہماری دعائیں اور التجائیں اس تک پہنچا دیں، اور ہمارے سفارشی بنیں۔

کاش! انہیں معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ دنیا کے بادشاہوں سے بالکل مختلف ہے۔ دنیا کے بادشاہوں کو تو سوال کرنے والے کے حالات اور ضروریات کا کچھ علم نہیں ہوتا مگر مالک اس نقص سے پاک ہے، وہ تو ہر

انسان کے دل کی بات تک سے واقف ہے، اس کو اس کی ضرورت نہیں کہ اسکا کوئی وزیر اس تک خبر پہنچائے تب اسے معلوم ہو۔

دنیا کے بادشاہوں کی طرح وہ اپنے سرداروں اور وزیروں کے جھرمٹ میں نہیں رہتا کہ جب تک کوئی سردار یا وزیر اٹھ کر سفارش نہ کرے وہ کسی کی عرضداشت سننے پر رضامند ہی نہ ہو۔ اور نہ وہ دنیاوی بادشاہوں کی طرح تندمزاج اور غصہ ور ہے کہ کسی سائل کو خدام ادب کا ذریعہ چھوڑ کر براہِ راست اس کی خدمت میں کچھ عرض کرنے کا یارا نہ ہو اسی لیے اللہ تعالیٰ نے وزیر اور بادشاہ قسم کی غلط مثالیں بیان کرنے سے قرآن میں منع فرمایا ہے: اور بتلا دیا ہے کہ میں ہر بات کا علم بھی رکھتا ہوں اور اپنے بندوں کے لیے ارحم الراحمین ہوں، دوسرے ایسے نہیں ہیں۔

فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۔

(النحل: آیۃ ۷۴)

ترجمہ: پس اللہ کے لیے مثالیں نہ گھڑو۔ اللہ جانتا ہے، تم نہیں جانتے۔

(مالکِ حقیقی کا حال تو یہ ہے کہ وہ انسان سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔)

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَ نَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ (ق : ۱۶)

(ترجمہ) ہم نے انسان کو بنایا ہے اور ہم جانتے ہیں جو باتیں اس کے جی میں آتی ہیں، اور ہم اس سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

(ق: آیت ۱۶)

یہ ہے اللہ کا معاملہ، رہے دوسرے تو ان کو اپنے پکارنے والوں کی

پکار کی خبر ہی نہیں ہوتی ان تک پہنچ اور سفارش کرنا تو بعد کی بات ہے۔ یہ قرآن کریم کا اصلی مسئلہ ہے۔ اور قرآن نے اولیاء اللہ کو دعائیں پہنچانے والا، سمجھنے والے کو مشرک کہا ہے۔ ابوجہل کا سب سے مضبوط عقیدہ یہی تھا۔

پروردگار براہِ راست دُعاؤں کو سنتا ہے

یہی اللہ کے دربار تک دعاؤں کے پہنچانے کا مسئلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی لایا گیا تھا اور کہا جا رہا تھا کہ کیا ہماری بات براہ راست اللہ کے دربار تک پہنچ سکتی ہے اور کیا بغیر وسیلے کے ہماری دعائیں سنی جا سکتی ہیں۔ پروردگار عالم نے قرآن میں اسکا جواب ارشاد فرمایا: وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ (البقرۃ: ۱۸۶)

ترجمہ: اور اے نبی میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں تو انہیں بتا دو کہ میں ان سے قریب ہی ہوں۔ پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے، میں اس کی پکار کو سنتا اور جواب دیتا ہوں۔ لہٰذا انہیں چاہیئے کہ وہ میرا ہی حکم مانیں اور مجھ ہی پر ایمان لائیں۔ یہ بات تم انھیں سنا دو۔ شاید کہ وہ راہِ راست پالیں۔

غرض اسطرح سے بتا دیا گیا ہے کہ اگرچہ تم مجھے دیکھ نہیں سکتے۔ لیکن یہ خیال نہ کرو کہ میں تم سے دور ہوں۔ نہیں میں اپنے ہر بندے سے اتنا قریب ہوں کہ جب وہ چاہے مجھ سے عرض معروض کر سکتا ہے۔ حتیٰ کہ دل ہی دل میں وہ جو کچھ مجھ سے گزارش کرتا ہے میں اسے بھی سن لیتا ہوں، اور صرف سنتا ہی نہیں بلکہ

فیصلہ بھی صادر کر دیتا ہوں اور جن بے حقیقت اور بے اختیار ہستیوں کو تم نے اپنی نادانی سے حاجت روا، مشکل کشا اور فریاد رس قرار دے رکھا ہے ان کے پاس تو تم کو دوڑ دوڑ کر جانا پڑتا ہے اور پھر بھی وہ نہ تمہاری شنوائی کر سکتے ہیں اور نہ ان میں یہ طاقت ہے کہ تمہاری درخواستوں پر کوئی فیصلہ صادر کر سکیں اور میں کائنات بے پایاں کا فرمانروائے مطلق۔ تمام اختیارات اور تمام طاقتوں کا مالک، تم سے اتنا قریب ہوں کہ تم خود بغیر کسی واسطے اور سفارش کے براہِ راست ہر وقت اور ہر جگہ مجھ تک اپنی عرضیاں پہنچا سکتے ہو۔ لہٰذا تم اپنی اس نادانی کو چھوڑ دو کہ ایک ایک بے اختیار بناوٹی الٰہ کے در پر مارے مارے پھرتے ہو۔ میں جو حکم تمہیں دے رہا ہوں اس کو مان لو۔ میری طرف رجوع کرو۔ مجھ پہ بھروسہ کرو اور میری بندگی اور اطاعت کرو (ماخوذ)

حدیث میں ایمان، تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ پر مبنی اعمال کے وسیلہ کی مثال

عَنْ اِبْنِ عُمَرَؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ انْطَلَقَ ثَلَاثَۃُ نَفَرٍ مِّمَّنْ کَانَ قَبْلَکُمْ حَتّٰی اٰوَھُمُ الْمَبِیْتُ اِلٰی غَارٍ فَدَخَلُوْہُ فَانْحَدَرَتْ مُنْجَزَۃٌ مِنَ الْجَبَلِ فَسَدَّتْ عَلَیْھِمُ الْغَارَ فَقَالُوْآ اِنَّہٗ لَا یُنْجِیْکُمْ مِنْ ھٰذِہِ الصَّخْرَۃِ اِلَّآ اَنْ تَدْعُوا اللّٰہَ تَعَالٰی بِصَالِحِ اَعْمَالِکُمْ..... الخ

(بخاری و مسلم)

ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ تم سے پہلے لوگوں میں تین شخص سفر کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ رات آگئی اور رات گزارنے کے لیے وہ ایک غار میں داخل ہوگئے اور پہاڑ کی چٹان اوپر گری اور اس نے غار کے منہ کو بند کر دیا۔ ان تینوں نے آپس میں کہا کہ اس مصیبت سے تمہیں کوئی چیز نجات دلوانے والی نہیں ہے، الا یہ کہ تم اپنے نیک اعمال کے ذریعہ سے دعا کرو، ان میں سے ایک نے کہا کہ بارِ الٰہا میرے ماں باپ بوڑھے تھے اور جب تک میں ان کو کھلا پلا نہ لوں تو بال بچوں کو نہ کھلاتا تھا اور نہ جانوروں کو اور ایک روز درخت کی تلاش میں بہت دور نکل گیا اور جب واپس آیا تو دونوں سو چکے تھے میں نے دودھ دوہا تاکہ ان کو پلاؤں مگر ان کو سوتا ہوا پایا۔ میں نے نہ تو یہ پسند کیا کہ ان کو بیدار کروں اور نہ یہ ہی کہ ان سے پہلے کسی اور کو کھلاؤں اسطرح میں پیالہ ہاتھ میں لیے ان کے جاگنے کا انتظار کرتا رہا اور میرے بچے بھوک سے بے تاب ہو کر میرے قدموں میں لوٹتے رہے یہاں تک کہ فجر ہو گئی اور وہ دونوں جاگ اٹھے اور دودھ پی لیا اے مالک! اگر یہ میں نے تیری رضا جوئی کے لیے کیا ہو تو اس چٹان کی مصیبت کو ہم سے ہٹا دے، چٹان کچھ ہٹ گئی، مگر اتنی نہیں کہ وہ باہر نکل سکیں۔ اب دوسرے نے کہا کہ مالک میرے چچا کی بیٹی تھی۔ جو دنیا میں سب سے عزیز تھی۔ میں نے اس سے برے کام کا ارادہ کیا مگر وہ راضی نہ ہوئی۔ وقت گزرتا گیا یہاں تک کہ اس پر قحط سالی کا سخت وقت پڑا۔ وہ میرے پاس مدد مانگتی ہوئی آئی۔ میں نے اس کو ایک سو بیس دینار اس شرط پر دیئے کہ وہ میرے ساتھ برا کام کرے گی، وہ راضی ہو گئی، لیکن جب میں نے اس پر قابو پا لیا تو کہنے لگی، اللہ سے ڈر، اور مہر کو

ناجائز طریقہ پر نہ توڑ ۔ میں اس کے پاس سے ہٹ گیا ۔ حالانکہ وہ مجھے دنیا میں سب سے زیادہ عزیز تھی ۔ میں نے وہ دینار بھی اس کے پاس رہنے دیئے اور واپس نہیں لیے ۔ اے مالک ! اگر یہ سب کچھ میں نے تیری رضا کے لیے کیا تھا تو ہم کو اس مصیبت سے نجات دے ۔ چٹان کچھ اور ہٹ گئی ۔ مگر ابھی تک باہر نکلنا ان کے لیے ممکن نہ تھا ۔ تیسرے شخص نے کہا کہ بارِ الٰہا ! میں نے کچھ مزدوروں کو اجرت پر رکھا اور سب کو ان کی اجرتیں دے دیں لیکن ایک مزدور اپنی مزدوری لیے بغیر چلا گیا ۔ میں نے اس کی اجرت کو کام میں لگایا اور بہت سا مال نفع میں حاصل ہوا ۔ کچھ مدت کے بعد وہ مزدور آ گیا اور اس نے مجھ سے کہا کہ اے بندۂ خدا میری مزدوری مجھے دے دے ۔ میں نے اس سے کہا یہ سب کچھ جو دیکھ رہا ہے ' یہ اونٹ ' یہ گائیں ' یہ بھیڑیں ' یہ غلام ۔ یہ سب تیری ہی اجرت ہے ۔ وہ بولا ' اللہ کے بندے مجھ سے مذاق نہ کر ۔ میں نے جواب دیا ۔ میں تجھ سے مذاق نہیں کرتا (بلکہ حقیقی بات یہی ہے) پس اس نے سب کچھ لے لیا اور ہنکا لے گیا ۔ ایک چیز بھی نہ چھوڑی اے اللہ ! اگر میں نے یہ سب کچھ تیری رضا کے لیے کیا ہو تو ہماری اس مصیبت سے ہمیں نکال ۔ پس چٹان ہٹ گئی اور وہ تینوں باہر نکل کر چل دیئے ۔

(بخاری و مسلم)

ثابت ہوا کہ اللہ تعالےٰ کو اپنے ایمان و عمل کا واسطہ دینا صحیح ہے ۔ کسی کی ذات یا اس کے عملوں کا واسطہ دینا صحیح نہیں ۔

دُعا کے لیے زندوں کو وسیلہ بنانے کی مثال

یاد رہے کہ مُردوں کو کسی بھی صورت میں وسیلہ نہیں بنایا جا سکتا۔ جیسا کہ صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وصال کے بعد کسی معاملہ میں ایسا نہیں کیا۔ بلکہ حضرت عمر فاروقؓ نے قحط کے وقت بارش کے لیے آپؐ کے چچا حضرت عباسؓ کی دعا کو ان کی زندگی میں وسیلہ بنایا۔ اس کے برعکس مشرکوں کا سب سے شرک یہ تھا کہ وہ مُردوں کو اپنا سفارشی اور دعاؤں کا وسیلہ بنا کر پوجتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو سختی سے ڈانٹا اور اس فعل شنیع سے منع کیا۔ اے کاش کہ اصحاب قبور کو دعا کے لیے وسیلہ بنانے والوں کو یہ بھی خبر ہوتی کہ عمر بن خطابؓ نے نبیؐ کی وفات کے بعد ان کو دعا کے لیے وسیلہ نہیں بنایا اور نہ ہی نبیؐ کی قبر پر گئے۔ بلکہ عباس ابن عبد المطلب کو دعا کے لیے وسیلہ بنایا۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ اَنَّ عُمَرَؓ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ اِذَا قُحِطُوْا اَسْتَسْقٰى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَسْقِيْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا فَيُسْقَوْنَ۔ (بخاری ص۱۳۷ جلد ۱)

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ عمر بن خطابؓ جب قحط پڑتا تھا تو عباس بن عبد المطلبؓ سے بارش کے لیے دعا کرواتے تھے اور کہتے تھے کہ بار الٰہا ہم (پہلے) اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تیری طرف دعا کے لیے) وسیلہ بناتے تھے اور تو بارش برساتا تھا۔ (اب جبکہ وہ ہم میں نہیں ہیں) ہم اپنے نبیؐ کے چچا کو (دعا کے لیے) وسیلہ بناتے ہیں۔ مالک بارش بھیج۔

پھر بارش ہوتی۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۳۷)

اور حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں جو قحط "عام الرمادۃ" (راکھ کا سال) کے نام سے موسوم ہے ۱۸ھ میں گزرا ہے اس کے واقع کی تفصیل ابو صالح السمان جو عمر فاروقؓ کے خازن تھے، یوں بیان کرتے ہیں۔

فَلَمَّا صَعِدَ عُمَرُ مَعَ الْعَبَّاسِ الْمِنْبَرَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَللّٰهُمَّ اِنَّا تَوَجَّهْنَا اِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّكَ وَصِنْوِ اَبِيْهِ فَاسْقِنَا الْغَيْثَ وَلَا تَجْعَلْنَا مِنَ الْقَانِطِيْنَ ثُمَّ قَالَ قُلْ يَا اَبَا الْفَضْلِ۔ فَقَالَ الْعَبَّاسُ اَللّٰهُمَّ لَمْ يَنْزِلْ بَلَاءٌ اِلَّا بِذَنْبٍ وَلَمْ يُكْشَفْ اِلَّا بِتَوْبَةٍ وَقَدْ تَوَجَّهَ بِيَ الْقَوْمُ اِلَيْكَ لِمَكَانِيْ مِنْ نَبِيِّكَ وَهٰذِهٖ اَيْدِيْنَا اِلَيْكَ بِالذُّنُوْبِ وَنَوَاصِيْنَا بِالتَّوْبَةِ فَاسْقِنَا الْغَيْثَ فَاَرْخَتِ السَّمَآءُ شَآبِيْبَ مِثْلَ الْجِبَالِ حَتّٰى اَخْصَبَتِ الْاَرْضُ (حاشیہ بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۳۷)

ترجمہ: پس جب عمر رضی اللہ عنہ عباسؓ کے ساتھ منبر پر چڑھے تو عمر فاروقؓ نے کہا: اے مالک ہم تیرے نبیؐ کے چچا کے ذریعہ جو ان کے باپ کے بھائی ہیں تیری طرف رخ کرتے ہیں تو اے مالک ہمارے لیے پانی برسا اور ہمیں ناامید نہ کر۔ پھر انہوں نے عباسؓ سے کہا کہ ابو الفضل اب آپ دعا کریں۔ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مالک تیری کوئی بلا نازل نہیں ہوتی۔ مگر گناہ کی وجہ سے اور وہ دور نہیں ہوتی مگر توبہ سے۔ اور اس وقت قوم نے تیرے نبیؐ کی نگاہ میں میرے مقام کی وجہ سے تیری بارگاہ میں مجھے ذریعہ بنایا ہے تو اے مالک یہ گناہ آلود ہاتھ تیری بارگاہ میں اٹھے ہوئے ہیں اور ہماری پیشانیاں توبہ کے لیے تیرے سامنے جھکی ہوئی ہیں۔ بارِ الٰہا ہم پر بارش برسا۔ پس آسمان نے پہاڑوں جیسے دھانے کھول دیئے۔

اور زمین جی اٹھی (حاشیہ بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۳۷)

آخر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ فضیلت والی ذات کون سی ہے جس کا مرنے کے بعد دعا میں وسیلہ اختیار کیا جائے اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے زیادہ دین کو سمجھنے والا کون ہو سکتا ہے مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد وہ نبی کی قبر پہ جا کر نہ تو ان کی ذات کو وسیلہ بناتے ہیں اور نہ دعائے استسقاء کے وقت بلکہ نبی کے چچا عباسؓ جو دنیا میں زندہ تھے ان کو دعا کے لیے وسیلہ بناتے ہیں وہ دعا کرتے ہیں اور رمالک بارش برساتا ہے۔

ان احادیث مبارکہ سے بھی یہ ثابت ہوا کہ مُردوں کو نہیں۔ بلکہ زندوں کو دعا کے لئے وسیلہ بنایا جا سکتا ہے۔

آدمؑ کا نبی کی ذات کو وسیلہ بنانے کی غلط روایت

غضب تو یہ ہے کہ ایک ایسی روایت بھی لائی جاتی ہے جس میں آدمؑ سے گناہ سرزد ہو جانے کا قصہ بھی بیان کیا گیا ہے اور یہ بھی کہ پھر ان کی توبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرنے پر قبول ہوئی۔

لما اذنب آدم الذنب الذی اذنبہ رفع راسہٗ الی السماء فقال اسئلك بحق محمدؐ الا غفرت لی ... الخ۔

ترجمہ: جب آدمؑ سے گناہ سرزد ہو گیا تو انہوں نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر محمدؐ کے وسیلہ سے مغفرت کی دعا مانگی اللہ تعالیٰ نے دریافت فرمایا کہ "یہ محمدؐ" کون ہیں؟ آدمؑ نے جواب دیا کہ جب تو نے مجھے پیدا کیا تو میں نے سر اٹھا کر عرش کی طرف دیکھا اور وہاں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھا ہوا پایا تو میں سمجھ گیا کہ جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ رکھا ہے اس سے زیادہ عظمت والا کوئی نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ آدمؑ تم نے سچ کہا۔ وہ نبی آخر ہیں اور وہ تمہاری ہی اولاد سے ہوں گے اگر وہ نہ ہوتے تو تم بھی پیدا نہ کیے جاتے۔

اور ایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ کہ اے نبیؐ اگر آپ نہ ہوتے تو میں کائنات پیدا نہ کرتا۔ (فضائل ذکر فصل سوم صـ ۱۴۳) اللہ اللہ۔ یہ اللہؐ اور رسولؐ پر کس قدر شدید بہتان ہے قرآن میں تو اللہ تعالیٰ آدمؑ کی توبہ کی قبولیت کے سلسلہ میں یوں ارشاد فرماتا ہے۔ فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ

مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ؕ (البقرۃ آیۃ ۳۷)

ترجمہ: پس سیکھ لیں آدم نے اپنے رب سے چند باتیں، پھر متوجہ ہو گیا اللہ اس پر بیشک وہی ہے توبہ کو قبول کرنے والا مہربان (البقرہ آیت ۳۷)

اللہ تعالےٰ تو فرماتا ہے کہ ہم نے آدم کو توبہ کی دعا سکھائی اور اس کے برعکس یہ روایت کہتی ہے کہ یہ آدمؑ کو اپنا اجتہاد تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کو یہ دریافت کرنا پڑا کہ تم نے آخر محمدؐ کا (وسیلہ کیسے پکڑا)

مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وہ دعا جو اللہ تعالیٰ نے سکھائی اور جس کے ذریعہ توبہ قبول ہوئی قرآن میں بیان کر دی گئی ہے اور وہ یہ ہے:

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (الاعراف آیۃ ۲۳)

ترجمہ: آدمؑ و حوّا نے کہا اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہم کو نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور تباہ ہو جائیں گے۔ (الاعراف۔ آیت ۲۳)

دوسرا ظلم اس روایت میں یہ ہے کہ کائنات کی تخلیق کا باعث نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذات کو ٹھہرایا گیا ہے۔

حالانکہ قرآن فرماتا ہے کہ:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاریات آیت ۵۶)

ترجمہ: میں نے نہیں پیدا کیا جن و انس کو مگر اپنی بندگی کے لیے (الذاریات: ۵۶)

ثابت ہوا کہ تخلیق کائنات کی غایت بندگی الٰہی ہے نہ کہ ذاتِ نبویؐ۔ خود ذاتِ نبوی کو اللہ کی بندگی کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ مزید یہ کہ فنِ حدیث کے لحاظ سے بھی اس روایت کو ہر محدّث نے موضوع (گھڑی ہوئی) بنایا ہے۔ اس میں عبد الرحمٰن بن زید بن

اسلم راوی ہے اور اس پر یہ حکم لگایا گیا ہے۔

(میزان الاعتدال جلد ۲ صہ ۱۰۶)

قبرِ نبویؐ کی زیارت کی بناوٹی روایات

(۱) مَنْ زَارَ قَبْرِیْ حَلَّتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ (رواہ البزار فی مسندہ)

ترجمہ: جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت لازم ہو گئی (رواہ البزار)

سند یوں لائے ہیں: حدثنا قتیبہ حدثنا عبد اللہ بن ابراھیم حدثنا عبد الرحمٰن بن زید عن ابیہ عن ابن عمرؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مَنْ زَارَ قَبْرِیْ حَلَّتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ۔

یہ روایت ائمہ حدیث کے نزدیک ضعیف اور منکر ہی نہیں بلکہ موضوع کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے اس کے اندر عبد اللہ بن ابراہیم ہے جو ابو عمرو الغفاری کا بیٹا ہے اور یہ ایسا راوی ہے جو منکر روایتیں بیان کرتا تھا اور بعض ائمہ حدیث نے اس کو کاذب (جھوٹا) اور وضاع الحدیث (جھوٹی روایتیں بنانیوالا) کہا ہے۔ امام ابوداؤد کا قول ہے کہ یہ شیخ (راوی) منکر الحدیث ہے۔ امام الدارقطنی کہتے ہیں کہ اس کی روایتیں منکر ہوتی ہیں۔ اور امام الحاکم کہتے ہیں کہ عبد اللہ ثقات (سچے) راویوں کے نام سے گھڑی ہوئی روایتیں بیان کرتا ہے اور اس کے دوسرے ہم سبق ان جھوٹی روایتوں کو بیان نہیں کرتے۔ خود امام البزار اس روایت کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ عبد اللہ بن ابراہیم کی اس روایت اور دوسری روایتوں کو کوئی دوسرا بیان نہیں کرتا۔ (میزان الاعتدال۔ جلد ۲۔ صہ ۲۰-۲۱)

یہاں یہ بات سمجھ لینی چاہیئے کہ احادیث کے جمع کرنے والے امام کبھی

کبھی صحیح ۔ حسن ۔ ضعیف ۔ موضوع ساری قسم کی روایتوں کو امت کی معلومات کے لیے لکھ دیتے ہیں اور اس کے بعد جو ان روایتوں کی حیثیت ہوتی ہے اس کو بھی بیان کر دیتے ہیں ۔ ظلم تو وہ کرتے ہیں جو روایت تو لکھ دیتے ہیں مگر جو تبصرہ محدث نے کیا تھا اس کو چھوڑ جاتے ہیں اس طرح سے امت کی گمراہی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے ۔ زیارت قبر نبویؐ کے سلسلہ کی ساری روایتوں کا یہی حال ہے اور ان دوسری روایتوں پر بحث بھی ایسی ہی ہے ۔ بلال حبشیؓ کے شام سے مدینہ منورہ کی طرف قبر نبویؐ کی زیارت کے لیے سفر والی روایت بھی ناقابل اعتبار ہے کیونکہ یہ اثر بھی غریب اور منکر ہے ۔ اسکی اسناد مجہول ہے اور اس میں انقطاع ہے ۔ اس میں محمد بن الفیض الغسانی کا ابراہیم بن محمد سے تفرد ہے اور ابراہیم بن محمد مجہول ہے ۔ اس کے متعلق کچھ معلوم نہیں کہ وہ کون تھا اور کیا اس کی حیثیت تھی ۔ اور یہی حال عمر بن عبد العزیزؒ کے قبر نبویؐ پر سلام پہنچانے والے اثر کا بھی ہے غلط اور بناوٹی ۔ اس میں رباح بن بشیر راوی مجہول ہے اور عبداللہ بن جعفر ضعیف ہے اور حاکم بن دردان نے کبھی عمر بن عبد العزیزؒ سے ملاقات نہیں کی ۔

اس ساری بحث کا مطلب یہ ہے کہ قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اور آدمؑ کا نبیؐ کی ذات کو وسیلہ بنانے کے متعلق جو بھی روایات ہیں سب کی سب محدثین و علماء کرام کی رائے میں من گھڑت ہیں ۔ کیونکہ ان کے راوی قابل اعتبار نہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت وجاہ کا وسیلہ مانگنا

بعض جاہل اور پرلے درجہ کے غبی لوگوں نے ایک روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْئَلُوْهُ بِجَاهِیْ فَاِنَّ جَاهِیْ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمٌ۔

ترجمہ: جب تمہیں اللہ سے سوال کرنا ہو تو میرے جاہ کے واسطہ سے سوال کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میرا جاہ و مرتبہ بہت بڑا ہے۔ یہ روایت جھوٹ کا طومار ہے علمائے حدیث جن کتب حدیث پر اعتماد کرتے ہیں۔ ان میں اس حدیث کا نام ونشان تک نہیں ملتا۔ بلاشبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا مقام ومرتبہ اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں بہت بلند ہے۔ اس کے باوجود کسی بھی عالم حدیث نے آپ کے جاہ کے واسطہ سے سوال کرنے کا کہیں ذکر نہیں ہے۔

(حوالہ کتاب الوسیلہ مؤلفہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ مترجم ضیغم الانصاری۔ ناشر اسلامی اکیڈمی اردو بازار لاہور۔ صفحہ ۲۸۴

نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وفات کے بعد اُن کی ذات کو وسیلہ بنانا

اس سلسلہ میں بھی بے حساب گمراہیاں امت کے اندر رواج پاگئی ہیں۔ قرآن کریم کی آیت :-

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (سورۃ النساء آیۃ ٦٤)

ترجمہ : اور اگر یہ لوگ اپنے نفسوں پر ظلم کرنے کے بعد تیرے پاس آجاتے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے اور تو بھی ان کے واسطے استغفار کرتا تو یقیناً وہ اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا اور رحم کرنے والا پاتے (سورۃ النساء ٦٤)

اس آیت سے بعض ناواقف یہ نکالنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جس طرح زندگی میں لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس استغفار کروانے آیا کرتے تھے اسی طرح اب ان کی وفات کے بعد قبر پر آکر یہی کام کرنا چاہیئے مگر کسی ایک صحابی سے بھی صحیح روایت میں یہ بات ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر جاکر دعا کی درخواست کی ہو۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قحط کے زمانے کا وہ واقعہ جو پچھلے اوراق میں گزر چکا ہے اس کی روشن مثال ہے۔ صحابہ کرام اور صحابیات رضی اللہ عنہم پر کیسے کیسے سخت وقت آئے ہیں۔ ابوبکرؓ کو فتنہ ارتداد کا سامنا کرنا پڑا۔ عمر فاروقؓ کو قحط کی مصیبت نے گھلا دیا۔ عثمانؓ کے خلاف باغیوں نے کیا کچھ نہیں کیا۔ باغیوں کے حصار کو توڑ کر کبھی کبھی مسجد نبویؐ میں وہ آئے ضرور مگر قبر نبویؐ پر جاکر دعا کی درخواست نہیں کی۔ جنگ جمل وصفین میں کونسی مصیبت

ہے جس سے امت دو چار نہیں ہوئی۔ مگر نہ عائشہ رضؓ قبر نبوی ؐ پر دعا کی درخوا
کے لیے گئیں، اور نہ علی رضؓ۔

اسی طرح اصحاب قبور سے توسل کی تائید میں بعض اور روایات بھی لائی
جاتی ہیں لیکن یہ ساری روایتیں بے اصل اور بناوٹی ہیں۔

(۱) پہلی روایت : جاء اعرابی الیٰ قبر النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلّم فرمی بنفسہ علیٰ قبر النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلّم۔ فقال جئت لتستغفر لی فنودی من القبر انہ قد غفر لك۔

ترجمہ : ایک بدو قبر نبوی ؐ کے پاس آیا، اور اپنے آپ کو قبر پر گرا دیا
اور کہا کہ میں آپ ؐ کے پاس اس لیے آیا ہوں کہ آپ ؐ میرے لیے استغفار کریں۔
پس قبر نبوی ؐ سے آواز آئی کہ تجھے معاف کر دیا گیا۔ یہ روایت بالکل موضوع ہے۔
اس میں ایک راوی ہیثم بن عدی طائی ہے جسے محدّثین نے کذّاب اور وضاع
(جھوٹا اور روایتیں گھڑنے والا) کہا ہے۔ یحییٰ ابن معین کہتے ہیں کہ وہ کذّاب ہے
جھوٹی روایتیں بنایا کرتا تھا۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ وہ کذّاب ہے۔

(لسان المیزان۔ جلد ۶ صہ ۲۰۹)

(۲) دوسری روایت : عثمان بن حنیف رضؓ سے روایت کی جاتی ہے
کہ ان رجلا ضریر البصر اتی النّبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال ادع اللّٰہ ان یعافینی .... اللّٰھم انی اسئلك واتوجّہ الیك بنبیك صلی اللّٰہ علیہ وسلم نبی الرحمۃ۔

ترجمہ : عثمان بن حنیف رضؓ سے روایت کی جاتی ہے کہ ایک مرد
نابینا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم کی خدمت میں آیا اور کہا کہ آپ ؐ دعا فرمائیں
کہ اللّٰہ تعالیٰ مجھے بینا کر دے .... پھر ان صاحب نے کہا کہ پروردگار میں

تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف تیرے نبیؐ نبی الرحمت کے ذریعے رخ کرتا ہوں۔

یہ واقعہ بعض روایتوں میں آپؐ کی زندگی کا ہے اور بعض میں آپؐ کی وفات کے بعد کا۔ لیکن اس کے ہر ایک طریق میں ابو جعفر ہے جس کو امام مسلم وضاع (حدیثیں گھڑنے والا) بتاتے ہیں۔ (خطبہ صحیح مسلم صہ ۶/۵) امام نووی کہتے ہیں کہ ابو جعفر المدنی وضاع ہے (شرح مسلم نووی صہ ۱۷ جلد ۲) اسی طرح امام احمد بھی اس کو وضاع کہتے ہیں۔ (میزان الاعتدال جلد ۲ صہ ۸۷)

دوسری طرف اس غلط روایت میں بھی ذات کی بجائے دعا کا وسیلہ ہے۔

قبرِ نبیؐ کے وسیلہ سے بارش کی من گھڑت حدیث

ایک غلط روایت یہ بنائی گئی ہے کہ اہل مدینہ پر شدید قحط پڑا۔ لوگوں نے عائشہؓ سے شکایت کی تو عائشہؓ نے کہا کہ نبیؐ کی قبر کے اوپر روشندان بنا دو تاکہ قبر اور آسمان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ رہے۔ پس لوگوں نے یہی کیا اور ایسی بارش ہوئی کہ اسکی زرخیزی سے سبزہ لہلہا اٹھا اور اونٹ چربی کی زیادتی سے پھول گئے اور اسکا نام "عام الفتق" پڑ گیا۔ (سنن دارمی صہ ۲۵ مشکوٰۃ صہ ۵۴۵) مگر تاریخی شواہد سے روضۂ اطہر کی مرمت کے وقت اس روشندان کا نشان نہ ملا۔ علاوہ ازیں اس روایت کی سند یوں ہے:

حدثنا ابو النعمان ثنا سعید بن زید بن زید ثنا عمرو بن مالك النكری ثنا ابو الجوزاء:

اس روایت میں متعدد کمزوریاں ہیں (۱) سعید بن زید کو نسائی نے

کہا ہے کہ قوی نہیں ہے۔ یحییٰ بن سعید کہتے ہیں کہ ضعیف ہے (میزان الاعتدال جلد ا صـ۲۸۱ (۲) ابوالجوزاء کا عائشہ رضؓ سے سماع نہیں ہے۔ امام بخاری کہتے ہیں۔ "فی اسنادہ نظر" ثابت ہوا کہ یہ روایت منقطع بھی ہے اور ضعیف بھی۔ (التاریخ الکبیر اللبخاری صـ۱۸-۱۷ جلد ۲ قسم ۲۔ میزان الاعتدال جلد ا صـ۱۲۹۔ تہذیب التہذیب جلد ا صـ۳۸۴)

بعض حضرات جو یہ کہتے ہیں کہ ہم بزرگوں کی قبروں پر اس لیے حاضری دیتے ہیں کہ وہاں اللہ کے نیک بندے دفن ہیں اور وہاں دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں تو یہ بات بے اصل ہے اور اس چیز سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا ہے۔

غیر شرعی اور بدعتی دعائیں غیر حاضر یا مُردوں سے مانگی جاتی ہیں

بحوالہ کتاب الوسیلہ تالیف شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ مترجم ضیغم الانصاری ناشر اسلامی اکیڈمی اردو بازار لاہور (صفحہ ۳۲۹ - ۳۳۰)

حسب ذیل بدعتی اور غیر شرعی دعائیں ہیں۔ جو ان لوگوں سے مانگی جائیں جو غیر حاضر ہو یا فوت ہو چکا ہو۔ اس معاملہ میں انبیاء و صلحا سب برابر ہیں۔

۱۔ یا سیدی میری مدد فرما۔
۲۔ میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔

(۳) میں تجھ سے فریاد کرتا ہوں۔
(۴) دشمن کے خلاف میری مدد کر۔
(۵) مجھے بخش دے اور میری طرف نظرِ کرم فرما۔
(۶) میرے لیے اللہ سے دعا کرو۔
(۷) میرے لیے اللہ سے سوال کریں۔

امام صاحب نے صفحہ ۳۳۰ پر یہ بھی درج کیا ہے کہ عیسائی حضرت مریمؑ سے ایسی ہی دعائیں مانگتے ہیں۔ اور پھر آگے چل کر صفحہ ۳۳۷ پر تحریر ہے کہ حضرت موسٰیؑ نے بنی اسرائیل کو مُردوں سے دعائیں مانگنے سے منع فرمایا۔ اور واضح کر دیا کہ ایسا فعل اللہ تعالٰی کے عذاب کا موجب ہوگا۔

وسیلہ کے جواز پر علامہ آلوسیؒ تفسیر روح المعانی کے مصنّف کی بحث

چنانچہ علامہ موصوف تحریر فرماتے ہیں :

الاستعانة بمخلوق وجعله وسيلة بمعنى طلب الدعاء منه لا شك فى جوازه ان كان المطلوب منه حيًا واما اذا كان مطلوب منه ميتًا او غائبًا فلا يستريب عالم انه غير جائز وانه من البدع التى يفعلها احدٌ من السلف ولم يروعن احدٍ الصحابة رضى الله عنهم وهم احرص الخلق علىٰ كلّ خير انه طلب من ميت شيئًا ۔

(روح المعانی جلد ۶ ۔ ص ۱۲۵)

ترجمہ : کسی شخص سے درخواست کرنا اور اس کو اس معنی میں وسیلہ بنانا کہ وہ دعا کرے ۔ اس کے جائز ہونے میں کوئی شک نہیں ہے بشرطیکہ جس سے درخواست کی جارہی ہو وہ زندہ ہو ۔ دوسری طرف میّت یا غائب شخص سے دعا کرانے کے ناجائز ہونے میں کسی عالم کو بھی شک نہیں ہے اور یہ ایک ایسی بدعت ہے جس کا ارتکاب سلف میں کسی نے نہیں کیا صحابہ اکرامؓ سے بڑھ کر نیکی اور ثواب کا حریص اور کون ہوا ہے لیکن کسی ایک صحابی سے بھی منقول نہیں کہ انہوں نے صاحب قبر سے کچھ طلب کیا ہو ۔

(تفسیر روح المعانی جلد ۶ ص ۱۲۵)

یہی بات امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف سے ثابت ہے ابوالحسین

قدوری اپنی فقہ کی کتاب "البشرح الکرخی" کے باب الکراہتہ میں لکھتے ہیں کہ:

قال بشرؒ بن الولید حدثنا ابو یوسفؒ قال ابو حنیفہؒ لا ینبغی لاحدٍ ان یدعو اللّٰہ الا بہٖ واکرہ ان یقول بحق خلقک۔ وھو قول ابو یوسفؒ قال ابو یوسفؒ اکرہ ان یقول بحق فلانٍ او بحق انبیائک ورسلک وبحق البیت الحرام والمشعر الحرام۔ قال القدوری۔ المسئلۃ بخلقۃ لا تجوز لانہ لا حق الخلق علی الخالق فلا تجوز وفاقا۔

ترجمہ: بشر بن ولید کہتے ہیں کہ مجھ سے امام ابو یوسفؒ نے بیان کیا کہ امام ابو حنیفہؒ نے کہا کہ کسی کے لیے اللہ تعالےٰ کے بجز اس کی ذات اور صفات کے حوالہ دے کر دعا کرنا جائز نہیں ہے اور میں نا جائز سمجھتا ہوں کہ کوئی یوں کہے کہ بحق تیری مخلوق کے اور یہی قول ابو یوسفؒ کا ہے کہتے ہیں کہ میں بھی نا جائز سمجھتا ہوں کہ کوئی یوں کہے کہ بحق تیرے نبیوں کے یا بحق تیرے رسولوں کے یا بحق بیت الحرام یا بحق مشعر الحرام۔ اس کے بعد امام قدوری کہتے ہیں کہ خدا سے اس کی مخلوق کا واسطہ دے کر سوال کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ کسی مخلوق کا بھی خالق پر کوئی حق نہیں ہے کہ وہ اسے ادا کرے یہی بات احناف کے مسلک کی سب سے معتبر کتاب "ہدایہ" کی کتاب الکراہیۃ میں ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

ویکرہ ان یقول فی دعائہٖ بحق انبیائک ورسلک لانہ لاحق للمخلوق علی الخالق (ھدایہ جلد ۴ ص۴۵۹ سطر ۳-۴)

ترجمہ: اور جائز نہیں کہ کوئی اپنی دعا میں یوں کہے کہ بحق فلاں۔ یا اپنے انبیاء

اور رسولوں کے حق کے طفیل یا صدقہ میں کیونکہ خالق پر کسی مخلوق کا کوئی حق نہیں ہے۔ یہ کہنا بھی :

اللّٰھم اسألك بحق فلان عبدك او بجاھه او حرمته او نحو ذالك مكروه كراهة تحريم عند جميع متون الحنفية و هي كالحرام في العقوبة بالنار عند محمدؒ"

ترجمہ : اے اللہ میں تجھ سے فلاں بندے کے حق کے واسطے سے سوال کرتا ہوں۔ یا یوں کہے کہ اس کے جاہ کے واسطے سے یا اس کی حرمت کے واسطہ سے سوال کرتا ہوں۔ مکروہ تحریمی ہے اور یہ بات احناف کی ساری کتابوں کے متنوں میں لکھی ہوئی ہے امام محمدؒ کے نزدیک یہ کہنا ایسا حرام ہے کہ اس پر آگ کا عذاب ہوگا۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ 'کرہ' کا لفظ حدیث اور عبارات سلف میں مکروہ تنزیہی سے لیکر حرام تک کے لیے استعمال ہوتا تھا اور یہاں مکروہ تحریمی کے لیے آیا ہے۔

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے دعائے وسیلہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنے کے متعلق احادیث بہت واضح اور مشہور ہیں۔ آپؐ نے امت کو یہ حکم بھی دیا ہے کہ وہ آپ کے "وسیلہ" فضیلہ اور مقامِ محمود کے لیے بھی دعا کرے۔ صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمر سے روایات ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"جب آپ مؤذن کی آواز سنیں تو جو کچھ وہ کہتا ہے تم بھی اس کو دہراؤ پھر مجھ پر درود پڑھو۔ جو شخص مجھ پر درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل کرتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لیے "وسیلہ" کی دعا کرو۔ یہ جنت میں ایک مقام ہے۔ اللہ کے تمام بندوں میں سے صرف ایک بندہ ہی اس کے لائق ہے۔ میں امید رکھتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا۔ پس جس نے اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلہ کی دعا کی، قیامت کے دن اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی۔

صحیح بخاری میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَالَ حِيْنَ سَمِعَ النِّدَاءَ اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ، اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ نِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ، اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ، حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

جس شخص نے اذان سن کر یہ دعا پڑھی، اے ہمارے اللہ! اس

مکمل دعوت، کھڑی ہونے والی نماز کے رب، محمدؐ کو وسیلہ، فضیلہ اور بلند مرتبہ عطا فرما اور اس کو مقامِ محمود پر اٹھا جس کا تو نے اس سے وعدہ کیا ہے۔ بیشک تو وعدہ خلافی کرنے والا نہیں"۔ تو قیامت کے دن اس پر میری شفاعت واجب ہو گئی۔

نوٹ: جملہ۔"انک لا تخلف المیعاد" بخاری میں موجود نہیں۔ البتہ بیہقی نے اسے روایت کیا ہے اور صحیح نہیں ہے۔ دیکھیے کتاب " فضل الصلوٰۃ علی النبی ص۴۹"

پس معلوم ہوا کہ" وسیلہ" سے مراد" قرب الٰہی" ہے اور اس سے کسی کی ذات کو اللہ کے حضور وسیلہ بنانا مقصود نہیں۔

گیارہویں جوکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا چالیسواں اور عرس اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے عرس کا انعقاد ہے سُنتِ رسولؐ کا مغیّر اور مخالف ہونے کی وجہ سے مردود اور بدعت اور ضلالت ہے جیسا کہ حسبِ ذیل فتاویٰ سے تصدیق ہوتی ہے ۔

شیخ عبدالحق دہلویؒ کا فتاویٰ

شیخ صاحب لکھتے ہیں :۔

(۱) " ولازم است اتباع سنّت سنیہ او در عبادات و عادات و اعتقاد باید کرد کہ ہر چہ خلافِ سنّت و طریقۂ اداست باطل است و ہر چہ پیدا کردہ اند ہر کہ پیدا کردہ است ازانچہ بداں تغیّر سنّت و مخالفت آں لازم آید قولاً و عملاً و اعتقاداً ضلالت است و مردود قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو ردّ و فرمود کل بدعۃ ضلالۃ و گفتہ اند ہرگز در ولی کہ گرفتارِ بدعت است نورِ ولایت درنیاید"۔ (مکتوبات شیخ صـ۹۴ بر حاشیہ اخبار الاخیار) ۔

حضرت شیخ صاحبؒ کی اس عبارت میں ایک تو یہ واضح کیا گیا ہے کہ جو چیز جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سُنت کی مُغیّر اور مخالف ہو وہ بدعت ضلالت اور مردود ہے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر نو ایجاد اور احداث

مردود نہیں دنیوی ہو یا دینی ۔ بلکہ وہ احداث مردود ہے جو سنّت کا مغیّر اور مخالف ہو۔ دوسرا یہ امر واضح ہوُا کہ عبادات، عادات اور اعتقاد تمام چیزوں میں سُنّت کی پیروی لازم ہے اور اس کی مخالفت بدعت اور مردود ہے۔ تیسرا یہ امر واضح ہوا کہ کل بدعة ضلالة سے ہر نیا کام مراد نہیں بلکہ بقول شیخ صاحبؒ اس سے شرعی بدعت مراد ہے جو سنّتِ سنیہ کے مخالف ہو، اور چوتھا یہ امر واضح ہوُا کہ بدعتی میں نورِ ولایت کبھی نہیں آسکتا۔ اس لئے کہ نُورِ ولایت تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہوتا ہے اور بدعتی اس سے سراسر محروم ہوتا ہے۔

(۲) شیخ صاحبؒ مزید لکھتے ہیں کہ:

اتباع ہمچناں کہ در فعل واجب است در ترک نیز می باید پس آنکہ مواظبت نماید بر فعل آنچہ شارع نکردہ باشد متبدع بود، کذا قال المحدّثون

ترجمہ:۔ اتباع جیسے فعل میں واجب ہے اسی طرح ترک میں بھی اتباع ہوگی سو جس نے کوئی ایسا کام ہمیشہ کرنا شروع کر دیا۔ جو شارع نے نہیں کیا تو وہ بدعتی ہوگا۔ اسی طرح محدّثین کرامؒ نے فرمایا ہے۔

(اشعتہ اللمعات ج ۱ صـ۲۰)

لہٰذا ان فتاویٰ کی رو سے گیارہویں کا ختم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کے مغیر اور مخالف ہونے کے ناتے ایک بدعت اور ضلالت (گمراہی) ہے اور حدیث کے مطابق ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح سے منسوب شدہ روایات کا گیارہویں کے ثبوت سے کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ مشاہدہ فرمائیے ذیل کے اقتباسات

قَدِ اشْتَهَرَ فِیْ دِیَارِنَا هٰذَا الْیَوْمُ الْحَادِیْ عَشَرَ وَهُوَ الْمُتَعَارَفُ عِنْدَ مَشَائِخِنَا مِنْ اَهْلِ الْهِنْدِ مِنْ اَوْلَادِهٖ

(ماثبت بالسنۃ)

ترجمہ:۔ یعنی ہمارے شہروں میں گیارہویں شریف کا دن مشہور ہے اور یہی ہمارے مشائخ جو پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں۔ اُن کے نزدیک متعارف ہے۔"

اس روایت اور ذیل کے شعر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شیخ صاحب کے زمانہ میں شیخ عبدالقادر جیلانی کا خاندان صرف گیارہویں مناتا تھا۔

تیرے جد کی ہے بارہویں غوث اعظم رض
ملی ہے تجھے گیارہویں غوث اعظم رض

نیز اپنی کتاب اشعۃ اللمعات باب زیارت قبور میں فرماتے ہیں کہ روح میت سے آید خود شب جمعہ، پس منتظر ہے کند صدقہ مے دہند نزے یانہ" یعنی جمعرات کو روح اپنے گھر میں آکر نظر کرتی ہے کہ لوگ اس کی طرف سے صدقہ دیتے ہیں یا کہ نہیں - یہ اس زمانہ کے اوہام باطلہ میں سے ایک رسم

______ تھی جو کہ بیان کی گئی معلوم ہوتی ہے کیونکہ جمعرات کے دن صدقہ وخیرات کے متعلق گیارہویں کا ختم کرنے والے فرقہ بریلوی کے بانی مبانی مولوی احمد رضا خان سے جب کسی نے یہ سوال کیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلاں درخت پر شہید مرد ہیں۔ اور فلانے طاق میں شہید مرد رہتے ہیں۔ اس درخت اور اس طاق کے پاس جاکر جمعرات کو فاتحہ شیرینی اور چاول وغیرہ پر دلاتے ہیں۔ الخ۔ خان صاحب لکھتے ہیں۔

الجواب:۔ یہ سب واہیات وخرافات اور جاہلانہ حماقات وبطالات ہیں ان کا ازالہ لازم ہے۔

(بلفظہ احکام شریعت حصہ اول ص۱۳، ص۱۴۱)

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ کی تصویر کے حسب ذیل دونوں رُخ کا مشاہدہ فرمائیں

تصویر کا پہلا رُخ (منفی) بلخلافِ شرعی احکام

تعیّن ایام برائے ایصال ثواب جائز

روزِ سیوم ہجوم مردم آں قدر بود کہ بیروں از حساب است ہشتاد و یک کلام اللہ بشمار آمد و زیادہ ہم شدہ باشد و کلمہ را حصر نیست۔

"فرماتے ہیں جب والد شاہ ولی اللہ علیہ کا تیجا ہوا تو اس قدر ہجوم تھا کہ شمار سے باہر تھا اکیاسی قرآن پاک ختم ہوئے اور کلمے شریف کا تو کوئی اندازہ ہی نہیں۔"

نیز فرماتے ہیں۔

(طعامیکہ ثواب آں نیازِ امامین نمایند۔ بر آں قل و فاتحہ و درود خواندن متبرک می شود و خوردن آں طعام بسیار ثواب است) (فتاویٰ عزیزیہ)

"جس کھانے پر حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما کی نیاز دلائیں اس پر قل شریف، فاتحہ اور درود شریف پڑھنا باعثِ برکت ہے اور اُس کا کھانا ثواب ہے۔"

اگر مالیدہ و شیر برنج بر فاتحہ بزرگ بقصد ایصالِ ثواب بروح ایشاں پختہ بخورند مضائقہ نیست۔

"یعنی اگر مالیدہ اور دودھ چاول کسی بزرگ کی فاتحہ کے لیے اُن کی رُوح کو ثواب پہنچانے کی نیت سے پکا کر کھائیں تو مضائقہ نہیں۔"

نیز فرماتے ہیں" اگر فاتحہ بنام بزرگے وادہ شد، پس اغنیاء را ہم خوردن ازاں جائز است۔" (فتاویٰ عزیزیہ)

اگر کسی بزرگ کے نام کی فاتحہ کی گئی تو مالداروں کو بھی اس میں سے کھانا جائز ہے۔"

نیز شاہ صاحب اپنے والدؒ کا ہمیشہ عُرس کرایا کرتے تھے مولوی عبدالحکیم پنجابی نے اُن پر اعتراض کیا کہ تم نے عرس کو فرض سمجھ لیا ہے۔ جو ہر سال کراتے ہو۔ شاہ صاحب نے جواب دیا کہ طعن کرنے والا میرے حال سے ناواقف ہے کہ فرضِ شرعیہ کے سوا کوئی شخص کسی چیز کو فرض نہیں جانتا ہے۔ البتہ زیارتِ قبور اور صالحین کے مزارات سے فیض حاصل کرنا اور تلاوتِ قرآن اور دُعاء خیر کرنا شیرینی اور کھانا تقسیم کرنا امر مستحسن اور باتفاقِ علماء جائز ہے اور عُرس کا دن بہ نسبت کارِ خیر عرس مبارک کیا جائے تو نجات کا سبب ہے۔ بعد میں آنیوالوں کے لئے لازم ہے کہ اپنے بزرگوں کے ساتھ فاتحہ درُود اور عُرس وغیرہ کا احسان کرتے رہیں۔ (زبدۃ النصائح)

(حضرت شاہ صاحب کے فتاویٰ میں تصویر کا دوسرا (مثبت) رُخ اگلے صفحات پر ملاحظہ ہو۔)

(ب) تصویر کا دوسرا رُخ (مثبت) ایصال ثواب کیلئے تعیّن ایام بخلافِ شرعی احکام بدعات !

ایصالِ ثواب کے لئے ربیع الاوّل کی تعیین بھی بدعت ہے!

چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ صاحبؒ سے کسی نے سوال کیا تھا۔

سوال :۔ پختن طعام در ایام ربیع الاوّل برائے خدا درسانیدن ثواب آں بروح پُرفتوح حضرت سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت امام حسین علیہ السّلام در ایام محرّم و دیگر آلِ اطہار سیّد مختار صحیح است یا نہ -؟

جواب :۔ برائے ایں کار وقت و روز تعیین نمودن و ماہے مقرر کردن بدعت است آرے اگر وقتے بعمل آرند کہ در آں ثواب زیادہ شود مثل ماہِ رمضان کہ عمل بندۂ مومن بہ ہفتاد درجہ ثواب زیادہ دارد مضائقہ نیست زیرا کہ پیغیبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم برآں ترغیب فرمودہ اند بقول حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ رض و ہر چیز کہ برآں ترغیب صاحب شرع و تعیینِ وقت نباشد آں فعل عبث است و مخالفِ سنّت سید الانام مخالفتِ سنّت حرام است پس ہرگز روانباشد واگر دلش خواہد مخفی خیرات کند در ہر روز یکہ باشد تا نمود نشود "۔

(فتاویٰ عزیزی ج صـ ۹۳)

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ ذیل کے سوال کا جواب بھی تحریر فرماتے ہیں۔

سوال :۔ برائے زیارتِ قبور روز معین نمودن یا روز عرس ایشاں کہ معین

است رفتن درست است یا نہ؟

جواب: "برائے زیارتِ قبور روز معین نمودن بدعت است واصل زیارت جائز و تعین وقت در سلف نبود وایں بدعت ازاں قبیل است کہ اصلش جائز است وخصوصیتِ وقت بدعت مانند مصافحہ بعد العصر کہ در ملک توران وغیرہ رائج است و روز عرس برائے یاد دہانیدن وقتِ دُعا برائے میت اگر باشد مضائقہ ندارد لیکن التزام آں نیز بدعت است از ہماں قبیل کہ گزشت"

(فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۸۹)

اس محقق و محدث دہلویؒ کے فتاویٰ سے اخذ شدہ نتائج:

(تصویر کے رخ (ا) اور (ب) کا موازنہ)

(۱) یا فتاویٰ جز (ا) کے واقعات کا تعلق حضرت شاہ صاحب کی زندگی کے اس دور سے ہے۔ جبکہ دہلی اور گرد و نواح میں اسلامی شریعت اچھی اچھی طرح اشاعت پذیر نہیں ہوئی تھی۔ اور سب محدثین دہلوی کے متعلق یہ مفروضہ عام لوگ اختیار کرتے ہیں۔

(۲) یا یہ کہ جز (ا) کے اقتباسات میں رد و بدل کر کے بیان کیا گیا ہے۔

(۳) کیونکہ جز (ب) کے فتاویٰ میں ایصال ثواب کے لئے تعین ایام کو ناجائز اور بدعات گردانا گیا ہے۔ جبکہ جز (ا) کے واقعات ان فتاویٰ کے متضاد بیان ہوئے ہیں۔

(۴) اگر وقت یعنی ایام۔ مہینوں وغیرہ کا تعین نہ کیا جائے تو ایصال ثواب کے لئے کھانا کھلانا اور اس پر بلا اُجرت قرآن کریم سے ختم پڑھ کر میت

کی روح کو بخشنا باعث ثواب ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں تاہم دن مقرر کر کے سال بسال عرس کی طرح اس کو جاری وساری رکھنا بدعت ہے۔ جیسا کہ حضرت شاہ صاحب نے جز (ب) کے تحت اپنے فتاویٰ میں خود وضاحت کر دی ہے۔

(۵) حضرت شاہ صاحب نے یہ رائے بھی بڑی اعلیٰ وارفع نوعیت کی دی ہے کہ اگر دل چاہے تو بے شک روز خفیہ خیرات کرے اس سے نمود و نمائش اور ریاکاری کا بھی سوال پیدا نہ ہوگا۔ جس سے ثواب ضائع ہونے کا امکان ہوتا ہے۔

(۶) ایک عقلمند کے لئے حضرت شاہ صاحب کے جز (ب) کے تحت فرمودہ راہنمائی اصول کافی ہیں۔ خصوصاً گیارہویں کا مقرر کرنا ان فتاویٰ کی رُو سے بلاشک شبہ بدعت اور ناجائز ہے۔ کیونکہ گیارہویں کے معتقدوں کے اعتقاد کے مطابق یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اولاً چالیسویں کا دن دوئم آپؐ کے عرس کا دن سوئم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے عرس کا دن ایسے ختم نہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عزیز واقارب کے لئے خود پڑھے۔ نہ صحابہ کرامؓ نے اور نہ ہی تابعینؒ اور تبع تابعینؒ نے تعین ایام پر ایصالِ ثواب کے لیے ایسا کیا۔ گویا یہ شریعت محمدیہؐ میں خود ساختہ ایجاد ہے۔ لہٰذا بدعت ہے۔



حضرت مجدّد الف ثانیؒ نے بھی شریعت میں تخصیص شُدہ ایّام کے علاوہ دیگر ایّام کی ترجیح کو پسند نہیں فرمایا!

حضرت مجدّد الف ثانیؒ ارشاد فرماتے ہیں۔

"و عمل فقیر نیز بر ہمیں است و ہیچ روزے را بر روز دیگر ترجیح نمی دہد تا آنکہ ترجیح آنہا از شارع معلوم نکند کالجمعۃ و رمضان ونحوہما" (مکتوبات حصہ چہارم ص۷۶)

ترجمہ:۔ اس فقیر کا عمل بھی اسی پہ ہے کہ کسی دن کو کسی دن پر ترجیح نہیں دیتا۔ تاوقتیکہ اس کی ترجیح شارع سے معلوم نہ کر لے۔ جیسا کہ جمعہ اور رمضان وغیرہ کی ترجیح شارع سے معلوم ہو چکی ہے۔

ان اقتباسات سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہو جاتی ہے کہ جب شریعت نے کسی رات یا دن کو کسی عبادت کے لیے مخصوص نہ کیا ہو۔ اور جب ذکر اللہ وغیرہ عبادات کو کسی ہیئت اور کیفیت کے ساتھ متعین نہ کیا ہو تو اپنی طرف سے وقت اور کیفیت کا متعیّن کرنا اور اس تعیین کا التزام کرنا بدعت بھی اور غیر مشروع بھی۔

قرآن کریم اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو من گھڑت دلائل کیلئے استعمال کے متعلق فتاویٰ!

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کا فتاویٰ؛

حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں:

"و میزان در معرفتِ حق و باطل فہم صحابہؓ و تابعینؒ است چنانچہ ایں جماعت از تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بانضمام قرائن حالی و مقالی فہمیدہ اند و در آں تخطیہ ظاہر نکردہ واجب القبول است الیٰ ان قال اگر برخلاف قرن اوّل حمل میکند پس در بدعت او ملاحظہ باید نمود اگر مخالفت آدلہ قطعیہ یعنی نصوصِ متواترہ و اجماع قطعی است او را کافر باید شمرد اگر مخالفت آدلہ ظنیہ قریبۃ الیقین است مانند اخبار مشہورہ و اجماع عرفی گمراہ تواں فہمید دون الکفر" (فتاویٰ عزیزی ج ۲ ص ۱۵۶)

حق اور باطل کے سمجھنے کے لئے میزان اور معیار حضرات صحابۂ کرامؓ اور تابعینؒ کا فہم ہے جو کچھ اس جماعت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے حالی اور مقالی قرائن کے انضمام کے ساتھ سمجھا ہے جبکہ اس فہم میں خطا ظاہر نہ کی گئی ہو تو وہ فہم واجب القبول ہے (پھر آگے فرمایا) اگر قرن اوّل کے خلاف کسی بدعتی نے کوئی مفہوم لیا تو اس کی بدعت کو ملاحظہ کرنا ہوگا اگر اس کا متعین کردہ مفہوم کسی قطعی دلیل مثلاً نصوص متواترہ اور اجماعِ قطعی کے خلاف ہے تو ایسے بدعتی کو کافر شمار کرنا چاہیئے، اور اگر یہ مخالفت ظنی دلائل کی ہے جو یقین کے قریب ہیں۔ مثلاً اخبار مشہورہ اور اجماع عرفی تو ایسے بدعتی کو گمراہ سمجھنا چاہیئے نہ کہ کافر۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا فتویٰ

حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ جو شخص اُس زبان سے ناواقف ہے جس میں قرآن کریم نازل ہوا تھا اور اسی طرح جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے منقول تفسیر کو نہیں جانتا تو اس کے لیے فنِ تفسیر میں سرے سے دخل دینا ہی حرام ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ :

اقول یحرم الخوض فی التفسیر لمن لا یعرف اللسان الذی نزل القرآن بہ والماثور عن النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم والصحابۃ والتّابعین من شرح غریب وسبب نزول و ناسخ ومنسوخ۔

(حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ صد ۱۷۲)

میں کہتا ہوں کہ جو شخص اس زبان سے ناواقف ہو جس میں قرآن کریم نازل ہوا ہے اور اسی طرح جو شخص غریب لفظ اور شانِ نزول اور ناسخ و منسوخ سے بے خبر ہو۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ سے منقول ہے تو ایسے شخص کے لیے تفسیر میں دخل دینا ہی حرام ہے

اور اہلِ بدعت کی اپنی بدعت کی تائید میں ہر تفسیر نہ صرف یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرامؓ و تابعینؒ سے منقول وماثور ہی نہیں ہوتی بلکہ اس کے بالکل خلاف ہوتی ہے اور لطف یہ کہ وہ بھی محض خود تراشیدہ اور خود ساختہ، اور ایسے ہی لوگوں کی خود تراشیدہ تفاسیر نے اُمتِ مرحومہ کا شیرازہ بکھیر کر انہیں گمراہ کر دیا ہے۔ سچ ہے ؏

ایں چنیں ارکانِ دولت مُلک را ویراں کنند

اور اگر کوئی تفسیر ماثور اور منقول بھی وہ پیش کرتے ہیں تو اس کی بنیاد بھی جعلی موضوع معلول شاذ اور منکر وضعیف وغیرہ روایات اور آثار پر قائم کی جاتی ہے اور صحیح تفاسیر سے عمداً اغماض کیا جاتا ہے اور کوئی روایت سند کے لحاظ سے صحیح ہوتی ہے تو اُس کا معنی غلط لیا جاتا ہے اور یہی کچھ وہ قرآن کریم سے کرتے ہیں کہ اپنے باطل عقائد اور آراء کو اس میں دخل دیتے ہیں۔ چنانچہ

امام سیوطیؒ (المتوفی ۹۱۱ھ) کا فتویٰ:

امام لکھتے ہیں

مثل طوائف من اهل البدع اعتقدوا مذاهب باطلة وعمدوا الی القرآن فتأوّلوه علی رأیهم ولیس لهم سلف من الصحابةؓ والتابعین لا فی رأیهم ولا فی تفسیرهم

جیسے اہل بدعت کے مختلف گروہوں نے باطل اعتقادات قائم کر لیے اور قرآن کریم سے اپنی باطل آراء پر استدلال کر کے اپنی مرضی پر اس کو ڈھال لیا حالانکہ حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ میں اُن کا کوئی بھی پیش رو نہیں نہ رائے میں اور نہ تفسیر میں۔

پھر آگے تحریر فرماتے ہیں کہ:

وفی الجملة من عدل عن مذاهب الصّحابة والتابعینؒ وتفسیرهم الی ما یخالف ذٰلك كان مخطئًا فی ذٰلك بل مبتدعا لانهم كانوا اعلم بتفسیره و معانیه كما انهم اعلم بالحق الّذی بعث الله به رسوله (تفسیر اتقان جلد دوم ص۱۷۸ طبع مصر)

حاصل کلام یہ ہے کہ جس نے حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعین کے مذاہب اور ان کی تفسیر سے اعراض کیا، اور اس کے خلاف کو اختیار کیا تو وہ شخص خطا کار بلکہ مبتدع ہوگا کیونکہ حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ قرآن کریم کی تفسیر اور اس کے معانی

کو زیادہ جانتے تھے۔ جیسا کہ وہ اس حق کو زیادہ جانتے تھے۔ جو اللہ تعالیٰ نے رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ بھیجا۔

اِن فتاویٰ سے واضح اور ثابت شدہ امور

ان عبارات سے چند امور نہایت وضاحت سے ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) یہ کہ کوئی بدعتی اور گمراہ محض دعویٰ کر کے ہی خاموش نہیں ہو جاتا بلکہ وہ اپنے اس دعویٰ پر دلائل پیش کیا کرتا ہے۔ (۲) دلائل بھی محض عقلی نہیں بلکہ قرآن کریم اور احادیث سے وہ اپنے مزعوم پر دلائل لاتا ہے (۳) مگر قرآن کریم اور حدیث سے جو کچھ اس نے سمجھا ہے وہ ہرگز صحیح نہیں ہے۔ (۴) اس لئے کہ یہی قرآن اور حدیث حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ وغیرہ سلف صالحینؒ کے سامنے بھی تھے مگر انہوں نے ان سے یہ مفہوم نہیں سمجھا جو اہلِ بدعت سمجھے ہیں۔

(۵) قرآن کریم اور حدیث کا صحیح مفہوم صرف وہی ہوگا جو حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ نے سمجھا ہے۔ (۶) اہلِ بدعت کا پیش کردہ مفہوم اگر دلائل قطعیہ کے خلاف ہے تو کفر ہوگا، اور ظنی دلائل کے خلاف ہے تو بدعت اور گمراہی ہوگا۔

❖ ❖ ❖ ❖

ختم گیارہویں کے ثبوت کی متعلقہ تصانیف میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوئی کو (نعوذ باللہ) ناجائز طور پر ملوث کر لیا گیا ہے

حالانکہ ان کے ارشادات اِس کے خلاف ہیں

ایک واقعہ کو جو حضرت شاہ صاحب کے والد حضرت شاہ عبدالرحیم کے قصبہ ڈاسنہ میں حضرت مخدوم اللہ دیا کے مزار پر زیارت کے متعلق ہے کو گیارہویں کے ثبوت میں دھر لیا گیا ہے۔ سارا واقعہ یوں ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ:۔

اپنے والد حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کا حال لکھتے ہیں کہ وہ قصبہ ڈاسنہ میں حضرت مخدوم اللہ دیا علیہ الرحمۃ کے مزار پر زیارت کو تشریف لے گئے تو حضرت مخدوم اللہ دیا نے مزار سے ارشاد فرمایا اے عبدالرحیم ذرا ٹھہرو۔ کچھ کھا کر جانا۔ یہ سُن کر والد صاحب ٹھہر گئے پھر ایک عورت اپنے سر پہ چاول شیرینی لے کر آئی اور عرض کی کہ میں نے نذر مانی تھی کہ جس وقت میرا خاوند آئے گا۔ میں اس وقت کھانا پکا کر مخدوم اللہ دیا کے دربار میں ٹھہرنے والوں کو پہنچا دوں گی۔ وہ اسی وقت آ گیا اور میں نے یہ نذر پوری کر دی۔" آں گاہ زنے بیامد طبق برنج و شیرینی بر سر نہادہ و گفت نذر کردم کہ اگر زوج من بیامد ہماں ساعتے طعام پختہ بہ نشینندگانِ درگاہ مخدوم اللہ دیا رسانم دریں وقت آمد نذر را ایفا کردم و آرزو کردم کسے آنجا باشد کہ تناول کند۔ (انفاس العارفین ص۴۴)

بلاشک وشبہ واقعہ ہذا کا گیارہویں کے ختم سے ہرگز کوئی تعلق نہیں
پھر یہ تو حضرت شاہ صاحبؒ کے والد محترم کو پیش آیا۔ نہ کہ خود ان کی ذات گرامی
کو تو تاریخ ہند میں ایسے واقعات اور سوالات کا تذکرہ ہے جو دہلوی کے محدثین کے
بزرگوار والدین سے منسوب ہیں اور جوں جوں ان گھرانوں میں دین اسلام کی مشعلیں
روشن ہوتی گئیں۔ انہوں نے ایسے پر ضلالت بدعتی کاموں کو ترک کر دیا۔ بذات
خود حضرت شاہ صاحبؒ ایک بہت بڑے محدث ومحقق اور نامور عالم فاضل
تھے۔ اور ایسی بدعتانہ رسومات کے خلاف ان کے بے شمار فتاویٰ ان کی
تصانیف میں منقول ہیں۔ جیسا کہ حسب ذیل مثالوں سے اس بات کی وضاحت
ہوتی ہے۔

(۴) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے کہ:۔

لا تُشَدُّ الرحال اِلّا اِلیٰ ثلاثۃ مساجدی
ھٰذا والمسجد الحرام والمسجد الاقصیٰ۔

ترجمہ:۔ تین مسجدوں مسجد نبویؐ، مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ کسی اور
جگہ کی طرف سفر نہ کیا جائے۔ (صحیح بخاری ومسلم)

مگر حضرت ابوہریرہؓ لاشعوری طور پر کوہ طور کا سفر کر کے واپس آتے تو
اس حدیث کے راوی حضرت بصرہ بن ابی بصرہ الغفاریؓ نے مندرجہ بالا حدیث کی رو
سے طور کا سفر اختیار کرنے کی ممانعت ثابت کی۔ اور فرمایا۔ اے ابوہریرہؓ اگر
میں آپ کے طور پر جانے سے پہلے آپ سے ملاقات کرتا تو اس حدیث کے تحت
میں آپ کو ہرگز وہاں نہ جانے دیتا۔ (نسائی ج ۲ صفحہ ۱۶۰)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اسی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے
لکھتے ہیں کہ حق میرے نزدیک یہ ہے کہ قبر اور اولیاء میں سے کسی ولی کی عبادت

کا محل اور ظروف سب کے سب اس نہی میں برابر ہیں (حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۹۲)
بلکہ وہ لکھتے ہیں کہ جو شخص اجمیر میں حضرت خواجہ چشتیؒ کی قبر پر یا حضرت
سالار مسعود غازیؒ کی قبر یا ان کی مانند کسی اور قبر پر اس لئے گیا کہ وہاں کوئی حاجت
طلب کرے تو اس نے ایسا گناہ کیا کہ جو قتل اور زنا سے بھی بدترین گناہ ہے۔

(تفہیمات الہیہ ج ۲ ص ۴۵)

کیا حضرت شاہ صاحبؒ کے اس استدلال سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ
ان کے والد بزرگوار کے واقعہ کا جس کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اس میں ان کا کوئی
دخل نہیں تھا۔ بلکہ یہ ان کے والد کا ذاتی عمل تھا۔ جو انہوں نے اپنے والد ماجد
سے اپنا رکھا تھا۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی عرس وغیرہ کے خلاف حدیث مبارکہ کی شرح حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے بڑے مدلل انداز میں فرمائی

قبروں کی زیارت کے لئے دن مقرر کرنا اور معین دن میں اجتماع کرنا ہرگز شریعت سے ثابت نہیں ہے اور خصوصاً سال کے بعد جو دن مقرر کیا جاتا ہے جس کو عرس کہتے ہیں، اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا۔

لا تجعلوا قبری عیداً (نسائی مشکوٰۃ ج ۱ ص ۸۶)

ترجمہ: تم میری قبر کو عید نہ بناؤ۔

شراح حدیث نے اس کے متعدد معانی اور مطالب بیان کئے ہیں۔ مثلاً ایک یہ ہے کہ:

لا تجتمعوا للزیارۃ اجتماعکم للعید۔

(تم زیارت کے لئے ایسے نہ جمع ہو جیسے کہ تم عید کیلئے مجتمع ہوتے ہو۔)

اور یہی اجتماع عرس میں ہوتا ہے جس سے آپ نے منع کیا ہے۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے۔

المراد الحث علی کثرۃ الزیارۃ ای لا تجعلوا کالعید الذی لا یاتی فی السنۃ الا مرۃ۔ (ذکرہ فی المرقات، ہامش مشکوٰۃ ج ۱ ص ۸۶)

کہ اس سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کو کثرتِ زیارۃ پر آمادہ کیا گیا ہے کہ تم میری قبر کو عید کی طرح نہ بناؤ جو سال میں صرف ایک ہی مرتبہ آتی ہے۔

اور عُرس بھی مقرر طور پر سال میں صرف ایک ہی دفعہ کیا جاتا ہے اور ایسا کرنا اس حدیث کے خلاف ہے جب آپؐ کی قبر پر عُرس کرنا اور میلہ لگانا درست نہ ہوا تو کسی اور کی قبر پر کیسے صحیح اور درست ہوگا!

(۲) حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

لا تجعلوا زیارۃ قبری عیدا اقول هذا اشارۃ الی سد مدخل التحریف کما فعل الیھود والنصاری بقبور انبیاءھم وجعلوھا عیدا وموسما بمنزلۃ الحج۔

حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص۷۷ طبع مصر

میں کہتا ہوں کہ آپ نے جو یہ فرمایا کہ میری قبر کی زیارت کو عید نہ بناؤ، اس میں اشارہ ہے کہ تحریف کا دروازہ بند کر دیا جائے کیونکہ یہود اور نصاریٰ نے اپنے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبروں کو حج کی طرح عید اور موسم بنا دیا تھا۔

تو جیسے حج کے لئے ایام کی تخصیص اور خواص اہتمام کیا جاتا ہے بعینہٖ اسی طرح یہود اور نصاریٰ نے قبور حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کیا اور ماشاء اللہ تعالیٰ نام کے مسلمانوں نے حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبروں کے علاوہ حضرات اولیاء کرامؒ کی قبروں (بلکہ مصنوعی قبروں) سے بھی وہ کچھ کیا ہے کہ یہود اور نصاریٰ بھی شرما جائیں۔ نیز تحریر فرماتے ہیں کہ:

ومن اعظم البدع ما اخترعوا فی امر القبور واتخذوھا عیدا

تفہیمات الٰہیہ ج ۲ ص۶۴

بڑی بدعتوں میں سے یہ ہے کہ لوگوں نے قبور کے بارے میں بہت کچھ اختراع کیا ہے اور قبروں کو میلہ گاہ بنا لیا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ کا فرقہ ناجیہ (نجات پانیوالا) اور غیر ناجیہ کے عقائد و اعمال کا کتاب و سنّت کے تحت موازنہ

---

(۳) شاہ صاحب اپنی مایۂ ناز کتاب میں ارقام فرماتے ہیں۔

اقول الفرقة الناجية هم الآخذون	میں کہتا ہوں کہ فرقہ ناجیہ صرف وہی ہے جو
فی العقيدة والعمل جميعا بما ظهر	عقیدہ اور عمل دونوں میں کتاب سنت کی
من الكتاب والسنة وجرى عليه	اور جس پر جمہور صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کاربند
جمهور الصحابة والتابعين الی ان	تھے پیروی کرے (پھر آگے ارشاد فرمایا) اور
قال وغير الناجية كل فرقة	غیر ناجی ہر وہ فرقہ ہے جس نے سلف کے عقیدہ
انتحلت عقيدة خلاف عقيدة	کے خلاف کوئی اور عقیدہ یا ان کے عمل کے خلاف
السلف او عملا دون اعمالهم	کوئی اور عمل اختیار کر لیا۔

(حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۷۰ طبع مصر)

اس عبارت کو بار بار پڑھئے اور ملاحظہ کیجئے کہ حضرت شاہ صاحبؒ تو صرف اس فرقہ کو ناجی تسلیم کرتے ہیں جو عقیدہ اور اعمال دونوں میں سلف یعنی حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ عظام کی پیروی کرتا ہو، اور فرماتے ہیں کہ ان کے عقیدہ اور عمل کے خلاف جو عقیدہ یا عمل کسی نے اختیار کیا وہ یقیناً غیر ناجی ہوگا۔

(۴) اور دوسرے مقام پر اس فرقۂ ناجیہ اور اہلِ حق کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

ناخذوا يتبعون احاديث النبی	ان اکابر نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم وآثار الصّحابۃ والتابعین والمجتہدین کی احادیث اور آثارِ صحابہؓ وتابعینؒ اور ائمہ مجتہدین کی خوب پیروی کی ہے۔

(حجۃ اللہ البالغہ ج ا ص۱۲۹ و مثلہ فی الانصاف ص۳۶)

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی اس پر مدلل شرح سے یہ ثابت ہوا کہ گیارہویں کا ختم جو کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے چالیسویں ان کے عرس اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے عرس کے مجموعہ کا انعقاد ہے۔ سنت رسولؐ، صحابہ کرامؓ تابعینؒ اور مجتہدینؒ کے اقوال وافعال کی پیروی نہیں۔ لہذا یہ بقول حضرت شاہ صاحبؒ فرقہ غیر ناجیہ (نجات نہ پانے والا) ہوا۔ اللہ تعالیٰ ایسی بدعات سے بچائے۔



حضرت شاہ ولی اللہ کا فتویٰ

نام نہاد وظیفہ "یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ" کا ورد کرنے والے بہت لوگ ذلت و رسوائی کے گڑھے میں گرے ہوئے ہیں۔

حضرت شاہ صاحبؒ اپنی تصنیف "بلاغ المبین" کے صفحہ ۱۱۷ پر قرآن کریم کی سورۃ الزمر کی آیت ۴۳ تحریر کرنے کے بعد فارسی متن میں لکھائی جاری رکھتے ہیں۔

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ قُلْ اَوَ لَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ۔

در رواین وہمہ کافی است بدانکہ دریں مقام مذلۃ الاقدام بسیارے افتادہ اند و در شافع مشفوع الیہ فرق نہ کردہ اند مے گویند یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ یعنی اے شیخ عبد القادر ساکن جیلان چیزے از برائے خدا بدہ - دریں کلام خدا تعالیٰ را شفیع گردانیدہ اند و حضرت شیخ را دہندہ و حقیقت بعکس مے نماید مردے از اعراب نزد سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم را بسبب غصہ چہرہ مبارک سرخ شد و فرمود خدا بزرگ تراست ازانکہ پیش احدے شفیع آوردہ شود از ینجا دریافت شد کہ بواسطہ خدا از مخلوق حاجت خصوص از عالمیاں غیب گویا خدا را بیچارہ دانستن و مخلوق را توانا و دانا پنداشتن است معاذ اللہ

من ذالک انتہیٰ۔

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے) کیا انہوں نے پکڑے ہیں اللہ کے سوا کوئی سفارش والے۔ تو کہہ اگرچہ ان کو اختیار نہ ہو کسی چیز کا اور نہ سمجھ۔ (پھر بھی ان کو سفارشی بنائینگے۔ اس بات کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اس مقام مذلتہ الاقدام (ذلت و رسوائی کے مقام) میں بہت لوگ گر رہے جا رہے ہیں اور شافع (سفارش کرنیوالے) اور مشفوع الیہ (جس کے پاس سفارش کی گئی ہے) میں فرق نہ کرتے ہوئے یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کہتے ہیں۔ اس کلام میں خدا کو سفارشی بنایا ہے۔ اور شیخ صاحب کو دینے والا اور حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ ایک اعرابی (دیہاتی) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عرض کی کہ میں خدا کو آپ کے پاس سفارشی لاتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک مارے غصہ کے سرخ ہو گیا۔ اور اللہ کی تسبیح پاکی بیان کرنے لگے۔ صحابہ کرامؓ بھی ڈر گئے۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خدا اس سے بڑا ہے کہ کسی کے پاس سفارشی لایا جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بواسطہ خدا کے مخلوق سے حاجت چاہنا خاص کر غائبوں سے۔ (جیسے بزرگوں کی روحوں وغیرہ سے)، گویا خدا کو کمزور سمجھنا ہے۔ اور مخلوق کو قوی اور دانا خیال کرتا ہے۔ معاذاللہ من ذالک (اللہ تعالیٰ اس سے بچائے اور اپنی پناہ میں لے)

یاد رہے کہ قرآنی آیت مبارکہ مذکورہ کی تشریح کرتے ہوئے بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ کے حضور شفاعت کے معاملہ میں دو شرائط کا پورا ہونا لازم ہے۔ اولاً یہ کہ شفیع وہ بن سکتا ہے۔ جسے اللہ کی طرف سے شفاعت کی اجازت ہو۔ دوئم شفیع صرف اس کے حق میں شفاعت کر سکتا ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ پسند فرمائے۔ یعنی شفیع کا ماذون ہونا اور مشفوع کا مرتضیٰ ہونا ضروری ہے یہاں نہ بتوں اور نہ دنیا سے چلے گئے روحوں کا ماذون ہونا ثابت ہے۔ اور نہ

کفار مشرکین کا مرتفے ہونا۔ گویا شفاعت کی ہر دو شرائط پوری نہ ہونے کے باعث بسبب اصل ہو جاتی ہے۔

اگرچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے حوالہ شدہ اعرابی والی اصل حدیث کا عربی متن نہیں دیا تاہم اس کا ضروری حصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

اعرابی مذکورہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا
اِنَّا نَسْتَشْفِعُ بِكَ عَلَى اللّٰهِ وَنَسْتَشْفِعُ بِاللّٰهِ عَلَيْكَ۔

ترجمہ: ہم آپ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنا شفیع بناتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو آپ کے پاس شفیع بناتے ہیں۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ سے رنگ لال پیلا ہو گیا۔ اور صحابہ کرامؓ کے چہرے بھی خوف سے متغیر ہو گئے۔ چنانچہ اس حالت میں آپؐ نے فرمایا۔

وَيْحَكَ اَتَدْرِيْ مَا اللّٰهُ ! اِنَّ اللّٰهَ لَا يُسْتَشْفَعُ بِهٖ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْ خَلْقِهٖ شَاْنُ اللّٰهِ اَعْظَمُ مِنْ ذَالِكَ

ترجمہ: تو برباد ہو کیا تو جانتا ہے کہ اللہ کیا ہے؟۔ اللہ تعالیٰ کو کسی کے سامنے شفیع نہیں بنایا جا سکتا۔ اللہ کی شان اس سے بہت بلند و بالا ہے۔

یاد رہے کہ یہ وظیفہ یعنی شیئاً للہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے لیے گیارہویں کے ختم کا ایک لازمی حصہ بنا ہوا ہے۔ جس کے متعلق حضرت شاہ صاحبؒ کی تنقید یہ ہے کہ اس کا ورد بہت لوگوں کو ذلت و رسوائی کی وادیوں میں دھکیل رہا ہے تو پھر یہ کہنا کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ بھی گیارہویں کے حق میں تھے بالکل جھوٹ ہے اور ان کی ذات پر بہتان ہے۔ معاذ اللہ۔ معاذ اللہ۔

✤ ✤ ✤

بریلوی فرقہ کے بانی مبانی مولانا احمد رضا بریلوی کا میت کے ایصالِ ثواب کیلئے ایام کے تعیّن کو جہالت اور بدعت قرار دینا

مولوی احمد رضا خان صاحب دوسرے، تیسرے اور چالیسویں دن کے اجتماع اور عورتوں کے کھانے پینے اور چھالیا وغیرہ کے اہتمام کے متعلق لکھتے ہیں کہ۔

اوّلاً یہ دعوت خود ناجائز و بدعت شنیعہ و قبیحہ ہے۔ امام احمدؒ اپنے مسند اور ابن ماجہ سنن میں بہ سندِ صحیح حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کنا نعد الاجتماع الی اهل المیّت وصنعهم الطعام من النّیاحة۔ ہم گروہِ صحابہؓ اہل میت کے یہاں جمع ہونے اور ان کے کھانا تیار کرانے کو مُردے کی نیاحت شمار کرتے تھے جس کی حرمت پر متواتر حدیثیں ناطق ــــ الی ان قال امام بزازی وجیز میں فرماتے ہیں یکره اتخاذ الطعام فی الیوم الاوّل والثالث وبعد الاسبوع یعنی میّت کے پہلے یا تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد جو کھانے تیار کرائے جاتے ہیں سب مکروہ و ممنوع ہیں۔

(بلفظہٖ احکامِ شریعت حصّہ سوم ص ۱۹۱/۱۹۲)

نیز مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ "شریعت میں ثواب پہنچانا ہے، دوسرے دن ہو خواہ تیسرے دن باقی یہ تعیین عرفی ہیں جب چاہیں کریں، انہیں دنوں کی گنتی ضروری جاننا جہالت ہے و بدعت۔ (مجموعہ فتاویٰ قلمی مؤلفہ احمد رضا خان صاحب ج ۴ ص ۳۱ ، کتاب الحظر والاباحۃ)۔

صرف اللہ تعالیٰ ہی قادر مطلق اور کارساز ہے

قرآن کریم میں بار بار اس بات کا اعادہ کیا ہے کہ دکھ درد دینے والی اور دور کرنے والی ذات باری تعالیٰ ہے کسی دوسرے کے احاطہ اختیار سے یہ سب چیزیں باہر ہیں لہذا دوسری مخلوق کے سامنے ان مصائب و تکالیف کے مداوا کے لئے نہ جھکو نہ سجدے کرو اور نذر و نیاز پیش کرو۔ اس ضمن میں ارشاد ربانی ہیں۔

(۱) مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ (التغابن: ۱۱)

ترجمہ: اللہ کے حکم کے بغیر کوئی مصیبت نہیں پہنچتی۔

اس کے علاوہ مزید فرمایا۔

(۲) وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ یُّرِدْكَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ یُصِیْبُ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ

(یونس: ۱۰۷)

ترجمہ: اور اگر تجھ کو خدا کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں ہے۔ اور اگر تجھ کو کسی قسم کا فائدہ پہنچانا چاہے تو کوئی اس کے فضل کو روکنے والا نہیں۔

تشریح:۔ اگر اللہ تعالیٰ تجھے فقر۔ فاقہ۔ بیماری۔ بیروزگاری۔ اور غم و اندوہ میں مبتلا کرے تو اس کے سوا کوئی پیر۔ فقیر۔ ولی۔ شہید نبی مرسل اس کو دور کرنے والا نہیں۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کسی کو مال و دولت۔ عزت۔ اولاد۔ صحت وغیرہ سے فائدہ پہنچانا چاہے تو کوئی اس کے فضل کو روکنے والا نہیں۔ لہذا

اگر کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ مزاروں پر چڑھاوے چڑھا کر اور پیر پیراں حضرت غوث اعظم کی گیارہویں پکانے سے اس کے دکھ درد مٹ جائیں گے یا دولت اور اولاد وغیرہ ملے گی تو یہ کام مشرکانہ عقیدہ ہے۔

قرآن مجید میں غیر اللہ کے معبودوں کی بے بسی کی کتنی یہ خوبصورت مثال ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا۔

(۳) یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ یَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَیْئًا لَّا یَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ﴿ (الحج ، ۷۳)

ترجمہ: اے لوگو ایک مثال دی جاتی ہے اس کو کان کھول کر سنو۔ جنہیں تم خدا کو چھوڑ کر پوجتے ہو وہ ایک مکھی کو بھی پیدا نہیں کر سکتے اگرچہ سب کے سب جمع ہو جائیں۔ اور اگر ان سے مکھی کوئی چیز چھین لے جائے تو وہ ان سے چھڑا نہیں سکتے۔ ایسا عابد بھی بودا اور ایسا معبود بھی بودا۔ (بے بس)

اس آیت کریمہ کے بعد مومنوں کو یہ نصیحت کی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

(۴) یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَیْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۚ (الحج ، ۷۷)

ترجمہ: اے ایمان والو رکوع کرو اور سجدہ کرو اور بندگی کرو اپنے

رب کی اور بھلائی کرو تاکہ تمہارا بھی بھلا ہو۔

سب بدنی اور مالی عبادتیں اللہ تعالیٰ کے لئے کرنے کے عہد کی تاکید کی گئی ہے۔ چنانچہ حکم ہوتا ہے۔

(۵) قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ لَا شَرِيكَ لَهُ ۖ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ۝ (الانعام ۱۶۲ تا ۱۶۴)

ترجمہ:۔ تو کہہ کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو پالنے والا سارے جہان کا ہے۔ کوئی نہیں اس کا شریک اور یہی مجھ کو حکم ہوا۔ اور میں سب سے پہلے فرمانبردار ہوں۔

تشریح:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ آپ کہہ دیں کہ میری بدنی عبادات مثلاً نماز وغیرہ اور مالی عبادات مثلاً قربانی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور ان عبادات میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں۔ یہ آیات مبارکہ ان حالات میں نازل ہوئیں جبکہ مشرکین مکہ بدنی اور مالی عبادات مذکورہ دوسرے معبودوں کے لئے کرتے تھے۔ یہاں سے یہ بات بھی کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ کہ قربانی کی شکل میں نذر و نیاز بھی صرف اللہ وحدہٗ کے سوا کسی کے لئے نہیں۔ اگر کوئی کسی دوسرے کے لئے کریگا تو وہ مشرکین میں شامل ہوگا۔

علاوہ ازیں نمازوں میں ہم بار بار یہ عہد کرتے ہیں کہ ہم صرف اور صرف تیری عبادت کرتے ہیں۔ اور صرف تجھی سے مدد مانگتے ہیں

قبروں میں پڑے ہوئے جنکو تم پکارتے ہو وہ تمہاری آواز نہیں سنتے اور سنیں بھی تو تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتے (القرآن)

(ا) ارشادِ ربانی ہے۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۚ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ۚ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ (الفاطر ۱۳ تا ۱۴)

یہ اللہ ہے تمہارا رب اس کے لیے بادشاہی ہے۔ اور جن کو تم پکارتے ہو اس کے (اللہ کے) سوائے۔ وہ مالک نہیں کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کے۔

اگر تم ان کو پکارو سنیں تمہاری پکار۔ اور اگر سن لیں پہنچیں نہیں تمہارے کام پر۔ اور قیامت کے دن منکر ہوں تمہارے شریک ٹھہرانے سے اور کوئی نہیں بتلائے گا تجھ کو جیسا کہ بتلائے خبر رکھنے والا (اللہ)

تشریح: یعنی مشرکین کے معبود کسی حقیر سے حقیر چیز کے بھی مالک نہیں۔ اور نہ ہی تمہاری درخواستوں پر کوئی کاروائی کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ بلکہ قیامت کے دن وہ کہیں گے کہ ہم نے ان لوگوں کو ہرگز نہیں کہا یا ترغیب دی کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراؤ۔

(ب) قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۗ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ

بَلْ اِنْ یَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا (الفاطر: ۴۰)

تو کہہ بھلا دیکھو تو اپنے شریکوں کو جن کو پکارتے ہو۔ اللہ کے سوائے۔ دکھلاؤ تو مجھ کو جو کچھ کہ خلق کیا انہوں نے زمین میں؟ یا جو کچھ ان کا ساجھا ہے۔ آسمانوں میں یا ہم نے ان کو کوئی کتاب دی ہے۔ کہ یہ اس کی سند پر قائم ہیں۔ کوئی نہیں۔ پر جو وعدہ بتلاتے ہیں گناہگار ایک دوسرے کو سب فریب ہے۔

تشریح:۔ اس آیت کریمہ کا مطلب مذکورہ آیات نمبر ۱۳ اور ۱۴ کا ہی ہے سوائے اس کے کہ آخر میں یہ بتایا گیا ہے کہ یہ گنہگار لوگ جن میں پیشوا پیر پنڈت پروہت۔ کاہن، واعظ مجاور اور اس کے ایجنٹ شامل ہیں اپنی دوکانیں چمکانے کے لئے عوام کو الّو بنا رہے ہیں اور طرح طرح کے قصے گھڑ کر جھوٹے بھروسے دلا رہے ہیں کہ خدا کو چھوڑ کر فلاں فلاں کا دامن تھام لو گے تو دنیا کے سارے کام بھی بن جائیں گے اور آخرت میں چاہے کتنے ہی گناہ سمیٹ کرے جاؤ۔ وہ اللہ سے تمہیں بخشوا لیں گے۔

(ح) قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ؕ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ (الاحقاف ۴ تا ۵)

تو کہہ بھلا دیکھو تو جنکو تم پکارتے ہو۔ اللہ کے سوا دکھلاؤ تو مجھکو کیا بنایا انہوں نے زمین یا انکا کچھ ساجھا ہے آسمانوں میں۔ لاؤ میرے پاس کوئی کتاب اس سے پہلے کی یا کوئی علم جو چلا آتا ہو اگر تم ہو سچے اور اس سے زیادہ گمراہ کون جو پکار

اللہ کے سوائے ایسے کو نہ پہنچے اس کی پکار کو دن قیامت تک اور ان کو خبر نہیں ان کے پکارنے کی۔

(د) وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ
دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمْوَاتٌ غَيْرُ
اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۲۱﴾ (النحل: ۱۹ تا ۲۱)

ترجمہ:۔ اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ ظاہر کرتے ہو۔ اور اللہ کو چھوڑ کر جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ کچھ بھی پیدا نہیں کرتے اور خود وہ مخلوق ہیں وہ مردہ ہیں ان میں جان نہیں اور ان کو خبر نہیں کب اٹھائے جائیں گے۔

(ر) اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ (النمل: ۸۰)

ترجمہ (اے پیغمبر) تو مردوں کو نہیں سنا سکتا اور نہ بہروں کو اپنی آواز سنا سکتا ہے جب وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوں۔

(س) وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ۗ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴿۲۲﴾ (الفاطر: ۲۲)

اور نہیں برابر زندے اور مردے۔ اللہ سنا دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور (اے پیغمبر) جو لوگ قبروں میں مدفون ہیں تم ان کو اپنی باتیں نہیں سنا سکتے۔

صاف ظاہر ہے کہ جب پیغمبر خدا مردوں کو اپنی آواز نہیں سنا سکتے تو عوام کی کیا مجال کہ قبروں میں پڑے ہوئے صالحین تک اپنی آواز سنا سکیں۔ چنانچہ مردوں کو آواز سنانا اور مردہ دلوں کو مومن بنانا صرف اللہ کی مدد سے ممکن ہے

(ش) وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۔ (آلِ عمران : ۱۲۶)

اور نہیں ہے مدد کہیں سوائے اللہ کے جو ہے زبردست حکمت والا

(ص) قُلْ إِنِّيْ لَآ أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا (الجن : ۲۱)

کہدے اے محمدؐ) میں تمہارے نقصان اور بھلائی کا اختیار نہیں رکھتا ۔

(ط) مومنوں سے کہا گیا ہے کہ ہر نماز میں کہیں

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ (الفاتحہ : ۴)

ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں

(ع) وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۔

(البقرۃ : ۱۰۷)

اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی حمایتی اور مددگار نہیں ہے ۔

چنانچہ ان ارشاداتِ ربانی کی تائید میں حدیث ہے کہ :۔

جب تو مدد چاہے تو اللہ سے ہی مدد چاہ (مشکوٰۃ)

(۳) صرف اللہ تعالیٰ ہی کارساز اور سفارشی ہے

قرآن مجید میں بار بار فرمایا گیا ہے ۔ کہ جن کو تم نے اللہ کے علاوہ معبود بنا رکھا ہے ۔ اس لئے کہ وہ دنیا اور آخرت میں تمہارے مددگار اور سفارشی ہوں گے تو یہ بالکل غلط عقیدہ ہے ۔ یہ اولیأ پرستی تمہارے کسی کام نہ آئے گی ۔

ارشادِ ربانی ہے ۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا

يَنْفَعُهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ
قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا
فِي الْاَرْضِ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ

(یونس، آیت ۱۸)

اور (مشرک) خدا کے سوا ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں جو نہ تو ان کو نقصان ہی پہنچا سکتی ہیں، اور نہ ان کو فائدہ ہی پہنچا سکتی ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہمارے یہ (معبود) اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔ (اے پیغمبر!) ان لوگوں سے کہو کہ تم اللہ کو ایسی چیز (خدا کے شریک) کی خبر دیتے ہو، جس کو وہ نہ تو آسمانوں میں پاتا ہے، اور نہ زمین میں، وہ ان لوگوں کے شرک سے پاک اور بلند تر ہے۔"

تشریح: اس آیت میں خدا کہتا ہے کہ میرے علم میں نہ تو کوئی آسمانوں میں سفارشی، حاجت روا، مشکلکشا، نافع اور ضار ہے اور نہ ہی زمین میں ہے۔ پھر تم اللہ سے زیادہ علم اور خبر رکھتے ہو؟ جو کہتے ہو، فلاں حاجت روا ہے، فلاں مشکلکشا ہے۔ فلاں ڈوبی ہوئی ناؤ کو ترانے والا ہے۔ فلاں بیٹا بخشنے والا ہے، فلاں بندِ غم سے آزاد کرنے والا ہے۔ فلاں دین و دنیا میں شاد کرنے والا ہے۔ فلاں دستگیر ہے، فلاں گنج بخش ہے۔ فلاں میرا خدا کے پاس سفارشی ہے ___ فلاں بگڑی بنانے والا ہے، فلاں لیکھ میں میکھ مارنے والا ہے ___ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ___ اللہ تعالیٰ تمہارے ان شرکیہ قولوں، فعلوں، عملوں اور عقیدوں سے پاک، منزہ اور بہت بلند ہے۔

اولیاء اور بزرگ جب تک زندہ رہتے ہیں وہ لوگوں کو توحید کی تعلیم ہی دیتے ہیں۔ انہیں خدا کے در پر جھکاتے ہیں۔ شرک مٹاتے اور خدا کی خالص عبادت کرتے اور کراتے ہیں۔ پھر جب وہ فوت ہو جاتے ہیں تو

لوگ ان کی قبروں کی پوجا پاٹ کر کے گمراہ ہو جاتے ہیں۔ اور قبروں کی پرستش کرانا شیطان کا سب سے بڑا حیلہ اور مکر ہے لوگوں کو جہنم میں گرانے کے لئے، لوگ بزرگوں کی محبت اور ارادت کے سبب انکے مزاروں پر بہت کچھ شریعت کے خلاف کرگزرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ نیک کام کر رہے ہیں۔ مثلاً عرس منانا۔ سجدے کرنا۔ نذریں نیازیں ماننا۔ مجاور بننا۔ اور اعتکاف کرنا وغیرہ۔ یہ سب غیر شرعی کام ہیں۔

ثابت ہوا دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی مددگار ہے نہ کارساز ہے۔ اور نہ کوئی سفارشی ہے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ نزولِ وحی یعنی قرآن مجید کی تفسیر کے طور پر مبعوث ہوئے ہیں تو وہ بھی اس طرح ایک حدیث صحیح میں تاکیداً ارشاد فرماتے ہیں۔

(۲) وَاِذَا سَأَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰہَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ۔ (مشکوٰۃ)

ترجمہ:۔ جب تم مانگو تو اللہ سے مانگو اور جب مدد طلب کرو تو صرف اللہ تعالیٰ سے طلب کرو۔

روزِ محشر مشائخ، اولیاؑ اور انبیاؑ کرام کا اپنی قبور پرست مشرکین کی غیر شرعی حرکات سے لاتعلقی کا اظہار اور ایسا ہی اظہار حضرت عیسیٰؑ اور ملائکہ کا مشرکین کے لئے

مذکورہ بالا بزرگانِ دین قیامت کے روز اپنی قبروں کی پرستش کرنے والے مشرکین کے غیر شرعی اعمال کی ذمہ داری ہرگز قبول نہ کریں گے بچنانچہ اس بات کی تصدیق قرآن کریم میں ذیل کے ارشادات سے بلا شک و شبہ ہوتی ہے۔

(۱) وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ فَيَقُولُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ﴿١٧﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿١٨﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا ۚ وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا ﴿١٩﴾ (الفرقان: ۱۷ تا ۱۹)

ترجمہ: اور جس دن اللہ ان کو (مشرکین کو) اور جن کو وہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر پوجتے تھے (اولیاؑ اور انبیاؑ وغیرہ) جمع کرے گا۔ پھر فرمائیگا کہ کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا؟

یا یہ خود ہی راہ راست سے بھٹک گئے تھے؟۔

وہ عرض کریں گے تو پاک ہے (شرک سے) ہماری کیا مجال تھی کہ تیرے سوا اور کارسازوں کو تجویز کریں۔ لیکن تو نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو آسودگی دی یہاں تک کہ تیری یاد بھلا بیٹھے اور (یوں) یہ لوگ خود ہی برباد ہوئے۔ ان (مشرکین) سے کہا جائے گا کہ انہوں نے (تمہارے معبودوں نے) تو تمکو تمہاری باتوں میں جھوٹا ٹھہرایا۔ اب تم نہ تو خود ٹال سکتے ہو۔ اور نہ مدد دیئے جا سکتے ہو۔ اور جو تم میں ظالم (گنہگار) ہوگا ہم اس کو بڑا عذاب چکھائیں گے۔

(۲) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا۔

وَاِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰھَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ قَالَ سُبْحٰنَکَ مَایَکُوْنُ لِیْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَالَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ اِنْ کُنْتُ قُلْتُہٗ فَقَدْ عَلِمْتَہٗ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِکَ اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ

(المائدہ: ۱۱۶)

ترجمہ:۔ (اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے) جب اللہ تعالیٰ فرمائیگا کہ اے عیسیٰ بن مریم کیا تو نے ان لوگوں سے کہدیا تھا۔ کہ مجھ کو (عیسیٰ علیہ السلام) کو اور میری ماں (مریم) کو بھی خدا کے علاوہ معبود قرار دے لو۔ (عیسیٰؑ) کہیں گے کہ تو پاک ہے (شرک سے) مجھے کس طرح زیبا تھا۔ کہ میں ایسی بات کہتا۔ جس کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے کہا ہوگا تو ضرور تجھے اس کا علم ہوگا

تو میرے دل کے اندر کی بات جانتا بھی ہے اور میں تیرے علم جو کچھ ہے۔ اس کو نہیں جانتا۔ تمام غیبوں کا جاننے والا تو ہی ہے۔

(۳) یہ سمجھ کر کہ مخلوقات میں ملائکہ اللہ باری تعالیٰ کے سب سے زیادہ قرب میں ہونے کے سبب بارگاہ الٰہی میں بہتر سفارشی ہو سکتے ہیں۔ بعض لوگوں نے ان کی پرستش کی چنانچہ اللہ جل شانہٗ وہی سوال ان سے دوہرائے گا۔

چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

وَیَوْمَ یَحْشُرُهُمْ جَمِیعًا ثُمَّ یَقُولُ لِلْمَلٰٓئِکَةِ أَهٰٓؤُلَآءِ إِیَّاکُمْ کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ۔
قَالُوْا سُبْحٰنَکَ أَنْتَ وَلِیُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ بَلْ کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ أَکْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ
فَالْیَوْمَ لَا یَمْلِکُ بَعْضُکُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا۔ وَنَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِیْ کُنْتُمْ بِهَا تُکَذِّبُوْنَ ○

(سبا: ۴۰ تا ۴۲)

ترجمہ: اور جس دن اللہ تعالیٰ (ان سب فرشتوں کی پوجا کرنے والوں) کو جمع کرے گا پھر فرشتوں سے فرمائے گا کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کیا کرتے تھے۔ وہ عرض کریں گے (شرک) سے پاک ہے تیری ذات ہمارا تو تجھ سے تعلق ہے۔ نہ کہ ان لوگوں سے۔ بلکہ یہ لوگ تو جنوں کی عبادت کیا کرتے تھے۔ ان میں اکثر انہیں پر اعتقاد رکھتے تھے (سو آج تم میں سے (عابد اور خود ساختہ معبودوں میں سے) نہ کوئی کسی کو نفع پہنچانے کا اختیار رکھتا ہے اور

نہ نقصان پہنچانے کا اور ہم ظالموں (مشرکین) سے کہیں گے کہ جس دوزخ کے عذاب کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔ اس کا مزہ چکھو۔

تشریح:۔ مندرجہ بالا ارشادات ربّانی سے یہ تصریح ہوتی ہے کہ ذات الٰہی کو چھوڑ کر جن لوگوں نے بزرگان دین یعنی انبیاء و مرسلین علیہم السلام اور اولیاء کرام کی پرستش کی یعنی ان کے بت بنا کر یا قبر پرستی کی شکل میں۔ وہ مشرکین ہیں اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کو خدا تصور کرکے پوجنے والوں کا حشر ہوگا۔ اور اللہ کے فرشتوں کی پوجا کرنے والوں کو بھی دوزخ کا مزہ چکھنا ہوگا۔ کیونکہ ان گروہانِ مشرکین کے معبود اس دن انہیں گمراہی پر چلنے کی ذمہ داری ہرگز نہیں لیں گے لہٰذا انہیں ان شرکوں کے بدلے جن میں وہ ملوث رہے جہنم میں دھکیل دیا جائے گا۔

یاد رہے کہ کتاب اللہ میں بار بار مشرکین کو متنبہ کیا گیا ہے کہ شرک ایک ایسا گناہ عظیم ہے کہ جسے اللہ بزرگ و برتر ہرگز ہرگز معاف نہیں کریگا۔ البتہ وہ غفور الرحیم ہے۔ دوسرے ہر قسم کے گناہ کو چاہے گا تو معاف کردے گا۔

بھائیو! اب بھی وقت ہے قبر پرستی سے باز آجاؤ۔ ورنہ پھر پچھتانا پڑے گا۔ اور روز محشر کے بعد کچھ نہیں ہو سکے گا۔ اپنی حاجات کے لئے بدنی۔ زبانی۔ مالی سب عبادات خدائے واحد کے لئے روا رکھ کر شرک سے بچ جاؤ۔

(آمین)

اللہ تعالےٰ کا شریک قرار دینا ناقابلِ معافی گناہ اور جسکے مرتکب ہونے والے پر جنت حرام (القرآن)

چنانچہ اس ضمن میں ارشادِ ربانی ہے :-

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا (النسآء : ۴۸)

ترجمہ! یقیناً اللہ اس امر کو معاف نہیں کرے گا کہ اس کا شریک بنایا جائے۔ ہاں اس کے ماسوا دوسرے جس قدر گناہ ہیں انہیں وہ جس کے لئے چاہے گا معاف کر دے گا۔ کیونکہ جس نے اللہ کا شریک قرار دیا اس نے ایک بڑا گناہ اور افترا کیا۔

(۲) اسی سورۃ مبارکہ کی آیت نمبر ۱۱۶ میں بھی یہی ارشادِ ربانی ہے۔ ماسوائے آخری الفاظ کے جہاں ایک بڑا گناہ اور افترا کیا کی بجائے یہ معانی ہیں کہ وہ گمراہی میں بہت دور نکل گیا،،

(۳) اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۖ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ (المائدہ : ۷۲)

ترجمہ:- جو شخص اللہ کا شریک قرار دیتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانہ آگ ہے۔ ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

(۴) یاد رہے کہ شرک ایک اتنا سنگین ترین گناہ ہے کہ سورۃ انعام میں اللہ تعالیٰ نے کل ۱۸ اٹھارہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام کا نام

بنام ذکر کرنے کے بعد شرک متعلق اس طرح ارشاد فرمایا۔

وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (الانعام : ۸۹)

اگر ان لوگوں نے شرک کیا ہوتا تو ان کا کیا کرایا سب غارت ہو جاتا۔

(۵) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ ایک عظیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور اللہ کے حبیب تھے۔ پھر بھی شرک کے متعلق ذاتِ باری تعالیٰ کا لہجہ کس قدر سخت ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ

(الزمر : ۶۵)

ترجمہ: یقیناً آپ کی طرف اور آپ سے پہلے والے لوگوں کی طرف یہ وحی بھیجی کہ اگر تم شرک کروگے تو تمہارے عمل بیکار ہو جائیں گے اور ضرور بضرور تم گھاٹا اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

مشرکین مکہ حاجت روائی کیلئے خدا اور اولیاء اللہ دونوں کو شامل کرتے جبکہ حال کے مشرکین صرف اولیاء اللہ سے مدد کے طلب گار ہیں۔

چنانچہ قرآن پاک کی حسب ذیل آیات مبارکہ سے مذکورہ بالا روشوں پر روشنی پڑتی ہے۔

(۱) فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ (العنکبوت : ۶۵)

ترجمہ:۔ پس جب (مشرک لوگ) سوار ہوتے ہیں کشتی میں اور کشتی طوفان میں غرق ہونے لگتی ہے۔ تو پکارتے ہیں صرف اللہ ہی کو خالص کرتے ہوئے اس کی (عبادت شرک سے) پھر جب خدا ان کو دریا سے نجات دیکر خشکی کی طرف پہنچا دیتا ہے تو نجات پاتے ہی وہ شرک کرنے لگتے ہیں۔ لات و منات کی طفیل بچ گئے لاؤ نذر نیاز ان کی)

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا
لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ فَلَمَّا
اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ
فَلَمَّا اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ

(الاعراف: ۱۸۹-۱۹۰)

ترجمہ: لوگو سنو! وہی (قادر مطلق) ہے جس نے تم کو ایک جان (آدمؑ) سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ مرد کو عورت کو سکون ملے تو جب مرد عورت کو ڈھانکے تو ہلکا سا حمل رہ جاتا ہے۔ (نطفہ قرار پاتا ہے) پھر وہ اس حمل کو لئے پھرتی (پھر جب حمل بڑھ جانے سے عورت زیادہ بوجھل ہو جاتی ہے۔ تو عورت مرد) دونوں خدا سے اپنے پروردگار سے دعا مانگتے ہیں کہ (اے خدا) اگر تو ہم کو (چنگا بھلا) پورا بچہ عنایت کرے گا تو ہم تیرا احسان مانیں گے پھر جب خدا)۔ ان کو (چنگا بھلا) پورا بچہ عنایت کرتا ہے تو اس (بچہ) میں جو خدا نے ان کو عنایت کیا تھا خدا کے شریک بنانے لگتے ہیں۔ سو خدا تعالیٰ کی شان ان کے شرک سے بہت بلند ہے۔

نذر و نیاز جیسی مالی عبادات صرف اللہ تعالیٰ کیلئے

حصولِ مقاصد کیلئے جو منتیں اور چڑھاوے یا نذر و نیاز اولیاء کرام کے مزاروں کیلئے پیش کیے جاتے ہیں یہ سب مشرکانہ اعمال ہیں قرآن مجید میں ان کے متعلق بار بار تنبیہ کی گئی ہے یہاں ان چند آیات مبارکہ کا حوالہ دیا جا رہا ہے جن میں نذروں کے خلاف آگاہی ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ۗ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ

(البقرہ: ۲۷۰)

ترجمہ (اے لوگو) تم نے جو کچھ بھی خرچ کیا ہو خیرات میں یا جو نذر بھی مانی ہو اللہ کو اس کا علم ہے۔ اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں

تشریح: اس آیت میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ اے لوگو تم نے نذر خواہ اللہ کے لئے مانی ہو۔ یا غیر اللہ کے لئے۔ دونوں صورتوں میں اللہ خوب جانتا ہے۔ خیرات کی صورت میں خوب اجر ملیگا اور خدا کو چھوڑ کر دوسروں کے لئے نذر ماننے والوں کو سزا سے بچانے کے لئے کوئی مددگار نہیں ملیگا۔

اللہ کی راہ میں نذر ماننے کی اعلیٰ و ارفع مثال یہ بھی ہے

چنانچہ ارشاد ہے۔

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

(آلِ عمران : ۳۵)

ترجمہ: جب عمران کی عورت یہ کہہ رہی تھی کہ اے میرے پروردگار اس بچے کو جو میرے پیٹ میں ہے تیری نذر کرتی ہوں وہ تیرے ہی کام کے لئے وقف ہوگا۔ میری اس پیش کش کو منظور فرما تُو سننے اور جاننے والا ہے۔

تشریح: عمران کی عورت نے یہ منت مانی تھی۔ کہ میرے پیٹ میں جو بچہ ہے میں اسے تبلیغ، احکامات خداوندی کیلئے ہیکل (بیت المقدس) کے خدمت گذاروں میں شامل کر دوں گی۔ مگر منشاء ایزدی کے تحت اس کے ہاں بیٹا کی بجائے بیٹی پیدا ہوئی۔ جس پر وہ بی بی غمزدہ ہوئی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس کی نذر کو شرف قبولیت بخشا اور اس کی نذر والی بچی مریم علیہ السلام کو اس قدر سربلندی عطا کی کہ اس میں سے ایک برگزیدہ نبی حضرت عیسےٰ علیہ السلام۔ یسوع مسیح پیدا کئے۔ جن پر آسمانی کتاب انجیل مقدس کی شکل میں نازل ہوئی۔

وحی کا نزول: یاد رہے کہ یہ نذر صرف اللہ تعالیٰ کے لئے کسی مخلوق کی خاطر ہرگز نہ تھی۔ حالانکہ عمران کی عورت کا برادر نسبتی حضرت زکریا ؑ

بھی موجود تھا جس کے سامنے یہ نذر نہ مانی بلکہ اس کے برعکس حضرت زکریا علیہ السلام نے تو اس کی مثال کی پیروی میں اپنے لئے ایک صالح بیٹے کے لیے پروردگارِ عالم کی بارگاہ میں دن رات دعائیں کیں۔ یہ قبول ہوئیں۔ اور اسے بھی ایک نیک پاک بیٹے حضرت یحییٰ علیہ السلام سے نوازا گیا۔ گویا خلوصِ نیت کی نذریں اور دعائیں بارگاہ ایزدی میں ہمیشہ بار آور ہوتی ہیں۔

(۳) جب حضرت مریم علیہا السلام کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حمل ہوا تو حکم ہوا کہ فلاں کھجور کے درخت کے نیچے بیٹھ کر زچگی کے دن گذارے جہاں اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھانے پینے کا انتظام ہوا۔ ایک چشمہ پھوٹا جہاں سے وہ پانی پیتی تھیں اور کھجور کے تنے کو ہلا کر کھجوروں کی خوراک حاصل کرلی تھیں۔ اور اسے یہ ہدایت کی گئی کہ اگر تجھے کوئی آدمی نظر آئے تو کہدے

فَقُوْلِیْٓ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا

(مریم ۲۶)

ترجمہ: میں نے رحمان کیلئے روزے کی نذر مانی ہے آج میں کسی سے نہ بولوں گی۔

تشریح: قرآن کریم میں اس ارشاد سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے نہ صرف خورد و نوش بلکہ روزے کی نذر ماننا بھی جائز ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اسے عام طور پر اختیار

کیا جاتا رہا ہے۔
چنانچہ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ جب اُم المومنین حضرت زینب رضؓ نے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نکاح کی خبر سنی تو اس نے روزوں کی منت مانی۔
اس نکاح کا ذکر قرآن کریم میں اس طرح ہے۔

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا
(الاحزاب ۳۷)

ترجمہ: پھر جب زید اس سے اپنی حاجت پوری کر چکا تو ہم (اللہ تعالیٰ) نے اس (مطلقہ خاتون) کا تم سے نکاح کر دیا تاکہ مومنوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے معاملہ میں کوئی تنگی نہ رہے جبکہ وہ ان سے حاجت پوری کر چکے ہوں اور اللہ کا حکم تو عمل میں آنا ہی چاہیے تھا۔

تشریح:۔ سیاق وسباق کی رو سے زید بن حارثہ ایک غلام تھا جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متبنیٰ یا بیٹا بنایا تھا اور اس کی شادی اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب رضؓ سے کرا دی مگر ان کی آپس میں نہ بن سکی اور اس نے طلاق دے دی اور اس زمانہ کے رسم ورواج کے مطابق منہ بولے بیٹے کی مطلقہ بیوی سے شادی کو بہت بُرا سمجھا جاتا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس بے معنی بندھن کو توڑنے کی خاطر یہ آیت نازل فرما کر یہ بتا دیا کہ حضرت زینب رضؓ کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا گیا ہے

اس حکم خداوندی کا علم جب مذکورہ خاتون کو ہوا۔ تو اس نے خوشی کی انتہا میں بشارت دینے والے کو اپنا زیور دے دیا جو وہ پہن رہی تھیں۔ اور سجدہ میں گر کر دو مہینوں کے روزوں کی نذر یا منت مانی کہ اگر ایسا ہو جائے گا تو وہ اتنے روزے رکھے گی۔ چنانچہ ایسا ہونے پر اس نے منت پوری کی۔

قرآن پاک میں جنتیوں کی ایک صفت یہ بیان کی گئی ہے۔ کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنے عہد کردہ منتوں یا نذروں کو پورا کرتے ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا

(الدھر: ۷)

ترجمہ۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنی نذروں کو پورا کرتے ہیں اور ڈرتے ہیں اس دن سے جس کی سختی عام ہو گی۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے احکامات کے مطابق پیر کا مرید کے گھر سے کھانا حرام ہے

(لہذا گیارہویں بھی ناجائز ہوگی)

پیر پیراں مرید کی تربیت کا ذکر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:۔
(۱) ولا ینبغی له ان یرتفق من المرید بحال لا بالانتفاع بماله ولا بخدمته (غنیۃ الطالبین ص ۷۰۴ مطبوعہ نفیس اردو بازار کراچی)
ترجمہ:۔ شیخ کے لائق یہ بات نہیں۔ کہ کسی حال میں بھی مرید کی کسی چیز کو اپنے آرام کے لیے استعمال کرے نہ اس کے مال سے فائدہ اٹھائے۔ اور نہ اس کی خدمت سے۔
(۲) آگے چل کر مکرر صراحت ہے کہ:۔
فلا یرتفق به ولا بماله (حوالہ مذکورہ)
ترجمہ:۔ پیر کے لائق نہیں کہ مرید کے مال سے فائدہ اٹھائے۔
شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اپنی اسی تصنیف غنیۃ الطالبین میں تقویٰ و پرہیز گاری کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔
"فطعام الشیخ مباح للمرید وطعام المرید حرام فی حق الشیخ لصفاء حالته وتزاهته ونیته وعلو منزلته وقربته من ربه عز وجل
(غنیۃ ص ۱۳۳ مطبوعہ اسلامیہ پریس لاہور)

ترجمہ :۔ پس مرید کے لیے شیخ و مرشد کے دستر خوان (گھر) سے کھانا پینا جائز و مباح ہے۔ لیکن اس کے برعکس شیخ کو مرید کے گھر اور املاک سے کھانا پینا حرام ہے۔ اس لیے کہ شیخ کا مرتبہ بلحاظ صفائی و بلندی مرتبہ تقرب الی اللہ مرید سے بہت بڑھ چڑھ کر ہے۔

پس جب کہ کامل ولی اللہ کا مرتبہ یہ ہے کہ وہ مرید کے مال سے فائدہ تو کیا دعوتِ طعام قبول کرنے کا بھی مجاز نہیں۔ یعنی مرید کی دعوت اس کے لیے ناجائز و حرام ہے تو پھر شیخ جیلانیؒ ایسے سلطان الاولیاء کے لیے عامۃ الناس کا صدقہ و خیرات کیسے اور کیوں کر جائز و مباح ہو سکتی ہے۔

لہٰذا شیخ صاحب چونکہ بنو فاطمہ یعنی حسنی الحسینی سیدؒ ہیں لہٰذا ان کے لیے صدقہ جائز نہ ہوا۔ گویا کہ گیارہویں کی خیرات ان کے لیے کسی صورت بھی جائز نہیں۔ یہ ڈھونگ صرف حلوہ خوروں نے کھڑا کر رکھا ہے۔

قبروں میں مدفون بزرگوں سے مدد طلب کرنیکے متعلق من گھڑت اور جعلی احادیث

بعض پیر حضرات کا یہ استدلال ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق اہل قبور سے مدد طلب کرنا جائز ہے۔

پہلی حدیث

اِذَا اَعْیَتْکُمُ الْاُمُوْرُ فَعَلَیْکُمْ بِاَهْلِ الْقُبُوْرِ ؎

ترجمہ: جب تم کسی مصیبت میں مبتلا ہو تو اہل قبور کی طرف رجوع کرو۔

دوسری حدیث

آپؐ نے فرمایا اِسْتَعِیْنُوْا بِاَهْلِ الْقُبُوْرِ ؎۲

ترجمہ اہل قبور سے مدد طلب کیا کرو۔

؎ ، ؎۲ بحوالہ کتاب الوسیلہ مصنف شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رح

مترجم حنیف الانصاری ص ۳۲۶

ناشر اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور

علمائے حدیث کے نزدیک ایسی احادیث خود ساختہ ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا ہیں ایسے افراد کی سزا عذاب الٰہی ہے۔

حاجات و مدد کیلئے صرف اللہ سے سوال کرو یہ ہے فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ يَا غُلَامُ احْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ احْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ وَإِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰى أَنْ يَنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوْكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى أَنْ يَضُرُّوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوْكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجُفَّتِ الصُّحُفُ۔

(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ)۔

ترجمہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا ایک دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا فرمایا اے لڑکے اللہ کی امرونہی کی حفاظت کر اللہ تعالیٰ تیری حفاظت کرے گا اور اللہ کے احکام کی حفاظت کر تو اسکو اپنے سامنے پائے گا اور جب سوال کرے تو اللہ ہی سے سوال کر۔ اور جب تو مدد چاہے تو اللہ ہی سے مدد طلب کر اور تو جان لے کہ اگر تمام

مخلوق تجھ کو نفع دینے پر جمع ہو جائے تو تجھ کو نفع نہیں دے سکتے مگر جتنا اللہ نے لکھ دیا ہے اور اگر جمع ہو جائیں تجھ کو تکلیف دینے پر تو تجھ کو ضرر نہیں پہنچا سکتے مگر جو اللہ نے لکھ دیا تیرے لیے قلم اٹھا لیے گئے ہیں اور صحیفے خشک ہو گئے ہیں۔ روایت کیا اسکو احمد اور ترمذی نے۔

مندرجہ بالا حدیث مبارکہ پر عمل کیلئے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی تاکید۔

اس حدیث پر عمل کرنے کی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ یوں تعلیم دیتے ہیں

ینبغی لکل مومن ان یجعل ہٰذا الحدیث مرآۃ قلبہ وشعارہ ودثارہ وحدیثہ فیعمل فی جمیع حرکاتہ وسکناتہ حتی یسلم فی الدنیا والآخرۃ فی یجد العزۃ فیہما برحمۃ اللہ تعالیٰ۔ (فتوح الغیب)

ترجمہ: ہر مسلمان کو چاہیئے کہ اس مذکورہ حدیث کو اپنے دل کا آئینہ بنا لے۔ اپنا ظاہری اور باطنی لباس ٹھہرا لے اور اپنا کلام قرار دے۔ اور خدا سے حاجت مانگنے اور مدد چاہنے کے اعتقاد کو اپنی تمام حرکات و سکنات کے اندر عمل میں لائیں تاکہ دنیا اور آخرت میں شرک کی آفتوں سے سلامت رہے اور

اللہ کی رحمت (توبہ) کے باعث دین و دنیا میں عزت پائے

تشریح:۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان کو حدیث نبوی کے مطلب اور مضمون پر اس حد تک عمل پیرا ہونا چاہیئے کہ زندگی کے ہر لمحہ میں چلتے پھرتے۔ اٹھتے بیٹھتے۔ کھاتے پیتے۔ پیدل۔ سوار۔ دائیں کروٹ، بائیں کروٹ۔ خوشی میں غمی، سکھ میں دکھ میں، کسی بھی حال میں اللہ ہی کو پکارے! اس سے مانگے۔ اسی سے مدد چاہے

ہر چھوٹی چیز بھی اللہ سے مانگئے (احادیث مبارکہ)

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم میں سے ہر ایک اپنی تمام حاجتیں اپنے پروردگار سے مانگے۔ یہاں تک کہ جوتیوں کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی اللہ ہی سے مانگے"

حوالہ:۔ (۱) ترمذی شریف جلد ۲ ص ۲۴۹ حدیث ۱۴۶۱ ابواب الدعا۔

(۲) مشکوٰۃ شریف " ۱ ص ۲۷ " ۲۱۲۸ دعا کا بیان۔

(۳) مظاہر حق " ۲ ص ۲۴۵

(۳) حضرت ثابت بُنانی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص اللہ ہی سے اپنی حاجت مانگے یہاں تک کہ نمک بھی اسی سے مانگے۔

حوالہ:۔ ترمذی شریف جلد ۲ ص ۲۴۹ حدیث ۱۴۶۲ دعا کا بیان۔

ہر چیز صرف اللہ تعالیٰ سے مانگنی چاہیئے

(حضرت عمر فاروقؓ کے پوتے کا بیان)

بحوالہ روزنامہ خبریں، شمارہ مورخہ ۳۰ نومبر سنہ ۱۹۹۶ء زیر عنوان "روشنی" از قلم مضمون نگار ابوالانجم برلاس۔

اموی خلیفہ ہشام کو (حج) کے طواف کے دوران جب اس بات کا علم ہوا۔ کہ ملت بیضا کے نامور محدث اور فقیہہ جناب سالمؓ بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حرم شریف میں موجود ہیں تو اس نے اس وقت ارادہ کر لیا۔ کہ وہ اس عالم دین حضرت عمرؓ کے پوتے سے ضرور شرف ملاقات حاصل کرے گا۔ چنانچہ طواف سے فارغ ہو کر وہ حضرت سالمؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے منور چہرے پر نظر پڑتے ہی بے حد متاثر ہوا۔ کہنے لگا ابن عبداللہ اگر آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو بندہ حاضر ہے ارشاد فرمائیے۔ حضرت سالمؓ نے جواب دیا۔ خلیفہ! اللہ کے گھر میں اللہ کے سوا کسی اور سے مانگنا بڑے شرم کی بات ہے۔ ویسے تو ہر جگہ، ہر کہیں ہر چیز صرف اللہ تعالیٰ سے ہی مانگنی چاہیئے اللہ کا گھر تو پھر اللہ کا گھر ہے۔ حضرت سالمؓ کے جواب سے خلیفہ کو خاموش ہونا پڑا۔ مگر طواف سے فراغت کے بعد باہر دروازے پر بیٹھ کر حضرت سالمؓ کا انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب حضرت سالمؓ حرم سے باہر تشریف لائے تو ہشام نے انتہائی عقیدت و محبت کا اظہار کرتے ہوئے کہا حضرت اب تو آپ حرم پاک سے باہر ہیں کوئی حکم ہو تو بتائیں حضرت سالمؓ نے کہا بتائیں میں آپ سے کیا طلب کروں۔ آخرت کی کوئی چیز مانگوں یا اس دنیا کی؟ ہشام نے کہا میں تو ایک دنیا دار حکمران ہوں۔

آخرت کی کوئی چیز بھلا آپ کو کیسے دے سکتا ہوں۔ ہاں اس دنیا کی کوئی چیز طلب فرمائیں تو آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ حضرت سالمؓ نے کہا بھلا دنیا بھی کوئی مانگنے کی چیز ہے۔ پھر تم تو اس دنیا کے مالک بھی نہیں ہو۔ حضرت سالمؓ کے لہجے میں قدرے بے نیازی تھی۔ کہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک جواب سن کر پریشان ہو گیا فقر غیور نے ایک جابر سلطان کو شکست دیدی گویا خدا کے بندے دنیا کے نام نہاد حاجت رواؤں سے بے نیاز ہوتے ہیں۔ اور دنیا و آخرت کی حاجات و ضروریات کیلئے صرف اور صرف کائنات کے احکم الحاکمین، رب ذوالجلال کے سامنے دست بدعا ہوتے ہیں۔ نیز دنیا کے حکمران کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ جن اشیاء پر ان کا تصرف ہوتا ہے ان کا مالک حقیقی تو وحدہٗ لاشریک ہے۔

حاجات و ضروریات کیلئے غیر اللہ سے سوال نہ کرو فرمانِ حضرت قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنے مقالہ جات مشمولہ آپ کی مشہور و معروف تصنیف بعنوان "فتوح الغیب" میں بار بار یہ تاکید کی ہے کہ ہر قسم کی مدد کے لئے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا جائے۔ اور ایسے مقاصد کے لئے غیر اللہ سے سوال سے پرہیز کیا جائے۔ چنانچہ :

(۱) مقالہ نمبر ۱۱ میں فرمایا۔

پس تو اسباب شرک سے پرہیز کر تاکہ وہ تجھے اپنے حقیقی مولیٰ (آقا مددگار) سے غیر مولیٰ (غیر اللہ) کی طرف راغب و رجوع نہ کردیں اور جو بھی چیز اللہ کے سوا ہے وہ "غیر مولیٰ" کا حکم رکھتی ہے۔ پس تو اپنے رب سے علاوہ غیر اللہ کی طرف رجوع نہ کر اور اپنے نفس پر اس طرح ظلم و ستم نہ کر کہ غیر اللہ کے سبب اللہ کے احکامات سے غافل ہو جائے۔

(۲) مقالہ نمبر ۳۴ : اس مقالہ میں ارشاد فرمایا۔

پھر اخلاص کا ایک واضح تقاضا یہ بھی ہے کہ تو اپنی حاجات غیر اللہ کے سامنے نہ لے جائے اور اپنی ہر ضرورت کے لئے ربِ واحد کے حضور التجا کرے اور جب اللہ تعالیٰ تجھے مطلوبہ نعمت عطا فرمائے تو پھر اس نعمت پر زیادہ سے زیادہ شکر بھی واجب ہے

(۳) مقالہ نمبر ۴۲: پس جو شخص دنیا و عقبیٰ میں عزت و آبرو اور سلامتی کا چاہنے والا ہو اسے چاہیئے کہ صبر و تحمل اختیار کرے اور رضائے الٰہی سے منہ نہ موڑے۔ نیز مخلوقات سے اپنے خالق کی شکایت کرنی چھوڑ دے اور اپنی حاجات ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے طلب کرے۔

(آگے چل کر اسی مقالہ میں ایک حدیث مبارکہ کے حوالے سے لکھا ہے)

حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا

جب تو سوال کرے تو اللہ سے سوال کر۔ اور جب مدد مانگے تو اللہ سے مانگ۔

(۴) مقالہ نمبر ۴۳: حضرت قطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا۔

"مخلوقات اور غیر اللہ سے صرف وہ لوگ سوال کرتے ہیں جن کا یقین و ایمان ضعیف ہے، جن میں صبر و توکل نابود ہے اور جو توحید الٰہی کی معرفت نہیں رکھتے اور اس کے برعکس غیر اللہ کے سامنے سوال کرنے سے فقط وہی لوگ محفوظ رہ سکتے ہیں جو توحید باری تعالیٰ کی معرفت رکھتے ہیں، جن کا یقین و ایمان محکم ہے۔ جن کا طریق توکل علی اللہ ہے اور جو ذکر و فکر کی مزاولت سے حقیقت و صداقت کی بصیرت رکھتے ہیں اور بہ اقتضائے ایمانی اس چیز کی شرم و حیا رکھتے ہیں کہ خدائے حی القیوم کے ہوتے ہوئے مخلوقات میں کسی سے سوال کریں۔"

(۵) مقالہ نمبر ۴۴: بحوالہ کلام اللہ آپ نے فرمایا۔ بلکہ کلام اللہ میں

کتنی ہی جگہ اللہ تعالیٰ حکماً مومن سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنی حاجات و ضروریات اس کے حضور پیش کرے۔ تاکہ وہ اس کی دعا قبول کرے اور اس کی مشکل کشائی فرمائے۔

مثلاً فرمایا مسلمانو! میرے حضور دعا کرو کہ میں تمہاری دعا قبول کروں اور تمہاری حاجات و ضروریات تمہیں دوں۔ اور ایک دوسری جگہ بطور عہد فرمایا۔ جب میرے بندے میرے متعلق آپ سے دریافت کریں تو فرمائیے میں ان سے بہت قریب ہوں۔ جب بھی کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔ پس بندوں کو چاہیئے کہ میری اطاعت اختیار کریں۔

(۶) مقالہ نمبر ۷۹ :۔ آپ نے اپنے بیٹے حضرت شیخ عبدالوہابؒ کو وصیت میں فرمایا۔

تجھ پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ ڈرتا رہے اور اس کی مخلوقات میں سے کسی سے خوف نہ کھائے۔ اللہ کے علاوہ مخلوقات میں سے کسی سے اپنی اُمیدیں اور حاجات وابستہ نہ کر۔ اپنے تمام کاموں کو اللہ تعالےٰ کے سپرد رکھ۔ اس سے اپنی تمام ضروریات طلب کر۔ اور اللہ کے سوا کسی سے وثوق نہ رکھ۔ یہ شرک ہے۔

مقالات نمبر ۱۱ اور نمبر ۷۹ کی رُو سے غیر اللہ کو ولی یا (مددگار) یا حاجت روا ماننا شرک ہے۔ پھر حضرت غوث اعظمؒ کے لئے ختم شریف غوثیہؒ میں یہ دعا کیوں!۔

امداد کن امداد کن از رنج و غم آزاد کن ۵
در دین و دنیا شاد کن یا غوثِ اعظم دستگیرؒ

شیخ جیلانی رحمہ اپنی کتاب فیوضِ یزدانی میں فتویٰ کو دُہرانا ۔ ۔ ۔ ۔ !

حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ یعنی بڑے پیر صاحب فرماتے ہیں۔
صاحبو! اتباع کرو بدعتی مت بنو، موافقت کرو مخالفت نہ کرو، تابعدار بنو نافرمان نہ بنو، مخلص بنو مشرک مت بنو، حق تعالیٰ کے موحّد بنو اور اس کے دروازے سے مت ٹلو، اسی سے مانگو اور کسی سے نہ مانگو، اسی سے مدد چاہو اور غیر سے مدد نہ چاہو، اسی پر بھروسہ کرو اور کسی دوسرے پر بھروسہ مت کرو۔

حوالہ:۔ فیوضِ یزدانی ص۲۵۳ مجلس ۴۷

مگر افسوس در افسوس کہ باوجود احکام مذکورہ کچھ لوگ پیرانِ پیر غوث الاعظم رحمہ کے ارشاد پر عمل کی بجائے ان سے مدد مانگ کر اس کی مخالفت کرتے ہیں۔

محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی اپنی کتاب غنیۃ الطالبین کے مطابق اس شخص پر لعنت جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے جیسی مخلوق پر بھروسہ کرے

مذکورہ بالا کتاب کے عربی سے اُردو ترجمہ میں جو کہ مولانا راغب رحمانی دہلوی کی کاوش کا نتیجہ ہے اور جو نفیس اکیڈمی کراچی نے پبلش کیا ہے کے دوسرے حصہ کے صفحات ۴۸۹ تا ۴۹۰ پہ ملاحظہ فرمایئے۔

اللہ کو چھوڑ کر دوسروں سے لالچ رکھنے کی اللہ تعالیٰ نے مذمت فرمائی ہے۔ چنانچہ یحییٰ بن کثیر سے روایت کی جاتی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے توراۃ پڑھی تو اس میں دیکھا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اس پر اللہ کی لعنت ہے جو اپنی جیسی مخلوق پر بھروسہ رکھے۔

ایک حدیث قدسی میں حق تعالیٰ فرماتا ہے مجھے اپنی عزت وجلال اور کرم وشرف کی قسم جو شخص میرے علاوہ کسی غیر سے اُمید رکھتا ہے میں اس کی اُمید ضرور با لضرور کاٹ دوں گا اور ایسے لوگوں میں ذلیل وخوار

کر دوں گا۔ اسے اپنے قرب سے دور کر دوں گا اور اپنے وصل سے اس کا تعلق کاٹ دوں گا۔ کیا وہ سختیوں میں غیر اللہ سے امیدیں وابستہ رکھتا ہے کہ حالانکہ سختیاں میرے ہاتھوں میں ہیں اور میں زندہ ہوں کیا وہ غیروں سے اُمیدیں قائم کرتا ہے اور پریشانیوں کے لئے غیروں کے دروازے کھٹکھٹاتا ہے حالانکہ وہ بند ہیں اور ان کی کنجیاں میرے ہاتھ میں ہیں۔

ایک دوسری حدیث قدسی میں ہے کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جو بندہ لوگوں کو چھوڑ کر مجھے مضبوط پکڑ لیتا ہے اور میں اس کے دل اور نیت سے واقف ہوں۔ پھر اس سے آسمان اور زمین اور ان کے باشندے اس کے خلاف سازشیں کریں تو میں ضرور اس سازش سے نکلنے کے لئے اس کے لئے کوئی نہ کوئی راہ نکال دیتا ہوں اور جو بندہ مجھے چھوڑ کر لوگوں کو پکڑ لیتا ہے۔ تو میں اُوپر سے آسمان کے ذرائع اسے کاٹ دیتا ہوں اور نیچے سے زمین کو شور بنا دیتا ہوں اور دنیا میں اسے مشقت میں ڈال کر ہلاک کر دیتا ہوں۔

بعض صحابیؓ نے۔ میں نے سُنا کہ سرورِ عالم صلعم نے فرمایا کہ جو لوگوں سے عزت حاصل کرنا چاہے گا خوار ہو گا۔ کہا جاتا ہے کہ جو اپنے جیسے انسان پر بھروسہ کرتا ہے ذلیل و خوار ہوتا ہے اولادِ آدم کی طرف اسکے دل کا جھانکنا اور اس سے لالچ رکھنا اس کی پریشانی اور ذلت و خواری کے لئے کافی ہے۔ اس میں دو باتیں جمع ہو گئیں دنیوی ذلت اور روزی میں ایک حبہ (دانہ) کی

بھی زیادتی کے بغیر حق تعالیٰ سے دوری۔ حق تعالیٰ آرام کے بعد تکلیف سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

گویا حضرت پیران پیر غوث الاعظمؒ کی ارشادات کی روشنی میں اپنی حاجات اور ضروریات زندگی کے متعلق کسی انسانی مخلوق پر بھروسہ یا امید رکھنا بمطابق احادیث نبویہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس شخص پر لعنت ہے جو ایسا کرتا ہے۔

علاوہ ازیں جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے قطب ربانی کی تصنیف بعنوان "فتوح الغیب" میں بھی اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ غیر اللہ سے مدد کے لیے سوال نہ کیا جائے۔ کیونکہ یہ شرک ہے۔

اب ذرا حسب ذیل قصیدہ بھی ملاحظہ فرمایئے۔ جس میں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے عقائد و نظریات پر پانی پھیر دیا گیا ہے۔

غوث الاعظمؒ کی طرف منسوب شدہ قصائد

(بحوالہ، بدعات اور ان کا شرعی پوسٹ مارٹم۔ مصنف علامہ شیخ احمد بن حجر قاضی دوحہ۔ قطر۔ مترجم رئیس الاحرار ندوی (صفحات ۲۴۴ تا ۲۴۹)

ضریحی بیت اللہ من جاء زائرا ۔۔۔ یھرول لہ یحظی بعز ورفعۃ

میری قبر بیت اللہ ہے جو شخص اس کی زیارت کے لئے دوڑ کر آئے گا' وہ عزت و رفعت سے بہرہ ور ہو گا۔

وسری سر اللہ سار بخلقہ ۔۔۔ فلذ بجنابی ان اردت مودتی

اور میرا بھید سر الٰہی ہے جو ساری مخلوق میں جاری ہے' اس لئے اگر تم کو میری محبت مطلوب ہے تو میری بارگاہ میں پناہ لو۔

وامری امر اللہ ان قلت کن فیکن   وکل بامر اللہ فا حکم بقدرتی

اور میرا حکم حکم الٰہی ہے اگر میں لفظ کن کہہ دوں تو وہ ہو جائے گا اور تمام چیز حکم الٰہی سے ہوتی ہے لہٰذا تم میری قدرت کو حکم مانو۔

واصبحت بالوادی المقدس جالسًا   علیٰ طور سینا قد سموت بخلعتی

اور میں وادی مقدس میں بیٹھا رہتا ہوں اور طور سیناء پر اپنی خلعت کے ساتھ جلوہ افروز ہوتا ہوں۔

وطابت لی الاکوان من کل جانب   فصرت لہا اھلًا بتصحیح نیتی

پوری کائنات چہار جانب سے میرے لئے خوشگوار ہو گئی' چنانچہ اپنی صحیح نیت کی بنیاد پر میں ان تمام چیزوں کا اہل ہو گیا ہوں۔

عاینت اسرافیل واللوح والرضاء   وشاھدت انوار الجلال بنظرتی

میں نے اسرافیل' لوح محفوظ اور رضائے الٰہی اور انوار خداوندی کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کیا ہے۔

وشاھدت مافوق السمٰوٰت کلھا   کذا العرش والکرسی فی طی قبضتی

اور آسمانوں کے اوپر کی تمام چیزوں کا میں نے مشاہدہ کیا' اسی طرح عرش و کرسی میرے قبضہ قدرت میں ہے۔

وکل بلاد اللہ ملکی حقیقۃ   واقطابھا من تحت حکمی وطاعتی

اور اللہ تعالیٰ کے سارے ممالک درحقیقت میری ملکیت ہیں اور تمام اقطاب میرے حکم کے تابع ہیں۔

وجودی سری فی سر سر الحقیقۃ   ومرتبتی فاقت علیٰ کل رتبۃ

میرا وجود حقیقت کے راز میں سرایت کئے ہوئے ہے' اور میرا مرتبہ تمام مرتبوں سے بلند ہے۔

ومطلع شمس الافق ثم مغیبھا   واقطار ارض اللہ فی حال خطوتی

اور سورج کے طلوع و غروب ہونے کے مقامات اور اللہ تعالیٰ کی زمین کے تمام گوشوں کو اپنے چلنے پھرنے کی حالت میں

اقلبھا فی راحتی کلعبۃ اطوف بھا جمعًا علی طول مختی

میں ایک کھلونے کی طرح اپنی ہتھیلی میں الٹا پلٹتا رہتا ہوں اور ان کو ہمہ وقت گردش دیتا رہتا ہوں۔

قطب اقطاب الوجود حقیقۃ علی سائر الاقطاب عزی وحرمتی

اور میں در حقیقت وجود کے سارے اقطاب کا قطب ہوں اور سارے اقطاب پر میری عزت و حرمت قائم ہے۔

توسّل بنا فی کل ھول وشدّۃ اغیثک فی الاشیاء طرا بھمتی

ہر خوف و دہشت کی حالت میں تم مجھے وسیلہ بناؤ میں اپنی ہمت سے تمام معاملوں میں تمہاری فریاد رسی کروں گا۔

انا لمریدی حافظ ما یخافہ واحرسہ من کل شر وفتنۃ

میں اپنے مرید کی حفاظت ہر اس چیز سے کرتا ہوں جس سے وہ ڈرتا ہے اور تمام شر و فتنہ سے اسے بچاتا ہوں۔

مریدی اذا ما کان شرقًا ومغربًا اغثہ اذا ما صار فی ای بلدۃ

میرا مرید مشرق و مغرب کے جس شہر میں ہو میں اس کی فریاد رسی کرتا ہوں'

طبولی فی السماء والارض دقت وشاوس السعادۃ قد بدالی

آسمان و زمین میں میرے نقارے بج رہے ہیں اور سعادت کے دستے میرے لئے ظہور پذیر ہو رہے ہیں۔

انا الحسنی والمخدع مقامی واقدامی علی عنق الرجال

میں سراپا بھلائی ہوں اگرچہ میرا قیام کوٹھری میں رہتا ہے اور میرے پیر تمام لوگوں کی گردنوں پر ہیں۔

وولانی علی الاقطاب جمعا فحکمی نافذ فی کل حال

مجھے اللہ تعالیٰ نے تمام بلند پایہ اولیاء پر حاکم بنایا ہے اور میرا ہی حکم ہر حال میں نافذ ہوتا ہے۔

نظرت الی بلاد الله جمعا کخردلة علی حکم اتصالی

میں اللہ تعالیٰ کی ساری سرزمین پر نظر رکھتا ہوں اور ساری کائنات ایک رائی کے دانے کی طرح میرے ماتحت ہے۔

فلو القیت سری فوق نار لماتت وانطفت فی سر حالی

اگر میں اپنا راز آگ پر ڈال دوں تو وہ بجھ جائے۔

ولو القیت سری فوق میت لقام بقدرة المولی مشی لی

اور اگر میں اپنا راز کسی مردہ پر ڈال دوں تو وہ قدرت الٰہی سے کھڑا ہو کر چلنے لگے۔

ولو القیت سری فی جبال لدکت واختفت بین الرمال

اور اگر میں اپنا راز پہاڑوں پر ڈال دوں تو ریزہ ریزہ ہو جائیں اور تودہ ریگ میں چھپ جائیں۔

ولو القیت سری فی بحار لصار الکل غورا فی الزوال

اگر میں اپنا راز سمندروں میں ڈال دوں تو وہ سب فنا کر ہو تہہ نشین ہو جائیں

وما منها شهور او دهور تمر وتنقضی الا اتی لی

جتنے مہینے اور زمانے گذرتے ہیں وہ میرے پاس آتے ہیں

وتخبرنی بما یاتی ویجری وتعلمنی فاقصر عن جدالی

اور یہ مہینے اور زمانے اپنے احوال مجھ سے بتاتے ہیں کہ ان مہینوں اور زمانوں میں کیا ہو رہا ہے اور کیا ہو گا۔

بلاد الله ملکی تحت حکمی ووقتی قبل قبلی قد صفا لی

اللہ تعالیٰ کے تمام ممالک میری ملکیت اور میرے حاکم کے تابع ہیں اور میرا وقت میری جانب آنے سے پہلے ہی میرے لئے صاف ہو گیا۔

مریدی لا تخف واش فانی عزوم قاتل عند القتال

اے مرے مرید کسی چغل خور سے نہ ڈر اس لئے کہ میں صاحب عزیمت ہوں اور بوقت قتال جنگ کر سکتا ہوں۔

مریدی لاتخف اللہ ربی　　　عطانی رفعۃ نلت المعالی

میرے مرید خوف زدہ مت رہو' میرے رب نے مجھے بلندی عطا کی ہے۔ اس لئے میں نے ساری بلندیاں حاصل کر لی ہیں۔

مریدی ھم وطب واشطح وغن　　　وافعل ماتشاء فالاسم عالی

میرے مرید تم خوش رہو' بکو اور گاؤ اور جو چاہو کرو کیونکہ میرا نام بلند ہے

وکل ولی لہ قدم وانی　　　علی قدم النبی بدر الکمال

ہر ولی کا ایک مقام ہوتا ہے اور میں مقام نبوی کا بدر کمال (چودھویں رات کا چاند) ہوں

انا الجیلی محی الدین اسمی　　　واعلامی علی رؤس الجبال

میرا نام محی الدین جیلانی ہے اور میرے جھنڈے پہاڑوں کی چوٹیوں پر ہیں۔

وعبد القادر المشہور اسمی　　　وجدی صاحب العین الکمال

اور میرا مشہور نام عبد القادر ہے اور میرے دادا صاحب عین کمال ہیں۔

موصوف شیخ عبد القادر جیلانی کی طرف منسوب شدہ ایک اور قصیدہ کے کچھ اشعار یہ ہیں۔

انا الدرۃ البیضاء انا سدرۃ الرضا　　　تجلت لی الانوار واللہ اعطانی

میں سفید موتی اور سدرۃ رضا ہوں' میرے لئے انوار کی تجلی ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے سب کچھ عطا کیا ہے۔

وصلت الی العرش المجید بحضرۃ　　　فنادمنی ربی حقیقا وناجانی

میں بارگاہ الٰہی میں عرش تک پہنچ چکا ہوں اور میرا رب میرا ہم نشین رہ چکا ہے اور مجھ سے سرگوشی کی ہے۔

نظرت لعرش اللہ واللوح نظرۃ　　　فلاحت لی الاملاک والرب سمانی

میں نے عرش الٰہی اور لوح محفوظ کو ایک نظر دیکھا تو میرے لئے ساری ملکیتیں ظاہر ہو گئیں اور رب نے میرا نام رکھا

وتوجنی تاج الوصال بنظرۃ ومن خلع التشریف والقرب کسانی

اس نے مجھے تاج وصال پہنایا اور شرف قربت کا لباس زیب تن کرایا

ولو انی القیت سری بدجلۃ لغارت وغیض الماء من سر برہانی

اور اگر میں اپنا راز دریائے دجلہ میں ڈال دوں تو میرے برہان کے راز جہ کی وجہ سے دریائے دجلہ خشک ہو جائے

ولو انی القیت سری علی لظی لاخمدت النیران من عظم سلطانی

اور اگر میں اپنا بھید بھڑکتے ہوئے شعلے پر ڈال دوں تو میری عظمت سلطان کے باعث آگ سرد پڑ جائے۔

ولو انی القیت سری بمیت لقام باذن اللہ حیا ونادانی

اگر میں اپنا راز کسی مردہ پر ڈال دوں تو وہ حکم الٰہی سے زندہ ہو کر مجھے پکارنے لگے۔

وقفت علی الانجیل حتی شرحتہ وفسرت توراۃ واسطر عبرانی

میں نے انجیل پر کام کرنا شروع کیا تو اس کی شرح لکھ ڈالی اور توریت کی تفسیر کی اور عبرانی زبان میں بھی لکھتا ہوں۔

کذا السبعۃ الالواح جمعاً فہمتہا وبینت ایات الزبور وقران

اسی طرح ساتواں الواح کو پوری طرح سمجھتا ہوں اور زبور و قرآن کی آیات کے معانی بیان کرتا ہوں

وفککت رمزاً کان عیسیٰ یحلہ بہ کان یحی الموت والرمز سریانی

میں نے وہ راز کھول کر حاصل کر لیا جس کے ذریعہ عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے اور یہ راز سریانی زبان میں تھا۔

قاضی موصوف کا چند اشعار پر تبصرہ۔

شیخ عبدالقادر جیلانی کے قصائد میں سے ہم نے تھوڑا سا مواد نقل کیا ہے ہم یہ گمان نہیں رکھتے کہ شیخ موصوف نے ایسی احمقانہ اور کفریہ باتیں کہی ہوں گی جو

اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ان کا کہنے والا احمق تھا اور ایسے درجہ پر پہنچنے کا مدعی تھا جس پر انبیاء و مرسلین علیہم السلام بھی نہیں پہنچ سکتے حتیٰ کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی۔

بعض اشعار میں تو ربوبیت کا دعویٰ بھی پایا جاتا ہے اور بعض میں کہا گیا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی کا حکم اللہ تعالیٰ کے حکم کے برابر ہے۔

یہاں میں بعض اشعار کے ان معانی کی وضاحت کر رہا ہوں، جن معانی و مضامین پر یہ اشعار مشتمل ہیں، پہلے شعر میں شیخ جیلانی کی قبر کو کعبہ مشرفہ کے برابر بتلایا گیا ہے اور جب قبر مذکور کعبہ ہو تو اس کی زیارت ہی نہیں اس کا طواف بھی جائز ہوا اور ذرہ برابر عقل رکھنے والے پر بھی یہ مخفی نہیں کہ کعبہ کے علاوہ دوسری کسی چیز کا طواف کفر صریح ہے اور تین مسجدوں کے علاوہ (بیت اللہ، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ) کسی اور جگہ کی زیارت کے لئے سفر کرنا بدعت مذمومہ ہے۔

یہ معلوم ہے کہ قبر نبوی کعبہ کے درجہ میں نہیں پھر کسی غیر کی قبر کا کیا مقام، دوسرے شعر میں نعوذ باللہ دعویٰ ربوبیت کیا گیا ہے اور اس کا مصرعہ ثانیہ غیر مفید ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو اتنا اختیار نہیں دیا کہ وہ کُن کہے تو جو چاہے وہ ہو جائے۔

اس منصب کا دعویٰ نہ کسی نبی و رسول اور نہ مقرب فرشتے کے لئے کیا گیا ہے بلکہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام جب کسی ضرورت و شدت میں پڑتے تو اللہ واحد سے مدد طلب کرتے۔

ان تمام قصائد میں اسی طرح کا دعویٰ ربوبیت و الوہیت یا فخر و مباہات، خود پسندی اور گھمنڈ کی باتیں موجود ہیں، یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ باتیں نعمت الٰہی کی تحدیث ہیں، کیونکہ اللہ و رسول اور شیخ عبدالقادر جیلانی پر ان اشعار کے کہنے والے افتراء پرداز شاعر نے جو دعوے کئے ہیں، ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے شیخ مذکور کو نہیں نوازا۔

کوئی شک نہیں کہ یہ اشعار صوفیاء میں سے زنادقہ کے وضع کردہ ہیں تاکہ یہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ اور توحید سے پھیر کر دوسرے عقائد باطلہ میں گرفتار کر دیں اور انہیں پیروں فقیروں کے پھندوں میں پھنسا دیں تاکہ لوگ ان کی تعظیم کریں اور ان کی بابت ایسی عقیدت رکھیں جو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے جائز ہے اور اس کارستانی کا مقصود یہ ہے کہ دنیا میں کچھ ساز و سامان حاصل کر سکیں اور اپنے مریدین کے یہاں ان کی تعظیم و تقدیس ہو سکے اور مرنے کے بعد بھی ان کی توقیر ہوتی رہے تاکہ لوگوں کو جاہلیت کی بت پرستی کی طرف واپس لے جائیں' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسی بت پرستی کو مٹانے کے لئے کتابیں نازل کیں۔ انبیائے کرام و مرسلین عظام علیہم السلام کو بھیجا اور سلسلہ جہاد قائم کیا نیز اللہ تعالیٰ نے اس غرض سے کتابیں نازل کیں اور انبیاء بھیجے کہ بندے اللہ تعالیٰ کی توحید کے معتقد ہوں اور صرف اسی کی عبادت کریں۔

شدائد و مشکلات میں اسی کی پناہ ڈھونڈھیں اس کے حکم کی تعمیل کریں اور ممنوعات سے بچیں بخدا یہود و نصاریٰ بھی اس درجے کے کفر تک نہیں پہنچے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تمام مسلمانوں کو ایسی باتوں سے عافیت میں رکھے۔ آمین

دیگر اولیاء اللہ کے ارشادات کی رو سے بھی حاجات روائی کے لیے غیر اللہ سے سوال کرنا شرک اور گمراہی ہے

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے علاوہ دیگر اولیاء کرامؒ کی تصانیف کے مطابق بھی اللہ بزرگ و برتر کو چھوڑ کر غیر حاضر یا مردہ صالحینؒ کو حاجت برآری کے لیے وسیلہ یا ذریعہ بنانا شرک قبیح اور جہل صریح ہے جس کی بے شمار مثالوں میں سے چند حسب ذیل ہیں:

(ا) شاہ ولی اللہؒ دہلوی فرماتے ہیں۔

مشرکین مکہ بتوں کو روحوں کی توجہ کا مرکز قرار دیتے تھے اور آج مسلمان قبروں کو ایسا سمجھتے ہیں۔ (فوز الکبیر)

(ب) شاہ صاحبؒ نیز فرماتے ہیں کہ:

"انبیاء و اولیاء ہمہ بندگان خداوند دخلے وتصرفے در کارخانہ مہمات الٰہی نہ دارند۔ نہ در حیات نہ بعد ممات"۔ (البلاغ المبین)

انبیاء و اولیاء سب بندگانِ خدا ہیں۔ اللہ تعالےٰ کے کارخانہ جات میں نہ اپنی زندگی میں دخل اور تصرف رکھتے ہیں اور نہ ہی موت کے بعد۔

(ج) شاہ عبدالعزیز دہلویؒ فرماتے ہیں۔

"رفع شر یا رفع بلا کے لیے غیر اللہ کو پکارنا اور ان کو صاحب اختیار سمجھنا شرک ہے۔ (تفسیر عزیزی)

(د) استغاثۃ المخلوق بالمخلوق کاشغاثۃ المسجون بالمسجون (حضرت ابوعبداللہ القرشی) مخلوق کا مخلوق سے فریاد کرنا ایسے ہے، جیسا قیدی کا قیدی سے مدد طلب کرنا۔

(د) مخلوق کا مخلوق سے فریاد کرنا ایسے ہے، جیسا ڈوبنے والا شخص دوسرے ڈوبنے والے سے مدد چاہے (ابویزید بسطامی)

(س) استمداد و استعانت اہل قبور۔ بہر نہج کہ باشد جائز نیست (فتاویٰ) اہل قبر سے مدد چاہنا کسی طریقہ سے مانگی جائے۔ ناجائز ہے۔

(ص) انبیاء اور اولیاء کی قبروں کو سجدہ کرنا۔ طواف کرنا۔ ان سے مراد مانگنا۔ نذر و نیاز کرنا۔ یہ سب ناجائز اور حرام ہے۔ (مالابد منہ)

(ط) خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے استاد سلطان العارفین قاضی حمیدالدین ناگوریؒ فرماتے ہیں۔

منهم الذين يدعون الانبياء والاولياء عند الحوائج والمصائب باعتقاد ان ارواحهم حاضرة تسمع النداء وتعلم الحوائج وذلك شرك قبيح وجهل صريح قال الله تعالىٰ ومن اضل ممن يدعوا من دون الله (توشیح بحوالہ فاران)

وہ لوگ جو انبیاء و اولیاء کو حاجات اور مصائب میں اس اعتقاد کے ساتھ پکارتے ہیں کہ ان کی روحیں حاضر ہوتی ہیں اور پکارنے والوں کی ندا سنتی ہیں۔ ان کی حاجتیں جانتی ہیں۔ تو شرک قبیح اور جہل صریح ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو غیر اللہ کو پکارتے ہیں۔ ان سے بڑھ

کہ گمراہ کون ہوگا؟
ثابت ہوا کہ اولیاء کرامؒ اور صالحینؒ میں سے کسی نے بھی یہ تلقین ہرگز نہیں کی کہ حاجات کے لیے غیر اللہ سے سوال کیا جائے لہٰذا ان صالحینؒ کو بھی بلاشبہ اسطرح کی لغو سرائی سے اذیت ہوتی ہوگی۔

بہ گرداب بلا افتاد کشتی
مدد کن یا معین الدین چشتی

حقیقت میں دیکھو تو خواجہ خدا ہے
ہمیں در پہ خواجہ کے سجدہ روا ہے

شیئاً للہ چوں گدائے مستمند
المدد خواہم ز خواجہ نقشبند

امداد کن امداد کن از بند غم آزاد کن
در دین دنیا شاد کن یا شیخ عبدالقادرؒ

احد سے احمد اور احمد سے تجھ کو
کُن اور سب کُن مکُن حاصل ہے یا غوث

تصرف والے سب مظہر ہیں تیرے
تو ہی اس پردے میں فاعل ہے یا غوث
(بحوالہ حدائق بخشش ج ۲ صہ ۵۲)

ملک مشغول ہیں اس کی ثنا میں
وہ تیرا ذاکر و شاغل ہے یا غوث
(بحوالہ حدائق بخشش ج ۲ صہ ۲)

یعنی ملائکہ اللہ تعالےٰ کی تسبیح کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ

عبدالقادر جیلانیؒ کے ذکر میں لگے رہتے ہیں۔ نعوذ باللہ کتنا بڑا کفر ہے۔

شرک کہا کریں کہنے والے کام نہیں مجھ کو ان سے
جب پڑی مشکل میں نے پکارا بابا شرف الدین پیرؒ
(بحوالہ فاتحہ کا صحیح طریقہ ص۵۶)

اپنا اللہ میاں نے ہند میں نام رکھ لیا غریب نواز
حقیقت میں دیکھو تو خواجہ خدا ہے ہمیں
در پر خواجہ کے سجدے روا ہیں
(بحوالہ فاتحہ کا صحیح طریقہ ص۵۵)

(نعوذ باللہ من ھٰذا الھفوات ونستغفرہٗ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قبر پر عید (عرس) منانے سے منع فرمایا

جس کام سے رسولِ پاک نے منع کیا ہو اور پھر وہ کام رسولِ پاک کے روضے پر جان نثارانِ محمدؐ نے نہ کیا ہو، وہ کام آپ کیوں کریں روضۂ رسولؐ پر عرس کی ممانعت ہو تو دوسروں کے روضوں پر کیوں عرس ہوں؟

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا وَّ صَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ تَبْلُغُنِیْ حَیْثُ کُنْتُمْ (نسائی)

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے نقل ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ نہ بناؤ میری قبر کو عید گاہ' اور درود بھیجو مجھ پر، بے شک تمہارا درود پہنچ جاتا ہے مجھ کو جہاں بھی تم ہو۔"

تشریح، یہودی اور عیسائی اپنے نبیوں اور بزرگوں کی قبروں پر سال بسال اجتماع کرتے تھے۔ ان کی تاریخ وفات پر وہاں ہر سال میلا لگاتے تھے۔ دور دراز مقامات سے سفر کر کے تاریخ معین پر ہر سال اکٹھے ہوتے تھے اور پھر محبت اور عقیدت میں غلو کر کے قبروں پر سجدے کرتے تھے۔ ان کے نام کی نذریں دیتے اور مرادیں مانگتے تھے۔ جو کام مساجد میں اللہ کے لئے کئے جاتے ہیں، وہ کام قبروں پر کرتے تھے۔ رکوع سجود، قیام، اعتکاف، نذر، نیاز، منت، چڑھاوا، مرادوں، حاجتوں،

دکھوں، دردوں اور مصیبتوں کے لئے رونا، پکارنا.....

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں اور عیسائیوں کے قبروں پر میلے لگانے اور عرس کرنے کو سامنے رکھ کر اپنی امت کو حکم دیا کہ میری قبر کو عیدگاہ نہ بنانا۔ میری قبر پر میلا نہ لگانا۔ سال کے سال تاریخ معین پر اجتماع نہ کرنا۔ یعنی جس طرح عیدگاہ میں سال کے سال تاریخ معین پر اچھے اچھے کپڑے پہن کر خوشی اکٹھے ہوتے ہیں۔ اس طرح میری قبر پر اکٹھے نہ ہونا، عرس نہ کرنا۔ بلکہ اللہ کی جناب میں دعا مانگی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی قبر کو نہ پوجے جانے کے متعلق دعا

اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا یُّعْبَدُ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰی قَوْمٍ نِ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَآءِهِمْ مَسٰجِدَ (رواہ مالک مرسلا)

خداوندا! میری قبر کو بت نہ بنانا کہ پوجی جائے (یعنی میری قبر پر کسی قسم کی عبادت نہ ہو۔ قیام، طواف، اعتکاف، سجدہ، نذر، نیاز، پڑھاوا، نہ ہو۔ حج کی طرح کوئی دور دراز مقام سے سفر کر کے تاریخ معین پر میری قبر پر نہ آئے۔ سالانہ اجتماع نہ ہو۔ عرس نہ ہو) ان لوگوں (یہودیوں، عیسائیوں) پر خدا کا سخت غضب نازل ہوا۔ جنھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنایا۔ پھر حضورؐ نے اپنی قبر کو عیدگاہ۔ میلہ گاہ بنانے سے منع کر کے ارشاد فرمایا۔ میری امت! تم مجھ پر جہاں کہیں بھی ہو، درود بھیج دیا کرو۔ میرے لئے خدا سے رحمتیں مانگا کرو۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی

الِ محمّدٍ ــ کہا کرو۔ یعنی میری عقیدت، محبت اور ارادت کے ماتحت یہ نہ کرنا کہ سال کے سال میری تاریخ وفات پر میری قبر پر میلہ لگایا کرو۔ میری قبر پر عرس کرنا۔ بلکہ میری محبت اور ارادت کا حق مجھ پر درود شریف بھیج کر ادا کرنا اور اطمینان رکھنا کہ تمہارا درود مجھے پہنچا دیا جائے گا۔ اور درود بھیجنے کے دو فائدے ہوں گے۔ ایک یہ کہ جب تم خدا سے میرے لئے رحمتیں مانگو گے۔ اللّٰھم صلِّ علیٰ محمّد کہو گے تو خدا اپنی بے شمار رحمتیں مجھ پر نازل فرمائے گا۔ اور دوسرا فائدہ تمہارے لئے یہ ہوگا، کہ ایک بار درود بھیجنے کے لئے خدا تم پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔ دس گناہ معاف کرے گا۔ اور دس درجے بلند کریگا۔" (نسائی)

مسلمان بھائیو! غور کیا آپ نے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو حکم دے رہے ہیں کہ میری قبر پر میلہ نہ لگانا۔ عرس نہ کرنا، سال بہ سال تاریخ معین پر اجتماع نہ کرنا۔ ایسا کرنا ــ میری محبت اور ارادت کا کوئی ثبوت نہیں ہے ــ ہاں

اپنی اپنی جگہ پر رہ کر مجھ پر درود شریف بھیج دیا کرنا۔ وہ مجھے پہنچا دیا جائے گا۔ اس سے خدا کی بھی راضی ہوگا۔ مجھ پر رحمتیں اتریں گی اور تمہارا بھی بھلا ہوگا ــ اب آپ غور فرمائیں کہ بزرگوں کے مزاروں پر حاضری دے کر، میلے لگا کر، عرس کر کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ناراض نہیں کیا جا رہا ہے؟ جب حضورؐ اپنی قبر پر سفر کر کے، حاضر ہو کر، عرس کرنے سے منع کر رہے ہیں ــ تو بزرگوں کی قبروں پر حاضری دینا کیوں کر جائز ہو سکتا ہے؟ ہم نے عرس کے متعلق اتنی لمبی تشریح محض آپ کی خیر خواہی کے لئے کی ہے کہ یہ بدعت زوروں پر ہے۔ اور آپ اس سے رک جائیں۔

قبروں کی مجاوری کی بندش

حضرت ابی مرثد غنوی سے نقل ہے۔ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا تَجْلِسُوْا عَلَى الْقُبُوْرِ وَ لَا تُصَلُّوْا اِلَيْهَا۔

نہ قبروں پر بیٹھو اور نہ ان کی طرف نماز پڑھو۔

تشریح: اہل قبر کی تعظیم کے لئے قبر کی طرف نماز پڑھنے سے آدمی کافر ہو جائے گا۔ کسی نیت، غرض سے بھی قبر کی جانب نماز پڑھنی شرک، کفر سے خالی نہیں ہے۔ جو لوگ حضرت شیخ عبدالقادرؒ کی قبر کی طرف منہ کر کے صلوٰۃ الغوثیہ پڑھتے ہیں۔ وہ سوچیں، کہ ان کا کیا حشر ہوگا۔

اس کے علاوہ حضورؐ نے فرمایا کہ قبروں پر نہ بیٹھو۔ قبروں پر مجلس نہ کرو۔ اس سے عرس کی مجلس بھی منع ہو گئی۔ مجاور بن کر قبر پر بیٹھنا بھی ناجائز ہوا۔ کہ لوگوں کو قبر کی زیارت کرائے۔ ان سے نذریں وصول کرے، قبر پر چراغ جلائے اور اس طرح کے اور اہتمام کرے۔

شاہ جیلانیؒ نے خود اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں یوم وصال (برسی) کی یادگار منانے کو ناجائز قرار دیا۔

تحریر ہے: لَوْ جَازَ اَنْ یُتَّخَذَ یَوْمَ مَوْتِہٖ یَوْمَ مُصِیْبَۃٍ لَکَانَ یَوْمُ الْاِثْنَیْنِ اَوْلٰی بِذٰلِکَ اِذْ قَبَضَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْہِ نَبِیَّہٗ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَذٰلِکَ اَبُوْبَکْرِ الصِّدِّیْقُ قُبِضَ فِیْہِ ثُمَّ لَوْ جَازَ اَنْ یُّتَّخَذَ ھٰذَا الْیَوْمُ مُصِیْبَۃً لَاتَّخَذَہُ الصَّحَابَۃُ وَالتَّابِعُوْنَ لِاَنَّھُمْ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنَّا وَاَخَصُّ بِہٖ (غنیۃ الطالبین)

ترجمہ: اگر امام حسینؓ کے یوم شہادت کو رنج و غم کا دن منانا جائز ہوتا تو یہ بہت ہی مناسب تھا کہ پیر کے دن کو بہت ہی رنج و غم کا دن مقرر کیا جاتا کیونکہ اس دن میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے وصال فرمایا ہے مگر نہ یہ جائز ہے نہ وہ اور اگر یہ چیز جائز ہوتی تو صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ پیر کے دن کو رنج و غم کا دن مقرر کر لیتے کیونکہ سب سے زیادہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب اور آپ کے ساتھ خصوصی تعلق رکھنے والے یہی بزرگ تھے۔

حضرات آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ خود پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کسی کے وفات کے دن کو یادگار منانا ناجائز قرار دیتے ہیں۔ پیر صاحب کے اس فرمان سے آپ کا یوم وصال گیارہویں منانا بھی ناجائز ہو گیا۔

شاہ جیلانیؒ کی تاریخ وفات

آپؒ کی تاریخ وفات پر مؤرخین نے بہت ہی اختلاف کیا ہے، کوئی ربیع الثانی کی آٹھ تاریخ بتاتا ہے کوئی نو۔ کوئی دس، کوئی گیارہ اور کوئی سترہ پھر اس پر لطف یہ ہے کہ ہمارے یہاں ہر گیارہویں ہر مہینہ میں منائی جاتی ہے اور پھر اس میں بعض ایسے بھی امور انجام دیئے جاتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہیں نذر و نیاز مالی عبادت ہے اور تمام عبادات کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ

ترجمہ :۔ تمام قولی۔ بدنی اور مالی عبادتیں صرف اللہ ہی کیلئے ہیں۔

یاد رہے کہ گیارہویں کو پیر صاحب کی نیاز کے طور پر کیا جاتا ہے۔ اور اگر بطور ایصالِ ثواب کی جائے تو اس میں تاریخ کی تعین کی ضرورت نہیں۔ ایصالِ ثواب ہر فریق کے نزدیک مسلم ہے۔

سلف صالحین نے نفوس قدسیہ میں سے کسی کی یومِ وصال کی یادگار نہیں منائیؒ

اگر اسلام میں یوم وصال منانے کی اجازت ہوتی تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرات انبیاء کرامؑ کے یوم وصال کی یادگار مناتے یا صحابہ کرامؓ حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم وصال کی یادگار مناتے مگر نہ آپؐ نے ایسا کیا نہ صحابہ کرامؓ نے اور نہ آئمہ اسلام ہی نے ایسی یادگار منانے کی اجازت دی ہے۔

گیارہویں کی تاریخی حیثیت

(بحوالہ مقیاس حقیقت بجواب مقیاس حنفیت مرتبہ حکیم محمد اشرف
ناشر مکتبہ اہل حدیث ٹرسٹ کراچی)

اچھروی صاحب اور ان کے ہم مشرب دن دسویں اور رات گیارہویں اور پیر صاحب کے گیارہ بیٹے اور آپ حضرت حسن کی گیارہویں پشت وغیرہ کی گنتی و تعداد سے گیارہویں کا ثبوت پیش کرنے کے عادی ہیں۔

آیئے آپ کو گیارہویں کی تاریخی حیثیت امام سیوطیؒ ایسے مشاہیر اسلام کی قلم اور تاریخ الخلفاء ایسی تاریخ کی درسی کتاب کے اصل عربی اور شائع شدہ ترجمہ کے الفاظ سے دکھائیں۔

امام سیوطیؒ اپنی سند سے راوی ہیں:

"لما فتحت مصراتی عمرو بن العاص حین دخل یوم من اشهر العجم قالوا یایها الامیر ان لنیلنا هذا سنة (ای عادة) لایجری الابها قال وما ذالک قالوا اذا کان احدی عشرة لیلة تخلو من هذا الشهر عمدنا الی جاریة بکر بین ابویها فارضینا ابویها وجعلنا علیها من الثیاب (الحلی) افضل ما یکون ثم القیناها فی هذا النیل فقال لهم عمرو ان هذا لا یکون ابدا نی الاسلام وان الاسلام یهدم ما کان قبله فاقاموا والنیل لا یجری قلیلا ولا کثیرا حتی هموا بالجلاء فلما رای ذالک عمرو کتب الی عمر ابن الخطاب بذالک فکتب له ان قد اصبت بالذی فعلت وان الاسلام یهدم ما کان قبله بعث بطاقة فی داخل کتاب وکتب الی عمرو انی قد بعثت الیک بطاقة فی داخل کتابی فالقها فی النیل فلما قدم عمر الی عمرو بن العاص اخذ البطاقة فتحها فاذا فیها

"من عبد اللّٰہ عمر امیر المومنین الی نیل مصر اما بعد فان
کنت تجری من قبلک فلا تجر وان کان اللّٰہ یجریک
فاسأل اللّٰہ الواحد القہار ان یجریک"

فالقی البطاقۃ فی النیل قبل الصلیب بیوم فاصبحوا وقد اجراہ اللّٰہ تعالٰی ستۃ عشر ذراعا فی لیلۃ واحدۃ قطع اللّٰہ تعالٰی تلک السنۃ عن مصر الی الیوم"

(تاریخ الخلفاء عربی اللسیوطی مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۹۵ ۲۵ھ)

(امام سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے بروایت قیس ابن حجاج لکھا ہے) جب مصر حضرت عمرو بن العاص کے ہاتھ سے فتح ہوا اور وہ داخل شہر ہوئے تو وہاں کے لوگوں نے آپ سے آکر عرض کی کہ:

سرابی کے لیے دریائے نیل کا ایک طریقہ مقرر ہے جس کے بغیر وہ نہیں چلتا۔"

عمرو (رضی اللہ عنہ) نے پوچھا۔

"کیا رسم ہے؟"

انہوں نے کہا کہ:

"ہر چاند کی گیارہویں تاریخ کو ایک جوان باکرہ لڑکی کو دلہن بنا کر اور تاممکن اعلٰی اعلٰی قسم کی پوشاک اور زیورات پہنا کر بعد حصول رضامندی اس کے والدین کے دریائے نیل میں غرق کردیتے ہیں۔"

حضرت عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) نے کہا:

"اسلام ایسی لغو باتوں کو مٹانے کے لیے آیا ہے میں اس کی اجازت نہ دوں گا۔"

چنانچہ یہ فعل نہ کیا گیا اور اسی پر قائم رہے اور حقیقت میں دریا کو طغیانی نہ ہوئی اور اس کا پانی ان کے مطلوبہ راستہ سے بالکل نہ آیا' گو انہوں نے پانی لانے کی کوشش بہت کی۔

اس پر عمرو بن العاصؓ حاکم نے حضرت عمرؓ خلیفہ وقت کو جملہ گزشتہ معمولہ واقعات کی اطلاع دی اور خط کو ملفوف کر کے بھیج دیا۔

آپ نے جواب دیا کہ :

"تم نے بہت خوب کیا اور بہت ٹھیک جواب دیا کہ "اسلام ایسی لغو باتوں کو مٹانے آیا ہے۔"

"میں اس کے سامنے ایک لفافہ ملفوف کرتا ہوں' اس کو دریائے نیل میں ڈال دو۔"

جب عمرو بن العاصؓ کے پاس حضرت عمرؓ خلیفہ کا خط پہنچا تو انہوں نے رقعہ کھول کر دیکھا تو اس میں لکھا ہوا تھا:

"منجاب بندۂ خدا عمرؓ امیر المومنین بجانب دریائے نیل مصر۔ جس کو معلوم ہو کہ اگر تو پہلے سے طغیانی پر آتا ہے تو اب تاوقتیکہ تجھے خدا حکم نہ دے طغیانی پر نہ آنا۔ میں خدا واحد قہار سے دعا کرتا ہوں کہ تجھے طغیانی دے۔"

حضرت عمرو بن العاص نے یہ رقعہ نیل میں ایک روز قبل از یوم صلیب ڈال دیا۔ دوسرے دن علی الصباح خداوند تعالیٰ نے دریائے نیل کو سولہ گز مقام مطلوبہ پر روانی عطا کی۔ اس روز سے مصر کا یہ دستور بھی منقطع ہو گیا۔"

(تاریخ الخلفاء اردو مطبوعہ صدیقی لاہور ۱۹۲۳ء باب کرامات عمرؓ)

تاریخ کی شہادت

سے ظاہر ہے کہ اہل مصر دریائے نیل کی گیارہویں اپنے ملکی مہینہ کی گیارہویں

تاریخ کو انتہائی تزک و احتشام سے دیا کرتے تھے۔ اسلام نے اسے جبرا اور حکماً بند کر دیا۔

مگر جس طرح دوسری نو مسلم اقوام میں ملکی و قومی توہمات و رسومات وغیرہ کچھ نہ کچھ باقی رہیں ویسے ہی اہل مصر اور اس کے ملحقہ ممالک میں اسلام سے ناواقف جہلاء میں گیارہویں کا تصور و خیال بھی باقی رہا۔

مشرکانہ تصورات کا جب ظہور شروع ہوا تو مصری ذہنیت رکھنے والے لوگوں میں گیارہویں کا تخیل بھی ابھرا۔

چنانچہ جو لوگ حضرت پیر کو غوث الاعظم، مشکل کشا، حاجت روا و مواشی عطا کرنے والا اور کھیتی باڑی میں برکت دینے والا مانتے ہیں۔ انہوں نے حضرت پیر صاحب کے نام پر گیارہویں شروع کی اور عورت کی بجائے کھیر، دودھ، پھل فروٹ و شیرینی وغیرہ پر اکتفا کیا یعنی مروجہ گیارہویں ڈھونگ کھڑا کر دیا جسے حلوہ خوروں نے اپنی شکم پروری کا بہترین بہانہ سمجھ کر ایصال ثواب کے نام سے جائز قرار دیا۔

گیارہویں کی نیاز میں دودھ اور چاولوں کو جو اہمیت حاصل ہے وہ مصری ذہن کی غمازی اور نشان دہی کا واضح ثبوت ہے یعنی مصری جس طرح انسانی و حیوانی ضروریات کی کفالت کے لیے نیل کو قادر مانتے تھے۔ ویسے ہی حضرت پیر صاحب کو مواشی دہندہ اور انسانی ضروریات کا محافظ و داتا ماننے والے پیر صاحب کی گیارہویں دیتے ہیں۔ چنانچہ بریلویوں کا پیر صاحب کو غوث الاعظم و قادر ماننا محتاج تعارف نہیں۔

ازالہ شبہ

اگر یہ کہا جائے کہ اہل مصر کی گیارہویں کنواری بالغہ لڑکی پر مبنی تھی اور مروجہ گیارہویں میں اس کا وہم و گمان بھی نہیں تو اس کا جواب یہ ہے۔

۱۔ کہ اہل مصر کی گیارہویں پوری قوم و ملک کی طرف سے تھی، اس لیے نوجوان لڑکی کو گیارہویں کی نیاز میں دینا آسان تھا، مگر یہاں قوم و ملک تو کیا پوری بستی اور شہر کی

طرف سے بھی اجتماعی طور پر نہیں بلکہ انفرادی طور پر دی جاتی ہے۔ اس لیے لڑکی کو بطور نیاز دینا ناممکن ہے۔

۲۔ اہل مصر نوجوان لڑکی کو دریائے نیل میں بہا دیتے تھے اور یہ امر کچھ زیادہ عار اور شرمندگی کا باعث و موجب نہیں' مگر اس کے برعکس موجہ گیارہویں میں عورت اگر بطور نیاز دی جائے تو پھر کون ایسا بے غیرت انسان ہے جو اپنے سامنے حلوہ خوروں کو اپنی بیٹی سے عیاشی کو برداشت کرے۔

لہٰذا ان وجوہ کی بنا پر عورت کو بطور نیاز دینا بند کردیا گیا ورنہ بریلوی عقیدہ کی رو سے عورتوں کو بطور نیاز فوت شدہ بزرگوں کی قبروں پر پیش کرنا' یا چڑھاوا چڑھانا کار ثواب اور جائز ہے۔ اگر آپ اس حقیقت سے آشنا ہونا چاہتے ہیں تو دل تھام کر سنئے۔

عورت کا قبور اولیاء پر چڑھاوا

خان صاحب یا بالفاظ دیگر قائداعظم بریلویہ عورت کو نیاز و فاتحہ میں پیش کرنے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"حضرت سیدی عبدالوہاب اکابر اولیاء کرام میں سے ہیں۔ حضرت سیدی احمد بدوی کبیر کے مزار پر بہت بڑا میلہ اور ہجوم ہوتا تھا۔ اس مجمع میں چلے آتے تھے' ایک تاجر کی کنیز پر نگاہ پڑی' فوراً نگاہ پھیر لی کہ حدیث میں ارشاد ہوا ہے:

"النظرة الاولیٰ لک والثانیة علیک"

ترجمہ: پہلی نظر تیرے لیے ہے اور دوسری تجھ پر یعنی پہلی نظر کا کچھ گناہ نہیں اور دوسری کا مواخذہ ہوگا۔

خیر نگاہ تو آپ نے پھیر لی مگر وہ آپ کو پسند آئی۔ جب مزار شریف پر حاضر ہوئے ارشاد فرمایا۔ "عبدالوہاب وہ کنیز تجھے پسند ہے؟" عرض کی "ہاں" ۔ اپنے شیخ سے کوئی بات چھپانا نہ چاہیے۔ ارشاد فرمایا اچھا ہم نے تم کو وہ کنیز ہبہ کی۔

اب آپ سکوت میں ہیں کہ کنیز اس تاجر کی ہے اور حضور ہبہ فرماتے ہیں' معاً وہ تاجر حاضر ہوا۔ خادم کو ارشاد ہوا۔ انہوں نے آپ کی نذر کردی۔ ارشاد فرمایا' عبدالوہاب اب دیر کاہے کی ہے۔ فلاں حجرے میں لے جاؤ اور اپنی حاجت پوری کرو۔

یا نہ رکھ منزل یوسف میں قدم اے طالب
یا نہ کر شرط کہ وہاں چاہ یا نہ کر نہ ہو گرگ نہ ہو

خان صاحب احمد رضا

کے قول سے ظاہر ہے کہ عورت بطور نیاز و فاتحہ یا بغرض ایصال ثواب بزرگان دی جاسکتی ہے۔ اس میں نہ ہی تو کوئی شرعی ممانعت ہے اور نہ ہی دنیا کی ملامت۔ کیونکہ بریلوی عقیدہ کی بنا پر بزرگوں کو خوش کرنا عین عبادت اور خوشنودی مولا کا موجب ہے۔ خصوصاً حضرت پیر صاحب کو خوش کرنا تو بریلوی بالکل رضا الٰہی کا موجب مانتے ہیں۔

چنانچہ حضرت خان صاحب پورے دعوے سے لکھتے ہیں۔

"حضور پرنور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس و انور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث کامل و نائب تام و آئینہ ذات ہیں ——— تعظیم غوثیت میں عین تعظیم سرکار رسالت ہے عین تعظیم حضرت العزت ہے۔ جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم۔"

(فتاویٰ افریقہ حضرت خان صاحب ص ۱۰۱)

سگ دربار غوثیہ

بریلوی دوست عام طور پر انتہائی ناز و فخر سے اپنے کو سگ دربار غوثیہ یعنی حضرت پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے دروازے کا کتا لکھتے اور کہتے ہیں۔ لہٰذا امید ہے کہ گیارہویں کی اصل نیاز و رسم یعنی عورتوں کو بطور نیاز دینے پر ضروری غور فرمائیں گے

اور حضرت خان صاحب کے قول و فتویٰ کے مطابق عورتوں کو بطور نیاز و فاتحہ مزارات پر چڑھلوا چڑھانے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کریں گے کیونکہ صالحین و بزرگ قبروں میں زندہ اور صاحب شعور ہیں۔

چنانچہ اس توہم کا ثبوت بھی خان صاحب نے "عورت کو بطور نیاز و فاتحہ مزار پر چڑھلوا چڑھانے" سے پیشتر یوں اعلان کیا ہے:

"سید احمد بدوی کبیر رضی اللہ عنہ جن کی مجلس میلاد و مصر میں ہوتی ہے ——— امام عبدالوہاب شعرانیؒ التزام کے ساتھ ہر سال حاضر ہوتے ——— ہمیشہ ایک دن پہلے ہی حاضر ہوتے تھے ——— ایک دفعہ آخری دن پہنچے۔ جو اولیاء کرام مزار مبارک پر مراقب تھے، انہوں نے فرمایا "کہاں تھے؟" دو روز سے حضرت مزار مبارک سے پردہ اٹھا اٹھا فرماتے رہے ہیں۔ عبدالوہاب آیا، عبدالوہاب آیا؟" انہوں نے فرمایا "کیا حضور کو میرے آنے کی اطلاع ہوتی ہے؟" انہوں نے فرمایا، اطلاع کیسی؟" حضور تو فرماتے ہیں۔ کتنی ہی منزل پر کوئی شخص میرے مزار پر آنے کا ارادہ کرے، میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اس کی حفاظت کرتا ہوں، اگر اس کا ایک ٹکڑا رسی کا جاتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ مجھ پر سوال کرے گا۔" (ملفوظات حصہ سوم ص ۲۵)

بریلوی دوستو

گیارھویں کی حقیقت اور تاریخی حیثیت آپ کے سامنے ہے، اب یہ آپ کا فرض ہے کہ اسے اصلی صورت میں ادا کریں یا لاہوری بہرحال آپ کو غور کرنا چاہیے کہ اسلام سے گیارھویں کو کیا لگاؤ ہے؟

یہ آئی کون سی منزل نہ ساحل ہے نہ دریا ہے
شناور بحر غم کا آپ کہاں ڈوبے کہاں نکلے

مسلمانوں اور ہندوؤں کی مشرکانہ مراسم میں مشابہت

عرب کے مشرک ہندوؤں جیسا عقیدہ رکھتے تھے۔ جس طرح ہندو یہ بھی کہتے ہیں کہ ایشور جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس کے خلاف کوئی کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ مگر پھر بھی سیکڑوں معبود بنا رکھے ہیں۔ کہیں دیوی پوجی جاتی ہے، کوئی ہنومان کو مانتا ہے، کوئی مہادیو کی لنگ پوجتا ہے، کوئی لچھمن کی مورتی پر جل چڑھاتا ہے اور پھر ہر ملک میں ہر ایک قوم کا جدا ہی معبود ہے، آگ، پانی، شجر، آفتاب، ستارے کوئی چیز بھی نہیں چھوڑی کہ جس کو نہ پوجتے ہوں، یہی حاجت روا جان کر ان کو پکارنا، ان کی نذر و نیاز کرنا ان کی عبادت ہے، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ان میں ایشور کی مایا ہے۔ یہ بھی بڑی قدرت رکھتے ہیں، یہی حال عرب کے مشرکوں کا تھا۔ افسوس ہندوستان کے جاہل مسلمانوں میں بھی ہنود کی صحبت کا اثر آگیا۔ یہ بھی اپنے بزرگوں کے ساتھ قریب قریب یہی برتاؤ کرنے لگے۔ یہ اس کو توسّل کہتے ہیں۔ اور غیر قومیں اپنے بزرگوں سے ایسے ہی معاملات کریں تو اس کو شرک قرار دیتے ہیں فعل ایک ہی ہے۔

حوالہ :۔ تفسیر حقّانی جلد ۶ صفحہ ۲۲۵ سورۂ مومن کے پانچویں رکوع کی تفسیر میں۔

تفسیر حقّانی کے ان الفاظوں پر غور کیا جائے کہ فعل ایک ہی ہے چاہے ہم اپنے بزرگوں کے ساتھ کریں یا وہ اپنے بزرگوں کے ساتھ کریں جیسے :۔

(۱) ہندو صاحبان ہر سال اپنے بزرگوں کی ولادت اور شہادت مناتے ہیں تو بعض مسلمان صاحبان بھی اپنے بزرگوں کی ولادت، شہادت اور شادیاں رچاتے مناتے ہیں۔

(۲) ہندو صاحبان جہاں چاہیں مندر بنا لیتے ہیں تو بعض مسلمان صاحبان بھی جہاں چاہیں مزار یا چھلّہ یا تعزیہ بنا لیتے ہیں۔

(۳) ہندو صاحبان اپنے دیو دیوی کا ہر سال میلہ کرتے ہیں اور اس میں مرد عورت خلط ملط ہو کر گھومتے پھرتے رہتے ہیں تو بعض مسلمان صاحبان بھی مزاروں پر عرس کرتے ہیں اور اس میں مرد عورت خلط ملط ہو کر گھومتے پھرتے ہیں اور پردے کا کوئی اہتمام نہیں ہوتا۔

(۴) ہندو صاحبان اپنے دیو یا دیوی کی مورتیوں کو ہر سال نہلاتے ہیں اور اس نہائے ہوئے پانی کو پوتر سمجھتے ہیں تو بعض مسلمان صاحبان بھی اپنے بزرگوں کی قبروں کو ہر سال غسل دیتے ہیں اور غسل کے پانی کو تبرک یا برکت والا سمجھتے ہیں
حالانکہ شریعت میں غسل پورے جسم انسانی کو حکم شرع کے موافق دھونے کو کہا جاتا ہے۔
تو قبر کے دھونے کو غسل کہنا شریعت میں اضافہ نہیں تو کیا ہے۔
غسل کا پانی یا تو ناپاک ہے جیسے نجاست کے غسل میں۔ یا تو پاک ہے مگر ناقابل استعمال جیسے غسل مستحب میں یہ ہے غسل کے پانی کا شرعی حکم مگر شریعت پر اضافہ کرنیوالوں نے قبر دھوئے ہوئے پانی کو اللہ کے حکم سے بڑھا کر نہ صرف قابل استعمال بلکہ تبرک بھی بنا دیا یہ شریعت میں دوسرا اضافہ ہوا۔

(۵) ہندو صاحبان مورتیوں کو نہلانے کے بعد ہر سال اس کو نئے کپڑے پہناتے ہیں اور کپڑے پہنانے کے بعد پھولوں کا ہار بھی پہناتے ہیں تو بعض مسلمان صاحبان بھی مزاروں کو غسل دینے کے بعد ہر سال کپڑے کی نئی چادر چڑھاتے ہیں چادر چڑھانے کے بعد پھولوں کی چادر بھی چڑھاتے ہیں یا اس پر پھول بکھیرتے ہیں۔

(۶) ہندو صاحبان مورتیوں کے پائے کو چومتے ہیں اور سجدہ بھی کرتے ہیں تو بعض مسلمان صاحبان بھی درگاہ شریف کو چومتے ہیں اور سجدہ بھی کرتے ہیں۔

(۷) ہندو صاحبان دیو دیوی کی منتیں مانتے ہیں تو بعض مسلمان صاحبان بھی بزرگوں کی منتیں مانتے ہیں۔

(۸) ہندو صاحبان دیو دیوی کو پرشاد چڑھاتے ہیں اور اس پرشاد کو مخلوقِ خدا کو کھلاتے ہیں یا لوگوں میں تقسیم کر دیتے ہیں تو بعض مسلمان صاحبان بھی بزرگوں کو نیاز و نذر چڑھاتے ہیں اور وہ مخلوق خدا کو کھلاتے ہیں یا تقسیم کر دیتے ہیں۔

(۹) ہندو صاحبان دیو دیوی کو سہایتہ کرنے والا سمجھتے ہیں تو بعض مسلمان صاحبان بھی بزرگوں کو حاجت روا اور مشکلکشا سمجھتے ہیں۔

(۱۰) ہندو صاحبان دیو دیوی کو ہر جگہ اور ہر وقت حاضر و ناظر سمجھتے ہیں تو بعض مسلمان صاحبان بھی بزرگوں کو ہر جگہ اور ہر وقت حاضر و ناظر سمجھتے ہیں۔

(۱۱) ہندو صاحبان مورتیوں کے سامنے چراغ جلاتے ہیں اور گوگل جلاکر اس کے دھوئیں کی خوشبو دیتے ہیں، تو بعض مسلمان صاحبان بھی درگاہوں پر چراغ بھی جلاتے ہیں اور لوبان کی دھونی دیتے ہیں یا اگربتی جلاتے ہیں۔

(۱۲) ہندو صاحبان دیو دیوی کے سامنے طبلے ہارمونیم وغیرہ بجاتے ہیں اور خوب گاتے ہیں اور ناچتے بھی ہیں یعنی کیرتن یا بھجن وغیرہ کرتے ہیں، تو بعض مسلمان صاحبان بھی مزاروں کے سامنے ڈھولک ہارمونیم بجاکر خوب قوالیاں کرتے ہیں۔

(۱۳) ہندو صاحبان دیو دیوی کی مورتیوں کے بنانے میں اور مندروں کے بنانے میں اور سجانے میں لاکھوں روپئے خرچ کرتے ہیں اور اس کو پُن سمجھتے ہیں، تو بعض مسلمان صاحبان بھی درگاہوں کو اور تعزیوں کے بنانے اور سجانے میں لاکھوں روپئے خرچ کرتے ہیں اور اس کو ثواب اور نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

(۱۴) ہندو صاحبان ہر مندر کی حفاظت کے لئے ایک پجاری رکھتے ہیں اور اس کو دیو دیوی کا مہنت یا گدی نشین کہتے ہیں، تو بعض مسلمان صاحبان بھی درگاہ شریف کی حفاظت کے لئے مجاور رکھتے ہیں اور اس کو درگاہ شریف کا سجادہ نشین یا گدی نشین کہتے ہیں۔

(۱۵) ہندو صاحبان مندروں میں جوتیوں کو ساتھ لے کر جانا پاپ سمجھتے ہیں یا پجاری کسی کو اندر جوتیاں ہاتھ میں لے کر آنے نہیں دیتا، تو بعض مسلمان صاحبان بھی جوتیوں کو ہاتھ میں لے کر درگاہ شریف پر جانا گناہ سمجھتے ہیں اور وہاں کا سجادہ نشین کسی انسان کو جوتیں ہاتھ میں لے کر درگاہ شریف پر فاتحہ پڑھنے کے لئے جانے نہیں دے گا اور بڑی سختی کے ساتھ رد کا جاتا ہے حالانکہ مسجد میں آپ اپنی جوتیاں ہاتھ میں لے کر جا سکتے ہیں۔

(۱۶) بعض ہندو صاحبوں کے جسم میں ماتا یا دیو یا دیوی آتی ہے اس وقت وہ بے قابو ہو کر سر ہلاتے اور جھومتے ہیں تو بعض مسلمان صاحبوں کے اوپر سواری آتی ہے کسی ولی کی یا کسی امام وغیرہ کی یہ بھی بے قابو ہو کر سر ہلاتے ہیں اور ناچنے لگتے ہیں۔

(۱۷) ہندو صاحبان ہر سال رام لیلا کرتے ہیں اور اس میں قسم قسم کے بھیس بنا کر ناچتے کودتے ہیں اور گاتے بجاتے بھی ہیں، تو بعض مسلمان صاحبان بھی تعزیوں میں لنگور، چیتا اور بھالو وغیرہ بنتے ہیں پھر خوب ناچتے کودتے ہیں اور ڈھول تاشے شہنائیاں بھی بجاتے ہیں اور مرثیہ وغیرہ گاتے ہیں۔

(۱۸) ہندو صاحبان اپنے عزیزوں کے مرنے کے بعد تیجہ، دسواں سولہواں کرتے ہیں تو بعض مسلمان صاحبان اپنے عزیزوں کے مرنے کے بعد تیجہ، دسواں اور بیسواں کرتے ہیں۔

(۱۹) ہندو صاحبان تنہائی میں آنکھیں بند کر کے دھیان کھینچتے ہیں جن میں بھگوان کا یا دیو دیوی کا یا اپنے گرو کا دھیان جماتے ہیں یعنی ان کی شبیہ کو اپنے سامنے لاتے ہیں تو بعض مسلمان صاحبان بھی تنہائی میں آنکھیں بند کر کے اپنے پیر کا یا مشائخ کا تصور جماتے اور اس کو اپنی توجہ کا قبلہ بناتے ہیں اور بعض تو پیر کی تصویر کو سجدہ بھی کرتے ہیں

(۲۰) ہندو صاحبان اپنے دیو یا دیوی کے نام کا جانور پالتے ہیں اور اس جانور کو انہیں کے نام پر چھوڑ دیتے ہیں یا ان کے استھانوں پر لے جا کر اس کی بھینٹ چڑھاتے ہیں

اس نیت سے کہ دیو دیوی کا قرب حاصل ہو، تو بعض مسلمان صاحبان بھی بزرگوں کے نام کا جانور پالتے ہیں اور انہیں کے نام پر چھوڑ دیتے ہیں یا مزاروں پر لے جاکر ذبح کرتے ہیں تاکہ ان کو بزرگوں کا قرب حاصل ہو۔

(۲۱) ہندو صاحبان اپنے اپنے تہواروں میں دیو یا دیوی کی مورت کو بناکر خوب سجاتے ہیں ان کے سامنے خوب ناچتے ہیں کھیل تماشے کرتے ہیں، ساز وغیرہ بجاتے ہیں پھر کچھ دنوں کے بعد اس مورت کو کندھوں پر یا لاریوں پر اٹھا کر چلتے ہیں شہر اور قصبے کے بازار گلی اور کوچوں میں پھراتے ہیں اس وقت بھی اس مورت کے سامنے ناچتے کودتے کھیل تماشے کرتے ہوئے ساز وغیرہ بجاتے ہوئے خوب دھوم دھام سے لے کر چلتے ہیں اور شام کے وقت اس مورت کو دریا میں یا کسی نہر میں یا کسی تالاب میں ڈبو دیتے ہیں، تو بعض مسلمان صاحبان بھی تعزیہ بناتے ہیں اور اس کو خوب سجاتے ہیں پھر اس کے سامنے کچھ دن ناچتے کودتے ہیں کھیل تماشے کرتے ہیں ڈھول تماشے اور شہنائیاں خوب بجاتے ہیں پھر دسویں محرم کو تعزیوں کو لے کر چلتے ہیں شہر اور قصبے کے بازاروں میں گلی کوچوں میں پھراتے ہیں اس وقت بھی تعزیئے کے آگے آگے خوب ناچتے ہیں مرثیے گاتے ہیں کھیل تماشے کرتے ہیں ڈھول تاشے شہنائیاں بجاتے ہیں پھر شام کو اس تعزیئے کو دریا میں یا نہر میں یا کسی تالاب میں ڈبو دیتے ہیں دفن نہیں کرتے اور جنازے کی نماز بھی نہیں پڑھتے۔

اصل بات یہ ہے کہ ہم ہندوستانی مسلمان ہیں اور ہندوؤں میں سے مسلمان ہوئے ہیں تو بظاہر تو مسلمان ہیں لیکن پرانی جو عادت تھی وہ نہیں گئی صرف رخ بدلا ہے۔ ہندو صاحبان اپنے بزرگوں کے ساتھ کرتے ہیں اور مسلمان صاحبان اپنے بزرگوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ حالانکہ شریعت ان کاموں کی کسی کو بھی

علامہ اقبالؒ نے اس ضمن میں فرمایا ہے :-

وضع میں تم نصاریٰ ہو تو تمدّن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنھیں دیکھ کے شرمائیں یہود

اور علامہ حالی مرحوم نے کہا ہے

کریں غیر گر بُت کی پوجا تو کافر
جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
جھکیں آگ پر بہر سجدہ تو کافر
کواکب میں مانیں کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں
نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں
اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں
شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے
وہ دین جس سے توحید پھیلی جہاں میں
ہوا جلوہ گر حق زمین و زماں میں
رہا شرک باقی نہ وہم و گماں میں
وہ بدلا گیا آکے ہندوستاں میں
ہمیشہ سے تھا جس پہ اسلام نازاں
وہ دولت بھی کھو بیٹھے آخر مسلماں



اللہ کے علاوہ دیگر معبودوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کوئی سند نازل نہیں کی

مَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسۡمَآءً سَمَّيۡتُمُوۡهَاۤ اَنۡتُمۡ وَاٰبَآؤُكُمۡ مَّاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنۡ سُلۡطٰنٍ (یوسف ۴۰)

اس (اللہ) کو چھوڑ کر جن جن کی تم بندگی کرتے ہو وہ تو بس چند نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں۔ اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی۔ (سورۃ یوسف آیۃ نمبر ۴۰)



يٰٓاَيُّهَا الۡاِنۡسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الۡكَرِيۡمِ (انفطار ۶)

اے انسان! تجھے رب کریم کے معاملے میں کس نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے

وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ

اور اللہ کے سوا تمہارا نہ کوئی کارساز ہے اور نہ کوئی مددگار (العنکبوت: ۲۲)

کارساز اور مددگار کون؟

مؤلف:

پروفیسر (ریٹائرڈ) نور محمد چودھری

ناشر

فیض اللہ اکیڈمی

الفضل مارکیٹ اردو بازار، لاہور۔ فون: ۷۰۲۰۷